دفترِ خیال

۱۳۲۵

یعنے سیوم

دیوانِ ظہیر

مصنفہ

شاعر نامی و سخنور گرامی راقم الدولہ جناب سید ظہیر الدین حسین خان
صاحب ظہیر دہلوی یادگار حضرت ذوق مرحوم

حسب الحکم

جناب قاضی عبدالکریم ابن قاضی نور محمد صاحب مالک مطبع کریمی و فتح الکریم
تاجر کتب بمبئی

مطبع نامی کریمی بمبئی میں چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے یگانہ ہے اے دوست یگانہ تیرا | تو زمانے سے جدا یار زمانہ تیرا
کیا کہوں کس سے کہوں ہائے فسانہ تیرا | لب پہ رہ جاتا ہے آ آ کے ترانہ تیرا
یار و اغیار سے سنتا ہوں فسانہ تیرا | دوست دشمن کی زبان پر ہے ترانہ تیرا
تو زمانے کا شریک اور نہیں تیرا شریک | تو یگانہ ہے نہیں کوئی یگانہ تیرا
تو ہے مطلوب جہان اور نہیں تیرا نظیر | بے طلب تو ہے طلبگار زمانہ تیرا
جس طرف بھاگ کے دیکھا نظر آیا تو ہی | دل حیران ہے مرا آئینہ خانہ تیرا
تو نے خود چھیڑ کے پھر یاد دلائی اپنی | ہم تو بھولے ہوئے بیٹھے تھے فسانہ تیرا
اے خوشا بخت ہوا جو ترا آماج نگاہ | چوکتا ہے قدر انداز نشانہ تیرا
رشک کی جا ہے کہ ہو اور کی الفت پہ یقین | دل ویران ہے محبت کا خزانہ تیرا
ایک وہ کیا کہ ترے گھر میں خدائی تو ہے | جو کچھ ہے سو ہے کہ ہے آج زمانہ تیرا

کوئی چھپتی ہے چھپائے سے محبت کی امیر
ایک عالم کی زبان پر ہے فسانہ تیرا

جوش دلاسے دل میں جناب امیر کا | جام جہاں نما ہے پیالہ نقیب

پیرو ہون مین طریق جناب امیر کا
ہون روز اولین سے فقیر اس لکیر کا

دنیا مین ہاتھ بند ہو گیا مجھ فقیر کا
مشکل کشا ہے نام مرے دستگیر کا

مداح کبریا ہے جناب امیر کا
ترک ادب ہے نام مرے ہمصفیر کا

محتاج مین نہین کسی شاہ و وزیر کا
دریوزہ گر ہون دست جناب امیر کا

دفتر ہے پاک صاف جناب امیر کا
تھوڑا سا کچھ حساب ہے نان شعیر کا

نام خدا ہی نام بھی ہے نام کبریا
کیونکر نہ حرز جان ہو صغیر و کبیر کا

منظور تھی تلافی آدم جہان مین
یون ذوق تھا جناب کو نان شعیر کا

بیعت ہے مجکو ساقی کوثر کے ہاتھ پر
پیر مغان ہے نام مرے دستگیر کا

پایا ہے کس بشر نے ید اللہ کا خطاب
بالا ہے سب سے ہاتھ جناب امیر کا

جاؤن گا خلد مین لیے پشتارۂ گناہ
رہتا ہے ساتھ بوریا بدھنا فقیر کا

مین اس جناب پیر طریقت کا ہون مرید
مرشد مرا ہی پیر مرا اک دستگیر کا

اس آستان بغیر رسائی محال ہے
مسلک ہی ایک جادۂ شاہ و وزیر کا

اللہ رے جناب کی عاجز نوازیان
رتبہ گلیم سے ہے فرو تر حریر کا

الکاظمین آیا ہے انکی شان مین
قاتل سے بھی دریغ نہین جام شیر کا

سوتے ہین فرش خاک پہ خدام بوتراب
قاقم سے کم نہین ہے بچھونا حصیر کا

زاہد سے پہلے رند خرابات خلد مین
پہونچین گے بر مین داب کے بستر حصیر کا

دست خدا کا دست نگر ہے ظہیر بس
ہے آسرا فقیر کو دست امیر کا

جو قرار سے بغل مین دل بیقرار ہوتا
تو ہزار بار ستمگر سے نہ مرا مزار ہوتا

جو عدم سے ہم نہ آتے نہ کسی کو خار ہوتا
نہ فلک کو ننگ ہوتا نہ زمین کو بار ہوتا

سر کوہ دل جلون کا نہ اگر مزار ہوتا
دل سنگ سے ہویدا نہ کبھی شرار ہوتا

دم شکوہ سوز پنہان اگر آشکار ہوتا　　جو سخن زبان پہ آتا وہی اک شرار ہوتا
نہ کہین طبیعت آتی نہ کسی پہ جان جاتی　　نہ یہ دل بغل مین ہوتا نہ یہ حال زار ہوتا
یہ جفائین کون سہتا جو نہ ہوشیار ہوتے　　نہ غم زمانہ ہوتا نہ فراق یار ہوتا
نہ جفا پسند ہوتے نہ وفا سے کام پڑتا　　نہ درد و رنج ہوتا نہ جفا شعار ہوتا
جو پیامبر نہ ہوتا ہمین کون کرتا رسوا　　کوئی پردہ پوش ہوتا کوئی پردہ دار ہوتا
نہ کسی سے آنکھ لڑتی نہ خلش مین جان پڑتی　　کہ یہ تیر درد و غم کا نہ جگر کے پار ہوتا
یہ شرار نکلے گرتے سر مہد خاک اختر　　کسی تفتہ جان کے دل کا جو فلک بخار ہوتا
جو حد وحشت مین نہ آتے تو قدم مین کیا زیان تھا　　نہ خیال غیرت ہوتا نہ غم مزار ہوتا
نہ تمہارے در پہ آتے نہ یہ باتین سنا جاتے　　نہ سنان تم لگاتے نہ جگر فگار ہوتا
جسے دوستدار جانا وہی بدسگال نکلا　　کبھی ہم نہ ہوتے رسوا جو نہ رازدار ہوتا
یہ ہمیشہ مرنا جینا یہ امید و بیم کیسی　　وہ بلا سے تھا جو ہونا کہین ایکبار ہوتا
مری خاک یون نہ اڑتی کہ ٹھکانے تو لگتی　　ترے دلنشین ستمگر جو مرا غبار ہوتا
جو عدو سے تم ملاتے تو ہزار بار ملتے　　نہین یہ بھی تھا گوارا انھین ناگوار ہوتا
یہ بھلا ہوا کہ تم نے نہ بندھائی آس ورنہ　　کبھی حشر تک نہ مرتے اگر انتظار ہوتا

جو نہ تھا کسی کو ملنا کوئی آس کیون بندھاتا
کہ ظہیر خستہ خاطر نہ امیدوار ہوتا

جنت مین بھی مے سے مجھے انکار نہ ہوگا　　تنہا تو زمانے مین قدح خوار نہ ہوگا
پھر کہیے کہ انکار سے اقرار نہ ہوگا　　اس پر بھی قیام آپ کو زنہار نہ ہوگا
ایسا تو زمانے مین گنہگار نہ ہوگا　　جسکو تری رحمت سے سروکار نہ ہوگا
جنت مین بھی آسودہ دل زار نہ ہوگا　　سر پر جو ترا سایۂ دیوار نہ ہوگا
ممکن ہے کہ گر جائے ترے خاک نشین پھر　　ہرگز وہ ترا سایۂ دیوار نہ ہوگا

ہم جتنے گراں ہیں تری محفل کی نظر میں
ایسا کوئی دنیا میں سبکسار نہ ہوگا

پیمانِ وفا توڑتے ہو غیر کی خاطر
ہاں پھر تو کبھی مجھسے سروکار نہ ہوگا

جس جا نہ لگی ہوں ترے مشتاق کی آنکھیں
ایسا تو کوئی روزنِ دیوار نہ ہوگا

اسکو ہے ثبات اور قیام اسکو نہیں ہے
انکار سے بہتر کبھی اقرار نہ ہوگا

جتنا مجھے اس بزم میں دوبھر ہے غمِ رشک
دشمن کا جنازہ بھی گرانبار نہ ہوگا

جس درجہ کہیں چاہ میں بدخواہ ہوں اپنا
اتنا تو عدو درپئے آزار نہ ہوگا

جو حشر قیامت تری گفتار سے ہے ظالم
ہرگز وہ بپا فتنۂ رفتار نہ ہوگا

جز مرگ نہیں چارۂ آزارِ محبت
اچھا کبھی جینے سے یہ بیمار نہ ہوگا

پابندِ غمِ یار ہے آزاد جہاں سے
اب دامِ تعلق میں گرفتار نہ ہوگا

کہتے تو ہو دشمن سے نباہینگے محبت
یہ کام بھی پورا کبھی زنہار نہ ہوگا

مشکل ہے کہ قائم رہے پیمانِ محبت
وعدہ بھی تمہارا تو وفادار نہ ہوگا

تم غیر سے ملتے ہو ملو کیا مرے دل کا
دنیا میں کوئی اور خریدار نہ ہوگا

ہر روز کے جلنے سے تو وہ رنج ہے گوارا
ہنگامۂ دل گرمیٔ اغیار نہ ہوگا

سوگند سرِ غیر دلائینگے لبِ بام
انکار سے کب تک تمہیں اقرار نہ ہوگا

کہتے ہو ظہیر آج تو راحت ہے تہِ خاک
آرام وہاں بھی تمہیں زنہار نہ ہوگا

تجکو چھوڑا بتِ کافر ترا گھر چھوڑ دیا
بھاری پتھر تھا تجھے چوم کے وہ چھوڑ دیا

دربدر ہو کے ستمگر ترا در چھوڑ دیا
تجکو چھوڑا ترے کوچے کا گذر چھوڑ دیا

دوست دشمن کی کچھ اسوقت نہوئی تقسیم
شست سے اپنے جب تیرِ نظر چھوڑ دیا

اسکے کوچے میں ہی تو خاک اڑائی پھر لی
آنا جانا جو ادھر بارِ دگر چھوڑ دیا

آپ پہ پھر مری گھر بار پہ پانی پھیرا
تو نے کیا خاک ہرا اے دیدۂ تر چھوڑ دیا

کہتے ہیں تم تو وفادار تھے اپنا شیوہ / تم نے کیوں چھوڑ دیا میں نے اگر چھوڑ دیا
ایک دو تیغ نگہ اور لگاتے جاتے / کر کے بسمل مجھے کیوں چاک جگر چھوڑ دیا
جب سے دیکھا ہے لب بام تجھے جلوہ نما / چاند نے کہتے ہیں اے رشک قمر چھوڑ دیا
دوست سوز الم سے تو بہت تھے دل میں / تیری خاطر سے رقیبوں کو مگر چھوڑ دیا
کہتے ہیں چڑ ہے تری دست درازی مجھ کو / انہیں باتوں سے تو آنا ترے گھر چھوڑ دیا
ہاتھ ملتا ہوں کہ کیوں ہاتھ سے اپنے ہیہات / دامن اس شوخ کا ہنگام سفر چھوڑ دیا
سجدہ گہ شاہ و گدا کی ترا در ہے یا رب / وہ کبھی در کا نہیں جس نے یہ در چھوڑ دیا

خوردہ بین تھا جو ہنر کے ہزاروں میں ظہیر
عیب جو ایک نہیں جانب ہنر چھوڑ دیا

غم سے وابستہ نہ ہرگز دل شیدا ہوتا / فکر امروز نہ ہوتا غم فردا ہوتا
کاش پیشت کف خاک نہ پیدا ہوتا / قطرہ رہتا جو سمندر میں تو دریا ہوتا
بخت بیدار جو ہم خواب زلیخا ہوتا / تو اب میں دامن یوسف کو نہ چھوڑا ہوتا
عشق اصنام نہ ہوتا تو نہ دنیا ہوتا / دیر گر دیر نہ ہوتا تو کلیسا ہوتا
نفس امارہ کو ظالم نے جو مارا ہوتا / آج اکسیر ہی خاک کا پتلا ہوتا
آئینہ گر نہ ترا محو تماشا ہوتا / خاک پر صورت سیماب تڑپتا ہوتا
زلف شبرنگ نے اندھیر مچایا ہوتا / دہن اں گر نہ تھا راغ زیبا ہوتا
گر نہ آلودۂ دنیا سگ دنیا ہوتا / آج یہ خاک نشین عرش کا تارا ہوتا
میری آنکھوں سے اگر اپنا تماشا کرتے / آئینے میں تمہیں کیا کچھ نظر آیا ہوتا
بخت برگشتہ سے گر موت کی خواہش کی تھی / ملک الموت بھی آتا تو مسیحا ہوتا
وہ بھی بیدم ہوا ہمراہ مرے خوب ہوا / ورنہ خنجر کف قاتل میں تڑپتا ہوتا
تیرہ روزی تھی لکھی میری قسمت میں اگر / عشق گیسو کا نہ ہوتا تو مجھے سودا ہوتا

وہ نہ آتے نہ سہی تو تو نہ آئی ہوتی
اے شب ہجر ترا منہ تو نہ کالا ہوتا

شوق سے تم تو مرے گھر چلے آئے ہوتے
گر مرا روز سیہ بھی شب یلدا ہوتا

زندگی بھر اسی امید پہ مرتے رہتے
تیرے وعدون کا ستمگر جو بھروسا ہوتا

آپکے حسن کی دنیا مین نہ شہرت ہوتی
مین جو اس طرح زمانے مین نہ رسوا ہوتا

بندگی آپکو ہم دور سے کرتے ناصح
بندہ پرور نے کہین دل جو لگایا ہوتا

غیر دکھلا کرے کچھ اسکا مجھے رشک نہین
آپ نے پیار کی نظر سے نہ دیکھا ہوتا

فوق ایدی کے نہ منکر کبھی قائل ہوتے
گر علی نے در خیبر نہ اکھاڑا ہوتا

بندہ حرص نہ ہوتا اگر انسان ظہیر
کیون خدا نے اسے جنت سے نکالا ہوتا

رکھا ناکامیون نے تشنہ کام آرزو کیا کیا
اگر مشتاق دم زہر آب خنجر سے گلو کیا کیا

تلاش گوہر مقصد مین کھوئی آبرو کیا کیا
تھکے ہین سعی لاحاصل مین پائے جستجو کیا کیا

ہوئی ہے غرق کیا کیا کشتی مقصد لب ساحل
ہوئے ہین خشک بار آور نہال آرزو کیا کیا

زبان رکھتے اگر اصنام سنگین دل تو کیا ہوتا
الٰہی بیت خالی مین ہے شور گفتگو کیا کیا

سراسر خوبیان ہین یہ تمہارے منہ لگانے کی
عدو بیٹھے ہوئے کہتے ہین کچھ رو برو کیا کیا

سمجھلو بات پر ٹکی ہے بس پردہ ہی رہنے دو
نہ پوچھو اس دل بیتاب مین ہے آرزو کیا کیا

مجھے روتے ہوئے دیکھا تو وہ جھنجھلا کے کہنے لگے
مجھے رسوا کریگا دیکھئے دنیا مین تو کیا کیا

نگاہ شرمگین محفل مین کیا کیا چپکے لڑتی ہے
ادا سے بات ہوتی ہے جلسے مین بھی گفتگو کیا کیا

سنے جاتے نہین ہین زخم شمشیر زبان ہرگز
کیا ہے زخمون کو عیسیٰ مریم نے رفو کیا کیا

نہین ہین عاشق و معشوق کو ہم عشق سے لیکن
بھبھوکا حسن کی آتش سے ہین شعلہ رو کیا کیا

بھلا جو جیالی کا کیا سبب اسکو [illegible]
ہوا کیا سے کیا [illegible] وہ شعلہ خو کیا کیا

قصور اپنی نظر کا ہے [illegible]
[illegible] ظہیر [illegible] کیا کیا

بھبوکا ہو گئے رخسار گلگون اور غصے مین
بگڑنے سے ہوا ہی خوشنما وہ شعلہ خو کیا کیا

گئے دیر و حرم مین ہم نہ دیکھا کہین وہ ...
تلاش یار مین بیفائدہ کی جستجو کیا کیا

ظہیر اس دشمن ایمان سے تو امید رکھتا ہے
ارے کمبخت کچھ کہہ تو ہی سے آرزو کیا کیا

رفو گر دنگ ہی چکے ہین سب تار رفو کیا کیا
کرشک افشان ہو زخم دل پہ زلف مشکبو کیا کیا

جلانے سے ہوئے خوش سب وہ شعلہ خو کیا کیا
جو سب جلنے سے ہے ہنگامہ بزم عدو کیا کیا

بسی ہر عطر پیراہن مین خونریزی کی بو کیا کیا
لہو کے گھونٹ پیتے ہین سر محفل عدو کیا کیا

ہوئی پامیدہ شادی سے شب وصل عدو کیا کیا
کیا چاک گریبان سحر کو ہے رفو کیا کیا

دل مضطر کو ہے ناکامیون کی جستجو کیا کیا
نصیب دشمنان ہو جس سے اب آرزو کیا کیا

لبون پر رہ گئے آ آ کے حرف گفتگو کیا کیا
کئے ہین ال ہی دل مین تمنے خون آرزو کیا کیا

ہمیشہ چشم ساقی کی طرح نیت بدلتی ہے
شکستہ صورت توبہ ہوئے ظرف وضو کیا کیا

شکست توبہ کفارہ ہوا ہے جرم مستی کا
کہ بدمستی مین ٹوٹے ہاتھ سے جام و سبو کیا کیا

انکار عشق کے رستے سے راہی ہو گئے رہبر
پھرے آوارہ ہم دشت طلب مین چار سو کیا کیا

فقط جب لگی ہو دختر رز کی ملاحت پر
شکستہ ہو گئے ہین شیخ و زاہد کے وضو کیا کیا

بہ رنگ پیکر تصویر سب کے منہ کو تکتا ہے
ہوا ہی آئینہ حیران تمہارے روبرو کیا کیا

وہ لڑتے ہین زبان سے اور یہ کافر نہین لڑتی
نگاہ و صلح دشمن جنگ مین ہے صلح جو کیا کیا

نیا پایا وصال مین بھی چین انکی زود رنجی سے
رہا پر کالہ آتش مزاج شعلہ خو کیا کیا

زبان و شمشیر [illegible] آئینہ سب [illegible]
بڑھا پھر دیکھتے مین خوشنما مین خوبرو کیا کیا

رہیگا خون حسرت دامن اخلاص قاتل پر
تہ خنجر رہا ذوق شہادت مین گلو کیا کیا

ظہیر اس تیغ [illegible] کا نہین ہے مشتری کوئی
لٹے ہین خاک مین ان دستون کی آبرو کیا کیا

چشم مست ساقی کو رشک ہے میخانہ مرا
بادۂ عرفان سے ہے لبریز پیمانہ مرا

شعر و میرا ہے سو سو جان سے پروانہ مرا
جسکا دیوانہ ہون مین وہ خود ہی دیوانہ مرا

سجدہ گہ ہے پاے خم کعبہ ہی خمخانہ مرا
پیر ہے پیر مغان مشرب ہے رندانہ مرا

مستیٔ پندار سے عاری ہے میخانہ مرا
لوٹتا ہی ساتھ ہی توبہ کے پیمانہ مرا

رند عالی ظرف ہون ساقی لگا دی منہ سے خم
ایک ہی ساغر سے کیا چھلکے گا پیمانہ مرا

مین نہین ہون سست پیمان تجھسا ای جنت پرست
اپنی توبہ سے لڑا کر دیکھ پیمانہ مرا

دولت الفقر فخری سے ہے استغنا مجھے
خلعت شاہانہ ہی رخت فقیرانہ مرا

مجھ سے ہین وجد مین میری صدا پر مے پرست
کیف اہل ذوق ہی غوغائے مستانہ مرا

تلخی دوران مین ہین نعماے دنیا کی فزی
جام جم سے کم نہین جام گدایانہ مرا

صلح کل مشرب ہی میرا جنگ سے ہی احتراز
دوستی ہی شیخ سے کافر سے یارانہ مرا

ہی تولا میرا ایمان کفر ہے بغض و نفاق
دوست ہی دشمن مرا اپنا ہے بیگانہ مرا

کب ملا زرگر د کینہ سے ہوئے روشن ضمیر
صاف ہی زنگ کدورت سے آئینہ خانہ مرا

حضرت موسی کو تھی ایمن مین جسکی جستجو
اس چراغ طور سے روشن ہی کاشانہ مرا

جلوہ گر ہے ان بتون مین کون زاہد دیکھ تو
تو جسے کہتا ہے کعبہ ہے وہ بتخانہ مرا

بیقرار ہیں اجزائے دل بیتاب دیکھ
گوہر غلطان ہی اک اک اشک کا دانہ مرا

لگیا دلکو حقیقت کی ہے عشق مجاز
گھر خدا کا بنگیا آخر صنم خانہ مرا

بزم دنیا مین ملے ہین مجکو یہ دو غمگسار
شمع ہے مونس مری دل سوز پروانہ مرا

ہوگیا شنکر نوید وصل شادی مرگ مین
بنگیا عشرت کدہ وہ میرا عزاخانہ مرا

چند ساعت کے لیے گر جوش وحشت ہیچ ہے
گلشن فردوس سے خوشتر ہے ویرانہ مرا

مین ہون اپنی خاطر جمع کا دیوانہ ظہیر
قلقل دل سے ہی پیدا نعرۂ مستانہ مرا

دل لیکے بھاتے ہوئے پیمان نہین دیکھا معشوق کوئی صاحب ایمان نہین دیکھا
ممکن ہو کہ بیعت نکرے پیر مغان کی زاہد نے مگر حلقہ رندان نہین دیکھا
دلمین تو ہے زخم دل صد چاک دکھادون ناصح کو کبھی چاک گریبان نہین دیکھا
لو آؤ لگا لائین صنم خانہ مین اوسکو ہوتے ہوئے زاہد کو مسلمان نہین دیکھا
کیا بیکے دل زار کے اب پوچھتے آنسو آنکھون پہ ترا گوشہ دامان نہین دیکھا
کھاتے ہو قسم وعدے پہ کیون مصحف رخ کی کافر کو اٹھاتے ہوئے قرآن نہین دیکھا
دنیا کے غم و درد کی ہے دلمین سمائی اس گھر سے نکلتے ہوئے مہمان نہین دیکھا
کیون خال سے مصحف رخ کا ہے نگہبان ہندو کو کہین حافظ قرآن نہین دیکھا
بیٹھے ہوئے گیسو کو سنوارا کئے تم تو افسوس مرا حال پریشان نہین دیکھا
نالون کے جتانے سے تو اٹھو دلے ہزارون کمبخت نکلتے کوئی ارمان نہین دیکھا
سوتے ہین کبھی سرکا کبھی منھ سے دوپٹا پہلو مین کبھی انکو کبھی عریان نہین دیکھا
رکھی تمکو بہت الفت دشمن کی تمنا ہان تمنے مرا حال پریشان نہین دیکھا
وہ کھینچے ہم آغوش ہو اللہ کے صدقے جس پردہ نشین کا کبھی دامان نہین دیکھا
بیچینکو تو مر کر کہین آنکھون سے دکھاون دشوار کو ہوتے ہوئے آسان نہین دیکھا
ہم بیٹھے گواہی تری عصمت کی تو دیتے پرچھا تو ابھی تیرا شب ہجران نہین دیکھا

کیا لطف قلق اسکو ہے شعر و سخن کا
جس نے تجھے محفل مین غزلخوان نہین دیکھا

اگر دست حنائی سے عنایت جام ہو جاتا ہمین خون جگر بھی بادۂ گلفام ہو جاتا
اگر اپنے تغافل سے عاشق ناکام ہو جاتا کسیکا کام ہو جاتا کسیکا نام ہو جاتا
اگر ہوتا جنون سے پیشتر یکبار کام ہو جاتا نہ تم بدنام ہو جاتے نہ مین بدنام ہو جاتا
عنایت سے اگر ساقی کی دور جام ہو جاتا تو برگشتہ ہمارا بخت نا فرجام ہو جاتا

محبت میں اگر رسوائے خاص و عام ہو جاتا
تو کیا شہرۂ آفاق میں گمنام ہو جاتا

جدا پہلو سے اپنے گر دلِ ناکام ہو جاتا
نکلتا یہ کانٹا جان کو آرام ہو جاتا

گلے کرتا اگر اُسکے تو خود بدنام ہو جاتا
زمانہ اور اُلٹا در پئے الزام ہو جاتا

نہ ملتے ہم کبھی ملنے سے تیرے گر خدا ملتا
ہمیں آغاز میں معلوم گر انجام ہو جاتا

عبث بدخواہ بنکر تم ہوئے بدنام دنیا میں
محبت کی نگاہوں میں ہمارا کام ہو جاتا

وہ کہتے ہیں غلط ہیں سب گلے شکوے نہیں لگنے کو
کسی کا کچھ نہ جاتا مفت میں بدنام ہو جاتا

تڑپنا لوٹنا بھی منحصر ہے تاب طاقت پہ
مرض کچھ اور بڑھ جاتا اگر آرام ہو جاتا

برا ہوتا بھلا ہوتا لکھا تھا جو مقدر میں
بلا سے ایکدن اسے گردشِ ایام ہو جاتا

اگر لبریز ہوتا بادۂ صبر و قناعت سے
تو خوشتر جام جم سے بھی ہمارا جام ہو جاتا

اگر تقدیر سے ہوتی رسائی دورِ ساغر میں
وہیں لبریز اپنی زندگی کا جام ہو جاتا

دلِ ناکام کو اپنے اگر صبر و سکون ہوتا
تو ان ناکامیوں کا کچھ نہ کچھ انجام ہو جاتا

بچا لی جان اپنی چارہ گر تدبیر اچھی کی
مریضِ ہجر کے درمان سے تو بدنام ہو جاتا

تصور ہی ترا رہتا اگر سوزِ دروں بنکر
تو پختہ دل میں وہ بس کر خیالِ خام ہو جاتا

اگر منظور ہوتی آپ کو وابستگی ہم سے
تو اک اک حلقۂ گیسو بھی سو سو دام ہو جاتا

لگا رہتا ہی کھٹکا زندگی میں مرنے جینے کا
بلا سے جان جاتی دلکو تو آرام ہو جاتا

خدا جانے سوالِ بوسہ کس روز پورا ہو
تمہارے در پہ سائل ہر صبح و شام ہو جاتا

خدا کو خیر کرنی تھی گلے لب تک آ گئے تھے
وہ کافر اور اُلٹا در پئے الزام ہو جاتا

لکھا جاتا ہے القاب غلام خاص دشمن کو
بلا سے خطِ آزادی ہمیں ارقام ہو جاتا

اشارہ ایک کافی تھا نگاہِ سرمگیں کا
ہمارے حق میں یہی خنجر و صمصام ہو جاتا

ظہیر احوال دل لکھتے اگر رمز و کنایہ میں
تو ہر مصرع بطرزِ صنعتِ ایہام ہو جاتا

غرور اُسکا مرا حالِ پریشان دیکھتے جانا ‏ مسلمانو جفائے نامسلمان دیکھتے جانا

مرا صبر و تحمل اور اُس کافر کی بیرحمی ‏ ذرا انصاف سے گبر و مسلمان دیکھتے جانا

خبر ابتک نہین ہے تمکو اپنی زلف برہم کی ‏ نظر بھر کر مرا حالِ پریشان دیکھتے جانا

کوئی از پا فتادہ راہ مین حسرت تمنا ہے ‏ ادھر بھی رہروانِ کوئے جانان دیکھتے جانا

ابھی سے یہ قلق اے حضرت دل دور ہے دہلی ‏ سحر تک صدمہ ہائے شام ہجران دیکھتے جانا

مرا وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا وقت رخصت کے ‏ وہ اُنکا پاس سے اُٹھ اُٹھ کے حیران دیکھتے جانا

صبا آکر خبر اُس آن کی تھی نے بست زلیخا سے ‏ عزیز مصر احوال اسیران دیکھتے جانا

نکھر کر دیکھنا آئینہ اور اسپر یہ غمزہ ہے ‏ کہ اک اک کی طرف ہو ہو کے حیران دیکھتے جانا

بہار آئی چمن مین جوش وحشت کا تقاضا ہے ‏ ذرا اہل جنون سوئے بیابان دیکھتے جانا

گلے ملتے ہین بسمل شوق مین کس کس تمنا سے ‏ ذرا قربانیوں کی عید قربان دیکھتے جانا

صدائے نالۂ زنجیر کی چھلکا اسیری سے ‏ ذرا زندانیو پھر سوئے زندان دیکھتے جانا

جنون بانکے پیا رستے کہ ہے بار دو اول کو ‏ ابھی کیا آگے آگے رنج و حرمان دیکھتے جانا

غرور جاہ و حشمت تھا انھین بھی قصر و ایوان پر ‏ ذرا ان مقبرون کو یہ غریبان دیکھتے جانا

یہ آنا ہے قیامت کا یہ جانا ہے قیامت کا ‏ کہ خندان گھر سے آنا اور گریان دیکھتے جانا

تمہاری شرمگین آنکھون نے مٹی مین ملایا ہی ‏ حیا والو سوئے گور غریبان دیکھتے جانا

مری عرض تمنا پر وہ بوسے ہمنشینون سے ‏ ذرا تم غور سے حضرت کے ارمان دیکھتے جانا

ظہیر اچھا نہین وحشت اگر تجھکو تو پھر کیا ہے
پریشان حال پھرنا اور حیران دیکھتے جانا

ہے تباہی مین سفینہ لب ساحل میرا ‏ لُٹ گیا قافلہ آکر سر منزل میرا

خنجر و طوق محشر مین ہو قاتل میرا ‏ بدلے خنجر کے اگر ہاتھ مین ہو دل میرا

تیغ کے سائے تو پیچھے سے کھینچا دل میرا ‏ میرے قاتل کا مرا ناز انسے قاتل میرا

شکوہ کیا تجھ سے کروں بس میں نہیں دل میرا
حق تو یوں ہے دل بیتاب ہے قاتل میرا

مجھ پہ رہ رہ کے جو کرتا ہے قیامت برپا
آنکھ فتنۂ رفتار ہے یا دل میرا

کھول کر دست حنا بستہ دکھاؤ تو سہی
چور مہندی کا ہے یہ ہاتھ میں یا دل میرا

گالیاں بھی نہ ملیں بوسۂ لب تو کیسے
مدعا کچھ نہ ہوا آپ سے حاصل میرا

لاکھ جانیں ہوں تو اس مرگ پہ قربان کردوں
تو کہے ہاے اٹھا خلق سے مائل میرا

کیا تماشا ہو کہ ہو حشر میں باہم تکرار
تم کہو دل مرا میں تم سے کہوں دل میرا

صبر کر موت کہ مرنے کی اجازت لیلوں
بدگمان ہے وہ بت خوش شمائل میرا

توڑ سکتے تھے نہ تم مجھ سے وفا کے پیمان
اس طرح ٹوٹ کے آتا نہ اگر دل میرا

لاکھ تدبیر سے کھولو نہیں کھلتا کمبخت
بند محرم ہے ترا عقدۂ مشکل میرا

کیوں ملو غیر سے جب شکر ندامت کے سوا
فائدہ کچھ نہ تمہارا ہے نہ حاصل میرا

میری آواز کو سن سن کے وہ کہتے ہیں ظہیر
دیکھنا در پہ نہ بیٹھا ہو وہ سائل میرا

ڈھونڈھ لے کوئی ٹھکانا شب ہجران اپنا
آج اک خانہ برانداز ہے مہمان اپنا

مجھ پہ یہ روز پڑا تا تو کر احسان اپنا
ڈال دے سایۂ عدو پہ شب ہجران اپنا

میزبان نکلے رہا سینے میں ارمان اپنا
دم نکلتا ہے نکلتا نہیں مہمان اپنا

اب نہ وہ دست جنون ہو نہ گریبان اپنا
مر کے ہمراہ گیا سب سر و سامان اپنا

ہائے کیونکر ہو گذرتا در جانان اپنا
غیر اپنا ہے نہ ہمراز نہ دربان اپنا

ہے سلام اب ترے دروازے کو دربان اپنا
سر پہ تو اسے اٹھا کہ در جانان اپنا

وہ شب وصل چھڑا لے گئے دامان اپنا
تیغ سے سینہ ہوا چاک گریبان اپنا

رہ گیا خانۂ خالی دل ویران اپنا
لے گئے دزد نظر لوٹ کے سامان اپنا

حال کھلتا نہیں بندے کو خدا کے گھر کا
برہمن اپنا بتاتا ہے مسلمان اپنا

چارہ گر جوش جنون کا ہو جو منظور علاج
ٹانکہ دے میرے گریبان سے گریبان اپنا

جز و مین دیکھتی ہین کل کا تماشا آنکھین
بت پرستی مین عقیدہ ہے مسلمان اپنا

دوست پھر دوست ہے آخر کوئی دشمن تو نہین
کیا دکھاؤن مین اُسے حال پریشان اپنا

ناز سے پیار سے الفت سے کرے ذبح مجھے
میری گردن پہ رکھو خنجر احسان اپنا

چشم و دل مین انھین کس طرح جگہ دون یارب
چشم حیرت زدہ ہے دل ہے پریشان اپنا

دل دھڑکتا ہے کہین وہ نہ سمجھ ہو غزلخوان
آگے ڈرتے ہے لکھا حال پریشان اپنا

آئینہ دیکھکے رہتا ہون جو حیران شب و روز
اُسکو کس طرح دکھاؤن دل حیران اپنا

جیت ابرو کا جو رہتا ہے تصور دل مین
ہے لب زخم شگفتہ سے غزل خوان اپنا

قتل ہوگا جو عدو رشک سے مرجاؤن گا
میرے سر پر نہ رکھو مفت کا احسان اپنا

ہم ہین اک کان ملاحت کی نظر سے تخمیر
ہے لب زخم سے جراح نمکدان اپنا

آج کچھ خون کی بو آتی ہے بو تو سہی
اسکی آنکھون پہ رکھا گوشۂ دامان اپنا

دھجیان سینے اوڑا مین تو اڑا مین ناصح
تیرا دامن تو نہین یار گریبان اپنا

غیر کے گھر ہی رہا کرتا کا الا سخن ہو
نہ دکھا منھ مجھے آکر شبستان اپنا

ہم چراغ سحری ہین کوئی دم کے مہمان
اپنے پرتو سے منور ہے شبستان اپنا

خار بنکے بھی ہم آنکھون مین کھٹکتے ہی رہے
چشم حاسد سے ہوا تنگ ہے زندان اپنا

چار دن چین سے رہنے دو اگر جیتے ہین
خوب تر قلعہ سے ہے خانۂ زندان اپنا

تم جفا کرکے رہے داد کے خواہان سب سے
ہم وفا کرکے جتاتے نہین احسان اپنا

نہ ملا عقدہ سو ہوم دہن کا مضمون
رکھ لیا دست قلم زیر زنخدان اپنا

بس یہ لکھا کاتب اعمال جو چاہین لکھین
دشمنون کے ہے تصرف مین قلمدان اپنا

واسطے قسمت مری حسرت ہو مراد دشمن
مدعائے دل اغیار ہو ارمان اپنا

منعقد غیر کی مرضی پہ رہا انکا وصال
سخت دشوار ہوا مطلب آسان اپنا

یار کچھ کہو تو ہی کیا ترا مشرب ہے ظہیر
کافر اپنا تجھے کہتے ہیں مسلمان اپنا

درد کا نرخ گراں کیا ہوگا — جان دینے میں زیاں کیا ہوگا
تو عیاں ہو کے نہاں کیا ہوگا — یوں نہاں ہے کہ عیاں کیا ہوگا
سوختہ گرم فغاں کیا ہوگا — آتش گل کا دھواں کیا ہوگا
ہائے دنیا میں جو پھولا نہ پھلا — وہ چمن وقت خزاں کیا ہوگا
کار امروز بفردا مگذار — کیا خبر رنگ جہاں کیا ہوگا
دل میں کفر اور زباں پر توحید — شور ناقوس اذاں کیا ہوگا
نفس امارہ ہے ابلیس خصال — گرگ سے کار شباں کیا ہوگا
صبح پیری میں نہ بیدار ہوئے — اور پھر خواب گراں کیا ہوگا
ننگ و ناموس ڈبو بیٹھے ہوا — تجھ سے اے اشک رواں کیا ہوگا
خاک پروانے کرینگے فریاد — شمع کشتہ کا دھواں کیا ہوگا
مرٹے نقش کف پا کی طرح — پائمالوں کا نشاں کیا ہوگا
رہنما ہوگا حقیقت کی طرف — آخر عشق بتاں کیا ہوگا
عمر غفلت میں گزاری افسوس — پیر سے کار جواں کیا ہوگا
زندگانی سے فنا ہو جانا — اور اب نام ونشاں کیا ہوگا
ذرہ و مہر ہیں شاہد تیرے — اس نمائش پہ نہاں کیا ہوگا
ہائے جب سے ہیں کچھ نہ ہوا — غم یہی ہے کہ وہاں کیا ہوگا
ایک دن گور میں پہونچا دیگی — اور اے عمر رواں کیا ہوگا
فلک پیر کی شوخی دیکھو — پیر ایسا ہے جواں کیا ہوگا
کون سا دن ہو انابت کا ظہیر — پیر ہونے سے پھر جواں کیا ہوگا

چشم نمناک سے تر گوشۂ داماں نہ ہوا — وحشت دریا نہوا ابر بیابان نہوا
غیر پر لطف کئے قائل احسان نہوا — بیوفا ہو کے پشیمان بھی پشیمان نہوا
مجکو حسرت ہے کہ تو مجھسا پریشان نہوا — آئینہ سامنے آئینہ کے حیران نہوا
سر شوریدہ وہ بے سر و سامان نہوا — شکر صد شکر کہ محسود حسودان نہوا
مین کسیکا کبھی شرمندۂ احسان نہوا — ملک الموت بھی آکر مرا پرسان نہوا
زندگی بھر رہے رستے نہ سکتے تھا — ہائے افسوس وہ ظالم مرا ارمان نہوا
میری الفت کبھی صاحب نہ ایمان لایا — نہوا وہ بت سفاک مسلمان نہوا
اے جنون کچھ تو ہوا اسکو بچھایا ہوتا — ہائے ناصح تو کبھی قیدی زندان نہوا
میری قسمت مین اگر یونہین لکھا تھا پکڑے — اے فلک کس لئے مین گردش دوران نہوا
زندگی بھر گل رخسار کے بوسے لیتا — دل پریشان شدہ کیون زلف پریشان نہوا
دست نازک سے تیرے کاش گلے ہوتا — پردہ در تیرا کیون میرا گریبان نہوا
مین وہ دیندار کہ مجھسا نہین کافر کوئی — تو وہ کافر کہ کوئی مجھسا مسلمان نہوا
اے جنون کچھ نہ چلی جامہ دری کی لذت — دست ناصح سے کبھی چاک گریبان نہوا
کیا گلہ اسکا کہ مین وصل سے محروم رہا — غیر کے گھر مین تو دخل شب ہجران نہوا
ہائے کیا تھی وہ پریشان تھا کو مجھسے — وہ مقدر مین لکھا جو میرے شایان نہوا
قطرے یان خون کی دو دو کے بہاتے دشمن — میری آنکھون پہ ترا گوشۂ داماں نہوا
اے جنون دست دراز کی حقیقت کھلتی — کبھی اس شوخ سے تو دست و گریبان نہوا
دیکھتا تو بھی کہ کس کس کے جگر چاک ہوئے — زخم دل کا مرا اچھا ہا ترا داماں نہوا
ہائے وہ اشتر ناز سے کیا نشتر ہا — غیر تو غیر مین اپنا بھی نگہبان نہوا
ہائے کمبخت کو کیا دید کا پیدا اسکی قدر — رشک آتا ہے کہ مین کیون ترا دربان نہوا
مجکو محفل مین جو دیکھا تو یہ جھنجلا کے کہا — آج کمبخت کوئی در پہ نگہبان نہوا

مین گلے کرکے جفاؤن کے پہ نادم ہون کہ بس
وہ جفا کرکے جفاؤن سے پشیمان نہوا

وہ شب وصل مرا ہاتھ جھٹک کر بولے
اک بلا جان کو نازل ہوئی مہمان نہوا

ہائے کاٹے نہین کٹتی شب ہجران افسوس
آج پہلو مین کوئی خنجر بُرّان نہوا

لطف ہوتا جو مری چاہ کبھی تو ہوتا
ہائے ظالم ترا ارمان مرا ارمان نہوا

آدمی ٹھوکرین کھا کھاکے سنبھل جاتا ہے
وہ بگڑ کر کبھی رقیبون سے پشیمان نہوا

پند فرما تجھے تسلیم کرونگا جھک کر
گر کبھی خانۂ زنجیر بیابان نہوا

مین نے تنگ آکے نزاکت سے گلا کاٹ لیا
مجھ سے مشکل نہوا جو اُسے آسان نہوا

مدعی زندگی بھر پہ مرتے ہی رہے
شکر ہے مجکو کبھی غیر کا ارمان نہوا

مین نے ایسا کوئی دنیا مین نہ دیکھا شاعر
ولے جو حضرت آصف کا ثناخوان نہوا

رہ گئی داد کی حسرت ہی مرے دل مین ظہیر
سامنے حضرت مومن کے غزل خوان نہوا

نصیب ایسے کہان تھے جو وصال یار ہو جاتا
اگر وہ خواب مین آتا تو مین بیدار ہو جاتا

دوچار اُس نرگس میگون سے گر یکبار ہو جاتا
برہمن کلمہ پڑھتا محتسب میخوار ہو جاتا

نہ دست ضعف گر قفل لب اظہار ہو جاتا
مجھے ذوق سخن کیون اسقدر دشوار ہو جاتا

اگر غائب نظر سے پردۂ پندار ہو جاتا
مریدِ پیر میکش زاہد دیندار ہو جاتا

گذر جب دلمین تیرا نرگس میخوار ہو جاتا
اگر کعبہ بھی ہوتا خانۂ خمار ہو جاتا

نہوتا پیشی تمکنت مین زہر کھالینا
مرا ہر شعر دیوان مطلع انوار ہو جاتا

تری اٹکھیلیون کی چال پر چلتے اگر فتنے
زمانہ پائمال شوخی رفتار ہو جاتا

سکھاتے تناسخانے لاکھ ہفتاد و دو ملت مین
اگر وہ رہزن ملت کسی کا یار ہو جاتا

گمان کیا کیا گذرتے عالم وحدت پہ کثرت کے
کسی جا رونما گر وہ بت عیار ہو جاتا

جو پامال خرام اضطراب شوق ہوتا تھا
دل مضطر کسی کی شوخی رفتار ہو جاتا

چھپانے سے مرے چھپتا نہ وہ پردہ نشیں لیکن
ہر اک زخم جگر خود رخنۂ دیوار ہو جاتا

ظہیر اہل ہوس پر کشف ہوتے راز ہو کیونکر
کہ صم و بکم سے ہر محرم اسرار ہو جاتا

جو وہ کافر ہم آغوش تن زار ہو جاتا
تو برگشتہ عقیدت سے ہر اک دیندار ہو جاتا

ہمیں کو موت آتی یا وصال یار ہو جاتا
جو ہونا تھا مقدر میں کہیں یکبار ہو جاتا

مریض عشق کا گر محرم اسرار ہو جاتا
مسیحا خود حریص لذت آزار ہو جاتا

اگر حق گو نہ منصور زبان دار ہو جاتا
بجائے خود ہر اک مجبور مختار ہو جاتا

اگر آگاہ لطف درد سے یکبار ہو جاتا
مرے ہمراہ میرا چارہ گر بیمار ہو جاتا

اگر ہم ڈوب مرتے بحر ندامت میں
طلاطم خیز کی ہستی سے بیڑا پار ہو جاتا

یہ اچھا ہے کہ مر کر بھی ترے دل میں ہیں ورنہ
غبار ناتوان دوش صبا پہ بار ہو جاتا

شکیب ہو گئے ہم زندگی میں تیرے کوچے
جنازہ بعد مردن دوستوں کو بار ہو جاتا

جو در پر تنگ آئے تو اٹھکر اٹھا دیتا نہ پہلو سے
مرا اٹھنا تمہارے گھر سے اک دیوار ہو جاتا

جو ہم کہتے تو کیا کہتے جو وہ سنتے تو کیا سنتے
کہ حرف آرزو قفل لب اظہار ہو جاتا

کہاں نقص بھی داخل ہوا کرتا ہے خوبی میں
کہ نام آور سے آخر شاہ بازار ہو جاتا

وہ ناکام ازل ہوں گر ادھر جاتا بھی تو ان سے
مجھے خار کف پا طرۂ دستار ہو جاتا

سخن کیواسطے درکار ہے جمعیت خاطر
پریشانی میں اک اک لفظ ہے دشوار ہو جاتا

پسند خاطر عالم ہیں سب باتیں جوانی کی
شباب نازکن ہو دل پہ سب کے بار ہو جاتا

کرے کیوں طور سینا پر نظر کی کیوں نہ سینے میں
کہ گھر بیٹھے کلیم اللہ کو دیدار ہو جاتا

سپہر نیت گر جو شعبدہ ایجاد کرتا ہے
بڑی قسمت کا ہو وہ عقدۂ دشوار ہو جاتا

ترے نقشے کو رکھ دیتے جو ہم آئینہ خانے میں
ہر اک آئینہ پیکر نقش بر دیوار ہو جاتا

مساعی کی توقع ہے ظہیر احباب ہم فن سے

کر انسان عالم پیری مین سے بیکار ہو جاتا

دہلی اُردو کی کان ہے گویا — کان کیسی جہان ہے گویا
جسم ہندوستان ہو دلّی دل — دل نہین خاص جان ہے گویا
ہین مساوی عدد مین ہند و جہان — شہر دہلی جہان ہے گویا
ہند کل فیضیاب ہے اس سے — ایک جیتی دکان ہے گویا
اصل اُردو کی خاص دہلی ہے — اور شاخین جہان ہے گویا
سکہ گفتگو کی ہے ٹکسال — روزمرہ کی کان ہے گویا
مین زبان زد محاورے اسکے — خاص اُردو کی کان ہے گویا
ہے یہین سے نکاس اُردو کا — ہندیون کی زبان ہے گویا
جسکا جی چاہے مول لیجائے — یہ زبان کی دکان ہے گویا
یہ وہ خطہ ہے سرزمین اسکی — ہند کا آسمان ہے گویا
تھی جب آباد تھی کبھی دہلی — اب تو اُجڑا مکان ہے گویا
اب نہ دہلی رہی نہ وہ گفتار — ایک باقی نشان ہے گویا
وہ زبان ہی رہی نہ وہ اُردو — دل مین باقی گمان ہے گویا
بزم ہستی سے اُٹھ گئے وہ لوگ — رنگینی داستان ہے گویا
جو زبان سے کچھ بھی باقی ہے — کوئی دن مہمان ہے گویا
اُٹھ گئے سب زبان کے موجد — ہو لیا امتحان ہے گویا
ہون تو ہون اور جا بجا کچھ اشخاص — یہ تو خالی دکان ہے گویا
ہے نئی روشنی رواج پذیر — دوسری اب زبان ہے گویا
نیم اُردو ہے نیم انگریزی — یہ عبارت کی شان ہے گویا
ذوق و [illegible] مین داغ — نام اُن کا نشان ہے گویا

ہے غنیمت فقیر پیر ظہیر
اک بڑا ناتوان ہے گویا

داغ دل کی زبان ہے گویا
درد غم کا بیان ہے گویا

تو عدو کی زبان ہے گویا
صاف تیرا بیان ہے گویا

حال میرا بیان ہے گویا
بے زبانی زبان ہے گویا

شمع کی لو زبان ہے گویا
سر سے پا تک بیان ہے گویا

تیرے کوچے کی سیر میں کیا ہے
ظلم کا آسمان ہے گویا

میرے آگے رقیب کے شکوے
یہ مرا امتحان ہے گویا

اُف رے تیری نزاکتیں ظالم
ہیچ ہیچ اک دہان ہے گویا

حال سوز جگر ز پروانہ
میرے دل کا بیان ہے گویا

ہے قفس میں جو نوحہ گر بلبل
سب مری داستان ہے گویا

بن گیا شیخ حسد کا عطّار
اسکے گھر کی دکان ہے گویا

ہائے وہ سانولا سلونا رنگ
اک ملاحت کی کان ہے گویا

کوچے کوچے میں اپنی رسوائی
آگے آگے نشان ہے گویا

اٹھ کے جاتا ہے بزم دشمن میں
تو ہمارا گمان ہے گویا

قول دیکے تو پھر پھر جاتا
خاص اپنی زبان ہے گویا

تیری خاموشیاں تکلم ہیں یاں
تو نہیں تیری شان ہے گویا

ہوں سراپا سوال کی صورت
ہر سر مو زبان ہے گویا

کر لو اقرار جانے کل کیا ہو
آج منہ میں زبان ہے گویا

بھید لیتا ہے دل کے یوں ناصح
اک بڑا مہربان ہے گویا

کل ہو گا نشان تربت کا
آج نوبت نشان ہے گویا

غیر کے بس میں ہے تمہارا دل
یہ پرایا مکان ہے گویا

جو چھپاتے ہو چھپ نہیں سکتا
خود تمہارا بیان ہے گویا

قصۂ حشر سن لیا واعظ
ہجر کی داستان ہے گویا

فرقِ اقدس پہ شاہ آصف کے
ظلِ حق سائبان ہے گویا

ہے یہ دلی کی بول چال ظہیر
میر کی یہ زبان ہے گویا

دشمن ہماری جان کا دربان ہو گیا
کمبخت جان بوجھ کے انجان ہو گیا

شانِ خدا کو دیکھ کے حیران ہو گیا
زاہد بتوں سے مل کے مسلمان ہو گیا

پورا جنون عشق کا ارمان ہو گیا
وحشت میں تار تار گریبان ہو گیا

تہذیب انجمن سے نہ واقف تھا سادہ لوح
رندوں میں مل کے شیخ بھی انسان ہو گیا

پہونچا دیا بتوں نے ہمیں بت تراش تک
کامل انہیں کی چاہ سے ایمان ہو گیا

آزادگی میں کسوتِ تن ہے وبالِ دوش
آخر گلے کا ہار گریبان ہو گیا

خط لکھ کے میرے ہاتھ سے ایسا تو آ ہوا
گویا کہ نامہ بر مرے اوسان ہو گیا

بھٹکا کیا ہمیشہ مرا مرغ بام پر
تمہیدی کے گھر میں جاتے ہی گردان ہو گیا

دیکھی گئی نہ میری گریبان دریدگی
شق جا بجا سے حشر کا دامان ہو گیا

منجا خدا کو مان کے بے رحم مان جا
قربان ہو گیا ترے قربان ہو گیا

کمبخت گھونٹ گھونٹ کا لینے لگا حسا
واعظ کہاں سے حلق کا دربان ہو گیا

یہ دل لگی میں اور نئی دل لگی ہوئی
سودے میں دل کے جان کا نقصان ہو گیا

بستی میں سب قلق کے دم کی تھی چھیڑ چھاڑ
ویران ہے دریچہ وہ سنسان ہو گیا

ہر طرح دلنشین ترا پیکان ہو گیا
غم بن گیا کبھی کبھی ارمان ہو گیا

دل دیکھیے مین تو اور پریشان ہو گیا
دل خود اُلجھ اُلجھ کے پشیمان ہو گیا

فضلِ خدا سے وصل کا سامان ہو گیا
دشوار امر تھا مگر آسان ہو گیا

وحشت زدہ نے تیرے رکھا جا کے جب قدم
آباد شہر ہو کا بیابان ہو گیا

قربانیون سے پہلے بھی چھپری پھری
مین اس ادا کے ناز پہ قربان ہو گیا

ہمراہ غیر آئے ہین وہ وقت واپسین
سر پر عدو کا مفت مین احسان ہو گیا

لینے دیا نہ سانس بھی ظالم نے ذوقِ تیغ
خنجر ہماری حلق کا دربان ہو گیا

سر دیکھ یار خستۂ ستم کی دوش کیا ہو کے
خنجر کا اور دوش پہ احسان ہو گیا

ہے تودہ تودہ خاک کہین لپٹ پٹ کے خار
دامن ہمارا دشت کا دامان ہو گیا

زاہد تمہاری حور سے خوشتر ہے آدمی
مردود اسکی ضد مین پری جان ہو گیا

اس زلف سے اُلجھ کے نہ آیا کیا صبا
مجموعہ اپنے دل کا پریشان ہو گیا

دستِ جنون کو سوجھی ہے کیا خوب دل لگی
لو دامن اُنکا ہمارا گریبان ہو گیا

رہنے لگے نظر مین نظر بند کی طرح
خود مدعی ہمارا نگہبان ہو گیا

اے چشمِ انتظار ترے شوق کو سلام
دشمن اب اُنکے در کا نگہبان ہو گیا

جس دشت ہولناک مین اُکھڑی تھی پاے قیس
اپنے قدم سے فتح وہ میدان ہو گیا

دل کو بتون نے لوٹ کے تاراج کر دیا
یہ گھر اُجڑ اُجڑ کے بیابان ہو گیا

شکرِ خدا جہد سے جو اُٹھایا علم ظہیر
زورِ قلم سے فتح وہ میدان ہو گیا

کیا شکوہ گلہ وفا جفا کا
بیگانہ ہے نام آشنا کا

جو ناز ہے قہر ہے خدا کا
پتلا ہے وہ نازنین بلا کا

کس طرح بچاؤن دل جو شے
بنتا ہے یہ کام کب خدا کا

قربان ترے او کمان والے
اک اور بھی ناوک اُس ادا کا

اُلٹ گیا دل اُڑا کے جھٹ پٹ
اللہ رے نظر تری اچٹپا کا

لوٹا مرے دل کو دن دہاڑے
وزدیدہ نظر نے دیکھیے ڈاکا

شوخی کا تری دلِ طپان نے
کیا صاف اُڑا لیا ہے خاکا

کیوں کیسی پلائی شیخ صاحب
یاروں سے ملاؤ ہاتھ آ کا

کیا خاک پتہ ہے ہوا ہماری
جس در پہ گذر نہ ہو صبا کا

معلوم ہوا نہیں درِ گور
ہے ملک عدم کا پہلا ناکا

تاراج کیا متاع دل کو
لوٹا ہے بتوں نے گھر خدا کا

دیکھو تو کلیم بتکدے میں
دیدار ہوا نہیں خدا کا

او قول الست کے نوازن
مشتاق ہے دل اسی صدا کا

باریک بہت ہے راہ تسلیم
رستہ ہے یہی سوئی کا ناکا

سرکش ہے ظہیر اک زمانہ
کیا شکوہ ہے نفس بے حیا کا

فتنہ ہے یہ کس کے نقش پا کا
اُٹھتا ہے جو کوچے کو سے فنا کا

کیا شکوہ جہان بے وفا کا
سا کھا نہیں کرتا کوئی کا کا

وہ صید فگن ہے کس بلا کا
چھوڑا نہیں زندہ جسکو تاکا

تھی دختر رز صبو ز نورس
زاہد نے جبھی سے اُسکو تاکا

امید ہی جہان سے معلوم
محذوف ہے حرف مدعا کا

جاتے ہیں وہ جانب مقابر
کس کس کا اٹھا نہیں ٹھکانا کا

تھی دین تمہاری قید ہر دل
پیچ پیچ ہی ہے رستہ سنا کا

زلفوں نے لگا کے تانا بانا
شانا یان ہے دل ان منزا کا

جیتے ہیں آسرے پہ اب تک
رستہ دیکھا کئے قضا کا

مرغان قفس پھڑک رہے ہیں
جھونکا کوئی آگیا صبا کا

شرمیلی نظر نے مار ڈالا
بس ہو لیا خاتمہ حیا کا

کیا چھلنی جگر کو جس نے
دیکھا نہ کبھی سوئی کا ناکا

بیمار رہے دستکش ہو بیٹھے
موقع نہ رہا دوا دعا کا

ہے بانگ شکستِ شیشۂ دل
ہرگز نہیں نالہ یہ درا کا

سنتے ہیں وہ گوش دے کے نالے
اتنا تو ہوا اثر دعا کا

ہے میری دیت کرشمہ و ناز
مقتول ہوں خنجرِ ادا کا

مر مر کے گذار دی شبِ ہجر
انسان ہے ظہیر کس بلا کا

ردیف بای عربی

اہلِ عشرت کو مبارک ہوں یہ جامِ شراب
دل شہیدہ ہو گیا ہم نفسِ جامِ شراب

ہے کراماتِ مغان دادرسِ جامِ شراب
شیشۂ توبہ کو توڑا ہے پئے جامِ شراب

مردہ دل خاک کریں گے ہوسِ جامِ شراب
میں کجا اور کجا دسترسِ جامِ شراب

عہدِ پیری میں ہوا دو ہوسِ جامِ شراب
تا کجا زندہ دلی اے مگسِ جامِ شراب

محتسب خم کی تلافی ہے شکستِ توبہ
آنکھ ساقی کی ہے فریادرسِ جامِ شراب

محتسب دل شکنی رند کی ہے جرمِ عظیم
داد و فریاد ہے فریادرسِ جامِ شراب

محتسب ساقی کو رشتے سے کہیں گے میخوار
داد بیداد ہے اسے دادرسِ جامِ شراب

زندگی زندہ دلی کے لئے موزونِ شباب
عہدِ پیری میں ہے پرسش ہی جامِ شراب

وائے غفلت کہ چھلکنے کو ہے پیمانۂ عمر
اور ابتک نہیں کچھ پیش و پسِ جامِ شراب

شمع محفل کے نہیں گرد پتنگے ساقی
روح میخوار کی ہے پیش و پسِ جامِ شراب

شیشے کے ہمراہ مری روح نکل جائے گی
محتسب تو نے جو توڑا قفسِ جامِ شراب

سادگی دیکھیے کافر کی دم بادہ کشی — عکس گیسو کو سمجھتا ہے رسن جام شراب

ہیں شب و روز رواں قافلۂ ہوش و خرد — کوس رحلت ہے صدائے جرس جام شراب

متصل قافلۂ جام رواں ہے ساقی — قلقل بادہ ہے بانگ جرس جام شراب

جھانکتے خلد کو ہیں کب ترے میکش ساقی — جام جم پر نہیں گرتی مگس جام شراب

جان کیا پائی ہے زاہد نے ادھر جھانک تو لے — دیکھ کیا ہے نگہبان قفس جام شراب

چور میخانے کا ہے شیشہ کہاں جائے گا — تاک میں آٹھ پہر ہے عسس جام شراب

بوسۂ لعل نمک بار عنایت ہو جائے — نقل میخوار کو دیتے ہیں ہوس جام شراب

تنگ ظرفی سے چھلکنے لگا مانند حباب — تیرے لب تک جو ہوئی دسترس جام شراب

بزم مے میں ہے شب و روز لگاتا کا دے — کس قدر گرم عنان ہے فرس جام شراب

ایکدم چین سے رہتا نہیں مانند ظہیر — رات دن گرم عنان ہے فرس جام شراب

ردیف بار فارسی

آج بدلی نظر آتی ہے ہوا آپ سے آپ — کچھ ہوئے جاتے ہیں اہل خطا آپ سے آپ

خود چلے آئینگے وہ بھولے کے رستہ سے گھر — ہو رہیگی کبھی مقبول دعا آپ سے آپ

بیوفائی کے لیے بھی ہے مقدر انجام — آہی جائیگی طبیعت میں وفا آپ سے آپ

مورد سنگ حوادث نہیں کوئی مجھسا — گھر مرا پوچھتی آتی ہے بلا آپ سے آپ

وہ تو بے رحم ہوئے اغیار کے دم دینے سے — دم مرا ہونے لگا مجھسے خفا آپ سے آپ

بخت کو یار کو کس کس کو سناؤں شب ہجر — اور دکھی ہوئی پھرتی ہے قضا آپ سے آپ

بخت ناساز سے دشمن سے بدلتی پوشاک — تا لب تنگ ہوئی جاتی ہے قبا آپ سے آپ

نکہت پیرہن دوست ہے پیغام وصال — نفحہ افشاں چلی آتی ہے صبا آپ سے آپ

بے پیے بادہ ملے گی میں نشہ رفتہ — اٹھی جاتی ہے طبیعت سے حیا آپ سے آپ

مہرباں دست لگے چھوٹنے کا بُرا سے لپکا
نزع کا وقت بھی ہوتا ہے بُرا وقت ظہیر

ہاتھ بند ہو جائیگا یہ درد جدا آپ سے آپ
روح بھی ہونے لگی تن سے جدا آپ سے آپ

ردیف تا

آزاد و تعلق میں گرفتار محبت
ہستی سے ہیں بیزار طلبگار محبت

ہے عشق خوش لذت آزار محبت
کہتے ہیں دوا درد کو بیمار محبت

مرتے ہیں تڑپتے ہیں نالاں افگار محبت
تسکین جراحت ہے نمکزار محبت

دل سوختہ لاکھوں ہیں خریدار محبت
ہے آگ پرستی سر بازار محبت

ناکردہ گنہگار ہیں سرشار محبت
تہمت سے مبرا ہیں گنہگار محبت

اٹھتا ہے جو ہنسی کھیل میں اظہار محبت
کہتے ہیں کہیں واقف اسرار محبت

حاضر در دولت پہ ہیں سرشار محبت
دیوانوں کی سرکار ہے سرکار محبت

تلوار سے کٹتی نہیں یہ منزل دشوار
ہے رہ گذر شوق سر دار محبت

رستے میں پڑے ہیں کہ اٹھا لے کوئی چل کر
سر رکھے ہیں ملتے نہیں خریدار محبت

یوسف سے غلام اور ہیں موجود بہ چند
کیا شان ہے کیا شوکت دربار محبت

کیا اپنی کہیں اور زبانی سخن کیا
خود رفتہ خودی سے ہیں خبردار محبت

ہے اگر شوق تو آسان ہے منزل
ہمت ہے تو سہل ہے دشوار محبت

بے نور نظر ذوق نظر بازی دیدار
پا خستگی وادی پر خار محبت

کھاتا ہے شب و روز جگر کو غم بیداد
پیتا ہے لہو خنجر خونخوار محبت

بسمل ہیں سر شوق میں سر کٹ کے پڑا
تلوار سے کچھ تیز ہے رفتار محبت

اٹھتی ہے اٹھائے سے کہیں عشق کی بنیاد
گرتی ہے گرائے سے کبھی دیوار محبت

بس نہیں گلی کوچہ کیا جادۂ تسلیم
کٹتی ہے کہیں منزل دشوار محبت

یک غمزۂ غارتگر و صد دور پر آشوب
صد حشر و یک یوسف بازار محبت

یوسف سا عزیز اور زلیخا سی حیا مند
اللہ رے رسوائی بازار محبت

قربان ایاز اور خم گردن محمود
شیرین سی پریوش ہو پرستار محبت

قصہ ہو کہانی ہے کوئی شعر غزل ہو
آتی ہو زبان پر کہیں گفتار محبت

ہوتی ہو کہیں پردہ نشین برق تجلی
چھپتی ہو کہیں چشم فسونکار محبت

بازیچۂ اطفال ہو کچھ خواہش دیدار
لٹتے ہیں گلی کوچوں میں انوار محبت

ہنگامے سے اک لحظہ بھی خالی نہیں دیکھا
ہر وقت بھرا رہتا ہو دربار محبت

پھرتے ہیں مداوا سے کہیں عشق کے سوتا
نکلے ہیں نکالے سے کہیں خار محبت

شوریدہ سر و نکا ہوا ہی در پہ گذارا
اللہ سلامت رکھے سرکار محبت

جس باغ کے ہیں غنچہ و گل حسرت و ارمان
وہ گلشن ہستی میں ہے گلزار محبت

اٹھتا نہ ظہیر اہل سماوات سے جو بوجھ
انسان نے لیا دوش پہ وہ بار محبت

جہان میں اگر ہے محبت سلامت
تو کوئی رہیگا نہ حضرت سلامت

یہ شکوہ شکایت تو ہوتے رہیں گے
رہے جی سے وہ بیمروت سلامت

زمانے میں اک روز سب کو فنا ہے
رہیگی مگر ایک حسرت سلامت

رہے جب تلک دنیا آباد پرور
یہ صاحب سلامت یہ صورت سلامت

کرینگے بسر زیست کھا کھا کے اسکو
رہے یہ غم خداوند نعمت سلامت

تمہاری محبت کو تسلیم اپنی
رہو تم خداوند نعمت سلامت

گئے دل سے اب وہ نہیں ہیں باقی
فقط اب ہے انکی امانت سلامت

یہی ہو عنایت یہ ہے مہربانی
رہے رشتۂ صاحب سلامت سلامت

اسی کے ہیں اب جو اسے پڑی ہیں
خدا رکھے الفت میں حرمت سلامت

یہ اٹھتی جوانی ہے بس چار دن کی
یہ جوبن رہے گا نہ حضرت سلامت

وفا و جفا ہے گذر جانے والی
یہ چرچے رہے تا قیامت سلامت

عدو کا بھی ہے چار دن دور دورا
رہا کون ہے تا قیامت سلامت

ظہیر آئے ہیں پھر کے پھر مکہ سے ہیں
مبارک مبارک سلامت سلامت

دامن کشان ہیں جا بجا بہ شوق لقائے دوست
الٰہی کہاں اڑا کے لئے ہوائے دوست

دل میں خیال دوست ہے سر میں ہوائے دوست
تصدق ہے جان دوست پہ دل ہے فدائے دوست

سب شکر کا مقام ہے جو ہو رضائے دوست
رنج و بلا و غم ہیں سراسر عطائے دوست

ہے شرط دوستی میں مقام رضائے دوست
جور و جفائے دوست ہیں مہر و وفائے دوست

اور از دوان ہے قصد طلب جز رضائے دوست
شرح جفائے دوست لکھوں یا وفائے دوست

ہو مدعی وہ مدعی ہو اگر آشنائے دوست
کچھ غم نہیں ہو دوست ہو اپنا فدائے دوست

ہوتے ہیں ناز دوست کے دنیا میں دوست پر
دشمن اگر ہو دوست تو پھر کیوں ستائے دوست

کہنے دو گر کہیں سگے اس کی سی اہل حشر
فریاد کیا سنیگا نہ اپنی خدائے دوست

مجبور آدمی ہے خط سر نوشت سے
دشمن کا ہے قصور نہ مطلق خطائے دوست

زاہد جو تجھکو دھن حقیقت ہو پیش ہو
تا قوس سے کہ جو شود سے پیدا صدائے دوست

آخر بشر ہے دوست بھی انصاف تو کرو
جور و جفائے دوست کہاں تک اٹھائے دوست

یوسف سے اور دختر طموس کو گریز
وہ ابتدائے دوستی یہ انتہائے دوست

اغماض وقت ذبح مروت سے دور ہے
ہوتے ہیں دوست وقت پہ چاہیے وفائے دوست

جسنے دیا ہے حسن اسی نے دیا ہے درد
کیا دوسرا خدا ہے جہاں میں خدائے دوست

مطلوب دوست دوست کو ہوتا ہو دل پسند
دل خوگر وفا ہو جفا آشنائے دوست

ایمائے شوق نعرۂ ہل من مزید ہے
آرام جان ہو دوست کو جتنا ستائے دوست

تقصیر تھی نگاہ کی دل مبتلا ہوا
لیتے ہیں دوست جان پر اپنی بلائے دوست

ہستی بھی کوئے دوست کی اغیار لیگئے
ہم خاک ہو کے بھی نہ ہوئے خاکپائے دوست

اچھا وہ دن کہ یار سے ہو یار ہم بغل
خوش وہ گھڑی کہ دوست کرے التجائے دوست

الفت کا جب مزا ہے کہ ہو دوست رمز فہم
جب لطف ہے کہ دوست کہے مدعائے دوست

اک سمت سے نیاز ہوا اغماض ایک سو
یہ اقتضائے عشق ہے وہ مقتضائے دوست

پیری میں خاک لطف ہے جینے کا اے ظہیر
سر میں ہوائے بادہ نہ دل میں ہوائے دوست

ردیف التا

حیف ہنستا وردِ ملت میں ہے تکرار عبث
کشمکش میں ہیں ہم کافر و دیندار عبث

جانفشانی کو سمجھتا ہے وہ بیکار عبث
ہائے بدنام ہوئے ہم سر بازار عبث

ہے فقط ابرو و چشم کا اشارہ کافی
دست نازک میں ہے پئے قتل ہے تلوار عبث

بخت اقرب کا نہ آیا ارنی گو کو خیال
طور پر جا کے ہوئے طالب دیدار عبث

پختہ مغزان جنون کو ہے نصیحت بیکار
کھائے جاتے ہیں مرے کان یہ غمخوار عبث

دردمندان محبت کا مداوا ہے سود
منت ناز مسیحا دل بیمار عبث

ناامیدوں کو بندھاتا ہو وہ جب آپ امید
اسکی رحمت سے ہوں مایوس گنہگار عبث

بسمل تیغ ادا کا سر ہر مو ہے زبان
چارہ سازوں نے سئے ہیں لب اظہار عبث

ہائے اس پردہ نشین کو نہیں کچھ پاس ظہیر
عمر بھر ہم رہے نالاں پس دیوار عبث

ردیف الجیم

کس غضب کی ہے آہ و زاری آج
ننگ لائی ہے بیقراری آج

اشک ہیں یا جھڑی ہے ساون کی
کس بلا کی ہے اشکباری آج

کس سے تگ ہے آنکھ لڑتی ہے
چل رہی ہے چھری کٹاری آج

زلف شبگون کا دہیان ہے دلکو
رات بیمار پر ہے بھاری آج

رہگئے ہم وصال سے محروم
رات شکوون مین سب گذاری آج

کھل گیا راز عشق پردہ نشین
اٹھ گئی آہ پردہ داری آج

تارے گن گن کے صبح کی ہمنے
اور تا شام و شماری آج

دل مین پھرتا تھا وہ قد موزون
گذری سولی پہ شب ہماری آج

چین پڑتا نہ تھا کسی پہلو
کس مصیبت سے شب گذاری آج

ہم بغل ہے عروس گور ظہیر
کس مزے کی ہے نیند پیاری آج

ردیف حا حطی

میرے قاتل کا ہر انداز ہے اعجاز مسیح
لب جانبخش کا دم بھرتا ہے اعجاز مسیح

ہم لب مرگ رہے گوش بر آواز مسیح
ہوسکے بار لب زخم پہ پرواز مسیح

دوستو میرے جنازے پہ نہ لانا اسکو
کھل نہ جائے کسی دشمن پہ کہین راز مسیح

خفتۂ خواب عدم جاگ اٹھے ٹھوکر سے
نغمۂ قم ترا نقال ہے آواز مسیح

حشر تک بھی نہ عزیزون کی خبر لی افسوس
کشتۂ ناز رہے گوش بر آواز مسیح

تا قیامت ہو اگر زیست تو اکدن ہے فنا
کون لے سر پہ عبث منت اعجاز مسیح

اہل ہمت کیلئے موت ہے ایسا جینا
ننگ ہے مرد کو منت کش ناز مسیح

جو ہون خواہان شفا انکو مبارک درمان
ہم مریضون کے سر و چشم پہ اعجاز مسیح

جسکے بیمار ہین قربان ہو دل و جان اسپہ
سر ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہین جانباز مسیح

نبض پر ہاتھ نہ رکھ دیکھ طبیب نادان
ہوش اڑتے ہین یہان صورت پرواز مسیح

دردمندان محبت ہین شفا سے بیزار
شہد بیمار الم ہے در باز مسیح

وائے قسمت مرے جینے کو ہے جیسے پرہیز
راس آئی نہ مجھے وار و ئے ناساز مسیح

درد مند غم ہجران کی قضا ہے صحت
دیکھلی دیکھیلی عمر گئے تگ و تاز مسیح

مرنیوالون کو ظہیر آہ شفا سے کیا کام
جینے والونکو مبارک رہے اعجاز مسیح

ردیف خا

بیکار جسطرح ہو نہال کہن کی شاخ
بے فیض مال دار ہے سرو چمن کی شاخ

ہو خاک بار ور مرے نخل تمن کی شاخ
در پے ہے ہر گھڑی فلک تیشہ زن کی شاخ

تھی خشک پہلے ہی مرے نخل چمن کی شاخ
طرہ ہے اسپہ جو ہے سپہر کہن کی شاخ

اہل سخا کی کرتے ہین سب قدر و منزلت
ہر شاخ میوہ دار سوا لاکھ من کی شاخ

الزام دیتے ہو مجھے تم بات بات مین
یہ اور اب سخن مین نکالی سخن کی شاخ

اُس رشک گل کے عشق نے بوٹے ہین خار کیا
پھولی ہے میری خاک سے نازکبدن کی شاخ

خوش چشم سے غلط ہے وفا کی چشمداشت
پھولی پھلی کسی نے نہ دیکھی ہرن کی شاخ

جس جا تھے بلبلونکے نشیمن ہزار حیف
اب ہر وہ آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ

کیا لطف سیر باغ غریب الدیار کو
غربت کا لالہ زار نہ خار وطن کی شاخ

لایا ہے رنگ عشق کہ شیرین کے قصر مین
پھوٹی ہے جوئے خون سر کوہکن کی شاخ

یاد آگئی ہے تیری کمر کی لچک مجھے
نظرون مین شاخ گل ہی مرا ہرن کی شاخ

مرنیکے بعد نعش کی سی عزت ہے
یارونکے شانہ سا نہین ہو وکفن کی شاخ

ابتک تو بیدہن ہو سبکو گمان تھا
پھوٹی ہے بات کرنے سے کیا کیا دہن کی شاخ

بے وارثون کا کون نگہبان ہے بجز خدا
کٹتی ہے زیر ارہ ہمیشہ سے بن کی شاخ

رکھتی تہ ذقن ہو جو انگشت نازنین
شاخ نبات ہو کہ سیب ذقن کی شاخ

کرتے ہین آپ گردن قاصد کو یون قلم
شاخ سے قلم ہے نہ یہ گردن کی شاخ

کہیں آہوئے رمیدہ کی اسکو ہے بو لگی
جو دود آہ ہے سر شمع لگن کی شاخ

پھر دیئے پہ جلا تر آتش بطلب
زلف سیاہ آہوئے ملک ختن کی شاخ

نسبت تمہاری زلف کو دیتے ہیں شک سے
پہونچی ہے دور نافۂ مشک ختن کی شاخ

پڑ جائے تیرا سایہ تو روئیدہ ہو ابھی
گاڑو زمین کے سر سے گل نسترن کی شاخ

وہ بدنصیب ہوں مرے سائے سے باغ میں
گر شاخ گل بھی ہو تو بنے اہرمن کی شاخ

کھاتا ہمکو دوڑتی ہے چمن میں ترے بغیر
بن جائے سانپ سنبل چمن چمن کی شاخ

کیسا چمن کہاں کا میں کس کی سیر باغ
ہو شاخ شاخ گل مجھے یکسا اہرمن کی شاخ

کیا کیا ڈراتی ہے ترے قامت کی دہیان میں
بن جائے اژدہا مجھے سرو چمن کی شاخ

ہو اس غزال چشم کو اسدرجہ رم پسند
غنچے کے دستے میں ہے لگائی ہرن کی شاخ

تو وہ نہال ہے ترے ہیں قدوم سے
گاڑو زمین کی شاخ سے پھوٹے سمن کی شاخ

تیری شمیم زلف سے دی تھی مناسبت
پہونچی ہے آسمان پہ غزال ختن کی شاخ

ہو طبع نکتہ زا مری مائل جسد ہر ظہیر
پھوٹے زمین شعر سے تازہ سخن کی شاخ

ردیف دال

جو گوش دل سے سنتے تو مری فغان صیاد
شریک نالہ سرائی ہو بگیان صیاد

کیا اگر چمن آوارہ خانمان صیاد
پھر بھی کیا ساتھ بہار سے کہان کہان صیاد

ملا نصیب سے ہمکو مزاج دان صیاد
لگا رہا ہے چمن میں ترا آشیان صیاد

اگر سنے تو سناؤں وہ قصہ جانسوز
سنی نہ ہوگی کبھی ایسی داستان صیاد

نہ جائینگے ترے در سے تک شناسا ہیں
بنائیں گے ترے کوچے میں آشیان صیاد

اسیر جسکے ہیں ہم وہ اسیر اپنا ہوا
ہمارے دام میں آیا ہے ناگہان صیاد

ہوائے گل نے کیا ہمکو گھر سے بے گھر
الہی تو بھی ہو آوارہ خانمان صیاد

فغان بلبل نالان نہ جائیگی برباد
گریگا ٹوٹ کے اک روز آسمان صیاد

اسیر کنج قفس کرتے ہین نوا سنجی
ترا قفس رہے آباد جاودان صیاد

اسیر دام محبت کہین نہ جاینگے
رہائی دیکے انہین کر نہ امتحان صیاد

کھلی ہے نالہ سرائی پہ روز اول سے
رہیگی بند نہ ہرگز مری زبان صیاد

جو درد دل مرا سنتا ہے چیخ اٹھتا ہے
نہین بیان کے قابل مرا بیان صیاد

نہ جاؤن گا مین قفس سے کہین نجاؤن گا
نہو نہو مری جانب سے بدگمان صیاد

کہانیان تو بہت عمر بھر سنی ہونگی
کلیجہ تھام کے سن میری داستان صیاد

جو لطف نالہ سرائی مرا اٹھاتا ہے
چمن سے لادے گل چیدہ ارمغان صیاد

چمن مین بلبل بیدل کو لاکھ کھٹکے ہین
خزان ہے برق ہے گلچین ہے باغبان صیاد

خدا بچائے کہین خود نہ صید ہو جائے
ہوا ہے لطف اسیری کا راز دان صیاد

وہ صید سوختہ بال ہون مثل موسیقار
نکل رہا ہے ہر رگ مری دھوان صیاد

ہم اسکے صید ہین جو ہے ہمارا صید ظہیر
ہمین نگاہ مین رکھتا ہے جاودان صیاد

ردیف را

ہوا سے لڑنیکو جاتی ہے زلف گھر چڑھ کر
یہ بد بلا ہوئی سرکش تمہارے سر چڑھ کر

رقیب گر گئے آخر کو سب نظر چڑھ کر
بچے نگاہ مین تیری نہین اتر چڑھ کر

گرے زمین پہ ہم یار کی نظر چڑھ کر
ہلال بدر ہوا اپنے پہ اتر چڑھ کر

رقیب جاکے بام ہوئے نظر چڑھ کر
چڑھین گے بانس پہ کیا اور تیرے سر چڑھ کر

نہ بولو منہ سے نہ بولو تمہین خدا کی قسم
پکار اٹھیگا مرا خون آپ سر چڑھ کر

شباب ڈھلنے کو آیا غرور گھٹتا ہے
اتار پر ہے یہ دریا چڑھاؤ پر چڑھ کر

چھپائے سے کہین چھپتا ہے راز الفت کی
پکارتا ہے ترا کام بام پر چڑھ کر

یہ رنگ طور و تجلی کیا ہے میدان صفات
تری نگاہ صف آرا ہوئی جو مہر چڑھ کر

نہ چھیڑنا ہیں گر اشک ہو گئے جاری
نہ اترے گا کبھی سیلاب چشم تر چڑھ کر

مثل یہ سچ ہے کہ ہے انتہائے زوال کمال
گری ہے دوش پہ زلف دراز سر چڑھ کر

تری نگاہ نے سینے میں دل کو جا تاکا
پتنگ یونہی لڑی ہے سب سے گھر چڑھ کر

ترا خدنگ نظر چوکتا ہے کب ظالم
شکار کوئی نہ جانبر ہوا نظر چڑھ کر

گرایا اوج سے ابلیس کو تکبر نے
گرا ہی منہ کے بھل آخر کو پیڑ پر چڑھ کر

غرور حسن نے کیا زیست جھکائی ہے
اتر گیا ہے یہ پانی کمر کمر چڑھ کر

نگاہ یار پھری کیا کہ پھر گئی دنیا
گرے نظر سے نہ یارب کوئی بشر چڑھ کر

کھلی زبان جو آگے تو گلا کیوں پکڑی
رواں ہوئی ہے یہ تلوار سان پر چڑھ کر

ہوئے ہیں عشق مجازی میں لو فنا فی اللہ
ادھر کو کھینچ کے اترا ہے ہم ادھر چڑھ کر

سحر سے آج جو اپنے بناؤ ہونے لگے
چلی ہے گھر سے سواری کہاں کدھر چڑھ کر

یہ کیا سبب ہے کہ نازاں سے نہیں اٹھتا
یہ بار دوش ہوا اسکا خون سر چڑھ کر

خدا پناہ میں رکھے وہ ہے بلا سے عشق
یہیں اترتا نہیں ہے کسیکے سر چڑھ کر

طور غیب سے چھپ چھپ کے بات پڑتے ہیں
پکار اٹھیگا یہ جادو تمہارے سر چڑھ کر

سخن کو اب نہیں لیتے ہیں کوڑیوں کے مول
گری ہے نرخ سے کیا قیمت گہر چڑھ کر

ظہیر پیش نظر ہیں بہت نشیب و فراز
جہاں کو دیکھ لیا خوب سا اتر چڑھ کر

مجاز ہی سے پہنچتا ہے بشر اوج حقیقت پر
نظر بازان معنی کی نظر ہوتی ہے صورت پر

شبابے زود رنجی کیا قیامت ہے قیامت پر
بری عادت نہ دے بندوں کو خالق اچھی صورت پر

ترا شوخی میں شرمانا شرارت ہے شرارت پر
ترا شرما کے چھپ جانا قیامت ہے قیامت پر

وہ اک تم ہو کہ مجھ سے دشمنی ہے اس محبت پر
یہ اک میں ہوں کہ مجھکو پیار آتا ہے عداوت پر

تمہین پروا ہی کیا ہو تم عبث سر در گریبان ہو
مروت انکی طینت مین نہ رحم انکی طبیعت مین
اب اُسکے ذکر سے کیون تھوڑی تھوڑی دل مین حیرت ہو
مرجائے مرگ خود کرتے اگر یہ جانتے پہلے
کسی کمبخت نے چاہا اگر تمکو خطا کیا کی
دبا دو خاک مین اکروز اپنے خاکسار دل کو
بتان سنگدل پورے خدا بن بیٹھے پھر تو
کہان کا ذکر کسکی بات کوئی کسپہ لے دوڑا
برنگِ آئینہ ہین ناظر و منظور حیرت مین
بگڑنے کے ہین سو پہلو خفا ہونا ہی جب ٹھہرا
لگا کر تیغ کے چرکے جراحت پر نمک چھڑکو
وہ کچھ موزون تبسم شوخیون پر ور طرہ سے ہے
وصالِ غیر کی شہرت ہو طشت از بام افتادہ
نہوتا گر جنون مجکو نہ ہوتی آپکی پرسش
ملامت بلبلِ الفت کو ناصح اور کوڑا سے ہے
نکلتا ہو دم جس بات پر وہ اور ہی شے ہو
بہارِ نوجوانی اور پھر عاشق کی دلجوئی
تمہیں اب پرسش احوال بزم غیر سے مطالب
کلائی چھوڑ کر کیا کیا کف افسوس ملتا ہون
غضب ہو آپ سا نازک اٹھا سے نازِ دشمن کے
نہ تم خواب دشمن سے نہ مین ہم بزم دشمن تھا

مجھے شرمندگی لازم ہو لوگون کی ندامت پر
خدا کا قہر ٹوٹے ان حسینون کی محبت پر
بہت کچھ ناز تھا تمکو تو دشمن کی محبت پر
کہ وہ روتے ہوئے آ نکلینگے یون دشمن کی تربت پر
تمہین کیا پیار آتا ہے اگر اپنی صورت پر
غبارِ دل نکالو خاک ڈالو اس کدورت پر
ذرا سا رحم بھی دیتا خدا اگر اس صورت پر
کسی نے کیون نہ ادا کی ہم نشین [illegible] نہایت پر
مجھے حیرت ہو صورت پر انہین حیرت ہو حیرت پر
نئی بخشش پہ بخشش ہو نئی تہمت سے تہمت پر
ذرا سا بانکپن کیا ہو ملاحت با نزاکت پر
وہ کچھ چین ابرو تا زیادہ تر نزاکت پر
حکایت ہی حکایت پر روایت سے روایت پر
مری رسوائیون سے انکی شہرت ہو شہرت پر
اب ستم [illegible] کیا سے نمک [illegible] جراحت پر
کوئی مرتا ہو صورت پر کوئی مرتا ہے سیرت پر
نہین مرتا ہے صورت پر تو مرجاتا ہے سیرت پر
دلیل نجابت دوستی کی [illegible] پر
کہ پھر کمبخت کو رحم آگیا انکی نزاکت پر
[illegible] باتون کی نزاکت پر
یہ کیون [illegible] ہاتھ [illegible] پر

نہین گر فاقہ مستی پہ تو کیا ہو حضرت زاہد
کہ یہ ریش مقدس اور یہ دل حوران جنت پر

نذائی ٹھیک اس بالائے موزون پر قبا کوئی
ہوئے کیا کیا نہ مضمون آفرین تیری قامت پر

لبس مردن نکلتی ہے تمنا خار بن بنکر
اُگے ہین سربسر خارِ مغیلان خاک تربت پر

خجالت اور ہم تمکین گریبان مین تو منہ ڈالو
ادائے شوخ چشمی اور اس شرمندہ صورت پر

مزاجِ عشق نازک تر ہے کچھ ناز و نزاکت سے
قدم اُٹھتا نہین اُس در سے اتنے بوجھ وحشت پر

نہ چھیڑے نام کو فتنے خرام ناز نے تیرے
قیامت کا اُٹھانا اور باقی ہے قیامت پر

خدایا کام کیا محشر مین ہے رسوا ہون کا
کہ داغ معصیت رہتا ہے دامان قیامت پر

یہی کہدو نہ آئین گے چلو سٹے ہو لیا قصہ
عبث تکرار ہے تکرار حجت ہے حجت پر

خداوندان نعمت دولت و حشمت پہ نازان ہین
ظہیر بے نوا کو ناز ہے گنج قناعت پر

اسیری سے ہوئے آزاد ہم بے خانمان ہو کر
رہے آوارہ گردی مین مکین لامکان ہو کر

ستم ڈہائینگی شرمیلی نگاہین چلبلیان ہو کر
تری چشم سخنگو کہہ رہی ہے خود زبان ہو کر

یہ شوخی نطق مین اللہ اکبر بے زبان ہو کر
گرائین بجلیان کیا کیا خموشی نے زبان ہو کر

ادائین ہو گئین آرام دشمن شوخیان ہو کر
رہے وہ حلقۂ آغوش مین برق تپان ہو کر

رہے برگشتہ بخت بدنصیب دشمنان ہو کر
جلایا عمر بھر مجکو مری آہ و فغان ہو کر

شکایت کیا زمانیکی گلہ کیا دوست دشمن کا
بری قسمت کے غم ٹوٹے ہین مجھپر آسمان ہو کر

اگر منظور تھا ملنا تو پہلے ہی سے ملے ہوتے
ملے تو کیا ملے گر وہ ملے رسوائیان ہو کر

یہ آنا موت کا آنا ہے جانا جان کا جانا
وہ آئے تیری صورت سے گرے برق تپان ہو کر

لگائین تہمتین مجھپر رقیبون نے وہان کیا کیا
نہ ٹوٹین جان پر چھوٹی اک دن بجلیان ہو کر

اداجی رفاقت کر گئے درد و الم سے
رہے پہلو مین دل ہو کر گئے سینے سے جان ہو کر

کوئی مصرع جو موزون ہو گیا اس قد بالا کا
زمین شعر پہونچی آسمان پر آسمان ہو کر

مزہ جب ہے شکایت کا کہ جادو سر پہ چڑھ بولے
ہماری سی کہین سب دوست دشمن یک زبان ہوکر

توکل ہو خدا پر ناخدا سے کیا غرض ہمکو
رہے پھر جہان مین کشتی بے بادبان ہوکر

ترحم آبلہ پائی تھکے ماندے مسافر ہین
پہونچ جائینگے منزل پر غبار کاروان ہوکر

رسائی اسکو کہتے ہین ہمارے نکلے افسانے
تمہارے لب پہ جا پہونچے سخن ہوکر بیان ہوکر

نشانہ آپ ہوتے ہین اپنے تیر بازگشتی کا
پھری آہین کبھی پر چل رہی ہین برچھیان ہوکر

زمین دشمن فلک دشمن ادہر دشمن ادہر دشمن
رہے نرغے مین ہم انگشت حیرت در دہان ہوکر

ہمارے نالۂ سوزان ہین سو بیقرار کے نالے
ہم اپنی آگ مین جلتے رہے آتش بجان ہوکر

نہین ہو مشتری جسکا وہ جنس ناروا ہون مین
رہا محتاج ارزش مین متاع کاروان ہوکر

ہماری شہرتین دنیا مین ہم دنیا سے باہر ہین
ہوئے عنقا صفت ہم نام آور بے نشان ہوکر

دکھا دونگا شب ہجران اگر طاقت ہو نالونمین
گریبان سحر اڑتا پھرے گا دھجیان ہوکر

ظہیر اکر ریاض دہر مین کیا فیض کو پہونچے
نسیم نوبہار آئے چلے باد خزان ہوکر

ہمیشہ ہو کہین دل ہی کہین دہیان کہین اور
تم آج کوئی اور ہو یا آج ہمین اور

ہے خاک نشینی سے فلک پر سے کہین اور
ڈہونڈہینگے سکونت کے لئے کوئی زمین اور

تسلیم کیا تمسے جہان مین ہین حسین اور
دلدار ہزارون ہون مگر دل تو نہین اور

ای شیخ ترے پردے سے ہوتا ہے یقین اور
ہے تجلی کعبہ مین کوئی پردہ نشین اور

بہلا سکینگے چل پھر کے طبیعت کو کہین اور
کیا تمسا زمانے مین نہین کوئی حسین اور

ہون شیخ و برہمن کو مبارک حرم و دیر
ہے اپنا جہان اور فلک اور زمین اور

بستی ہے غم و درد کی معمورۂ دل مین
اس شہر الم کے ہین مکان اور مکین اور

دزدیدہ نگاہونکے سوا دل کا کوئی چور
واللہ نہین اور نہین اور نہین اور

تو ناز سے رکھتا ہے قدم جتنے زمین پر
ہوتے ہین زمین بوس ترے خاک نشین اور

بقیہ

ہے عار گدا اون کو ترے مسند زر سے
ہیں صدرنشین اور ترے خاک نشین اور

اس منہ کے چھپانے سے تو ہوتا ہے ہویدا
مخفی ہے پس پردہ کوئی پردہ نشین اور

آئینہ کی تم شکل نہ دیکھو تو نہ دیکھو
ہان یہ تو بتا دو کوئی تم سا تو نہین اور

بے رنج جو حاصل ہو تمنا تو مزہ کیا
ہان شوق بڑھاتی ہے شب وصل یونہین اور

تم ہوتے پہ کرتے رہو انکار پہ انکار
مین تم سے کہے جاؤن نہین اور نہین اور

چھپتے ہی تھے نکلا بدن سے بھری ساری نہالی
سچ پوچھتے ہو سچ ہے تو ہین آج ہمین اور

ہر دل ہے نگین تیرے تصور کے سزاوار
اس نقش دل آرام کا ہے کوئی نگین اور

اک آپ کے شفقت سے ملا ہے دل آزار
شک اور گمان اور خیال اور یقین اور

نسبت ہو دل غیر کو کیا دل سے ہمارے
شیشے کا نگین اور ہے ہیرے کا نگین اور

بنتا ہو دو ملت سے تجھے جنگ ہے اے شیخ
تجھ سا تو زمانے مین نہین دشمن دین اور

چھیڑینگے ذرا انکو کہ آئی ہے سبب اب
غصے مین ترے لطف ہے اے ماہ جبین اور

تم غنچہ تبسم ہو وہ اک ساغر سیمین
تم اور کوئی چیز ہو ہے ماہ جبین اور

بوسے دو لب لعل کے دیتے شب وصل
کیا آرزو مین اب بھی ترے دل مین رہین اور

آوارہ دنیا ہے کوچۂ گیسو مین پتا تا
پائیگا دل گم شدہ ڈھونڈھو تو ہمین اور

رکھنا نہ قدم بھول کے دل مین غم دنیا
اس منزل برباد کا ہے کوئی مکین اور

دنیا مین سبکار نہین تجھسا ظہیر آج
ہے ایک خدائی سے ترا مشرب دین اور

ترحم بیکسی درماندگان پا سے در گل پر
رہے ہم پا شکستہ کو یہان قافلہ پہونچا ہے منزل پر

بیٹھے تھے وہ مشاہدہ نگاہ دیدہ دل پر
نظر کیا خاک اٹھتی قیس کی لیلی کی محمل پر

فدا ہین شمع پہ پروانون پہ گل قربان تھا دل بھی
سبھی مشتاق ہین میلان خاطر اپنے مائل پر

مبارک تمکو منزل تنہا سے قافلہ والو
تھکے ہارے بھی مر کر پہونچ جائینگے منزل پر

تمنا ہی بوقت ذبح یون جان حسرت نکلے
رہے دم خنجر بڑان مین سر ہو پائے قاتل پر

دریغ اے موج ناکامی کہ جب باد مراد آئی
لگی ہے کشتی عمر رواں بھی جا کے ساحل پر

کبھی تاراج فوج غم کبھی پامال حسرت ہے
خدا جانے کہ کس کس کا گذر ہو وادیٔ دل پر

رہیگا حشر تک باقی ہمارے خون ناحق سے
یہ بدنامی کا دھبا دامن شمشیر قاتل پر

زیادہ بدر سے دنیا مین ہی قدر ہلال ایسے
ازل کے روز سے ناقص کو ہی ترجیح کامل پر

نسیم صبح بھڑکانے لگی پھر آتش گل کو
گلون کے کان پھر رہنے لگے شور عنادل پر

وفاداری کی امیدین رقیب کو رہا ظن سے
انھین عین الیقین کیا کیا ہوا اپنے وہم باطل پر

نظام الملک سا جس کے رہے ظل حمایت مین
عنایت روز افزون ہو خدایا شاہ باذل پر

خدا رکھے ظہیر اس بادشاہ عدل گستر کو
عدالت کا ہے سکہ نام آصفجاہ عادل پر

تماشا ہی نہین رغبت کسیکو رقص بسمل پر
زمانے کی نظر ہے زینت بازوئے قاتل پر

چلی آتی ہے آواز درا کو سوئے مجنون کو
لگا رکھے ہین پردے کان لیلی کی محمل پر

خدا جب ہو تڑپنے کا کہ قاتل ساتھ غلطان ہو
دم کشتن سر بسمل رہے زانوئے قاتل پر

برے تیور نظر آتے ہین شرمیلی نگاہ ہو نکلے
خدا جانے گرے یہ برق کس کمبخت کے دل پر

غضب ہے وہ بت کافر خفا ہے اور ترسے
ترحم سبکو آجاتا ہے وقت عجز سائل پر

تمہارے خنجر ابرو نے ہر سو حشر کر ڈالا
ادا کشتے سے کشتہ ہے پڑا بسمل سے بسمل پر

الٰہی کونسا تازہ اسیر آیا یہ جولان سے
اڑے جاتے ہین ٹکڑے دیکے آوازہ سلاسل پر

کہین دست جنون سینہ زنی سے باز آتا ہے
قفس تنگ ہے پا دستک کی طوق سلاسل پر

دیت خون شہیدا کی روا ہے سب کے مذہب مین
ہمارا خونبہا ٹھہرا نگاہ ناز قاتل پر

تماشائی زمانہ ہے نظر پڑتی ہے دو جانب
کسی کی ناز قاتل پر کسیکی رقص بسمل پر

بچایا تا چشم بد سے حق تعالی میرے قاتل کو
زمانے کی نظر پڑنے لگی ہے زخم بسمل پر

ظہیر ایسے ہوئے ہیں تجربے لاکھوں زمانے میں
یگانے غیر بنجاتے ہیں اکثر وقت مشکل پر

کیا کیا ستم تھے ناز اس دل ناکردہ کار پر
پتھر پڑے ہیں عشق میں صبر و قرار پر

مجبور اس کے ہاتھ سے ہیں اختیار پر
ٹوٹے خدا کا قہر دل بیقرار پر

ہر دم ہے اضطراب فزون اضطرار پر
بجلی گری ہے خرمن صبر و قرار پر

اٹھتی ہوئی جوانی ہے سینہ ابھار پر
نام خدا ہے آپکا جوبن بہار پر

یہ آج کیا عتاب ہے تقصیروار پر
ہوتے ہو بار بار خفا کیون سنگار پر

آتا ہے کسکے حلقۂ آغوش کا خیال
غصہ اُتر رہا ہے جو پھولونکے ہار پر

کہتے ہین کیا سمجھ کے ہمین تو نے دل دیا
ہوتا ہے لین دین کسی اعتبار پر

تربت پہ بیکسونکی چڑھاتا ہے کون پھول
دو اشک ہی گرادو ہمارے مزار پر

ہین قدم سے کسکے بیابان ہے لالہ زار
رنگ حنا ہے خندق انگشت خار پر

ای کاش بعد مرگ ہی ٹھنڈا ہو داغ دل
اپنے گلے کے پھول چڑھادو مزار پر

پھر اک غزال چشم سے ہوتی ہے تاک جھانک
ڈالا ہے دام آہوئے مردم شکار پر

کیا جانے کیا ہو داور حشر کے سامنے
رکھو حساب دل کا نہ روز شمار پر

پروانے گرد پھرتے ہین تربت کے رات بھر
روتی ہے شمع شام سے میرے مزار پر

اب دم کہان کہ چشم سے آنسو بہائیے
ٹکڑے جگر کے ہین مژۂ اشکبار پر

بدنام ہو نہ جاؤ کہین اس حجاب سے
ہین بدگمانیان نگہ شرمسار پر

تھک کر اٹھین گے صورت نقش قدم ہیں اب
بیٹھے ہین سر جھکائے ہوئے رہگذار پر

بے شرکت رقیب نہین یہ کدورتین
دھوکا ہے کاروان کا ہمین اس غبار پر

زاہد تری طرح تو نہین زہد پر گھمنڈ
تکیہ ہے اپنا رحمت پروردگار پر

ناصح برا ہے عشق خدا یہ گھڑی نہ لائے
نادان پہ منحصر ہے نہ کچھ ہوشیار پر

ہوتی ہے میرے حال کی پرسش تمیز سے
بے اعتباریان ہین یہ کیوں اعتبار پر

اس بیوفا سے چشم وفا ہے ظہیر کو
باندھا ہے پل ہوا کا لب آبشار پر

فرش گل یاد آگیا پھولونکا خرمن دیکھکر
داغ دل تازہ ہوئے شاداب گلشن دیکھکر

ہوگیا پورا یقین اب پیش دشمن دیکھکر
دغدغہ مجکو ہوا تھا تیری چتون دیکھکر

دم نکلجاتا ہے اپنا تیری چتون دیکھکر
سہم جاتے جسطرح دشمن کو دشمن دیکھکر

رخ نہین کرتے ہین کانٹے میرا دامن دیکھکر
پانون رکتے ہین مرے رستے مین رہزن دیکھکر

آئینہ حیرت زدہ ہے روے روشن دیکھکر
ساحری جادو کو بھولا چشم پرفن دیکھکر

ہو مری ہمسایگی سے مورد آفت چمن
برق گرتی ہو مری شاخ نشیمن دیکھکر

تھی اقارب کو مرے دیوانگی کی آرزو
ششتین یاد آگئین زنجیر آہن دیکھکر

عالم طفلی سے ہین مجکو جنون کے ولولے
خم ہوئی جاتی تھی گردن طوق گردن دیکھکر

ہاے کس کمبخت دشمن کی نظر تھی رخنہ گر
دل مین رخنے پڑ گئے پردے کے روزن دیکھکر

ہو کے حائل آئینہ سد سکندر بن گیا
دم خفا ہونے لگا دیوار آہن دیکھکر

دلدہی نے اور بھڑکایا قلق کی آگ کو
آنسوون نے پانون پھیلائے ہین دامن دیکھکر

محو حیرت ہوگئے خود آئینہ تو آئینہ
آپ ہی سے لین بلائین اپنا جوبن دیکھکر

کھیلتا ہے کون یہ ٹٹی سے جنگل مین شکار
گر پڑے غش کھاکے ہم کافر کی چلمن دیکھکر

گرم جولان کون اس کوچہ سے گزرا شہسوار
مٹتا جاتا ہے نقش نعل توسن دیکھکر

وا دریغا حسرتین سب دلکی دل مین رہ گئین
تیرے تیور دیکھکر غصہ کی چتون دیکھکر

بدگمانی وہ بری شے ہے کبھی رہتی نہین
تاڑ جاتا ہو وہین بدظن کو بدظن دیکھکر

خاک چھانی شہر شہر و بیابان کی ظہیر
بیٹھ رہ آرام سے گوشے کا مسکن دیکھکر

ردیف زا

ملتا ہے مسیحا سے ترے ناز کا انداز
اعجاز کا اعجاز ہے انداز کا انداز

ہے صاف ستمگر ترے ہر ناز کا انداز
جور فلک تفرقہ پرداز کا انداز

دیکھو تو لب زمزمہ پرداز کا انداز
ہمساز ہے ناہید سے آواز کا انداز

جادو بھری آنکھوں میں ہوا اعجاز کا انداز
گفتار میں ہے چشم فسوں ساز کا انداز

کہتے ہیں وہ سن سن کے مرے نالۂ جانکاہ
ہے یہ تو اسی خانہ برانداز کا انداز

اس برق جہاں سوز کی ہے صاعقہ تابان
ہر برق طپاں شعلۂ آواز کا انداز

پتلی ہے نظر خلق کی شوریدہ سری پر
انگشت نما ہے ترے جانباز کا انداز

آنکھوں سے ٹپکتی ہے یہ مستی تو نہیں
کہنے کو ہے کچھ غمزۂ غماز کا انداز

ہرگز نہیں یہ چرخ ستمگر کے کرشمے
ہے یہ تو کسی شعبدہ پرداز کا انداز

بیتابئ دل میں ہے جو یہ شوخئ بسمل
ہے صاف اسی دلبر طناز کا انداز

دشمن کو یہ چالیں ہیں لبھاتیں تو یہ
ہے یہ تو اسی فتنہ برانداز کا انداز

صدقے تری آواز کے اے غیرت ناہید
اس پیاری صدا میں ہے ہر اک ساز کا انداز

اس بزم میں جاتے ہی مرے پڑ گئی ہلچل
رنگ رخ اعدا میں ہے پرواز کا انداز

زاہد تجھے سوگند ہے سچ سچ یہ بتا دے
حوروں میں ہے تیری اسی انداز کا انداز

حیرت ہے تری زلف نے کس طرح اڑایا
تھا وہ جو مرے طالع ناساز کا انداز

لکھنے کو تو لکھتے ہیں ظہیر اور بھی خوش فکر
ہے سب سے جدا بلبل شیراز کا انداز

ردیف سین

غیرت ہو وہ ہمکنار افسوس
بستر اپنا ہے خارزار افسوس

اے سپہر تجھ پہ صد ہزار افسوس
یون سپہر در ہون خوار و زار افسوس

اٹھ گیا بزم سے وہ یار افسوس
رہ گئے شاخ گل مین خار افسوس

وضع دوران ہے انقلاب پذیر
ہے دگرگونہ روزگار افسوس

جم گیا رنگ بدگمانی کا
مٹ گیا نقش اعتبار افسوس

ہائے الفت نے کر دیا بیکار
نہ رہا دل پہ اختیار افسوس

پھر کے آئی نہ اے جوانی تو
ہائے افسوس صد ہزار افسوس

کیا ہی رہ رہ کے دل مین آتا ہے
وقت رفتہ پہ بار بار افسوس

دل سا مونس کنارہ کش ہو جائے
دشمن جان ہو دوستدار افسوس

دل لگانے کی آرزو نہ گئی
دل گیا ہاتھ سے ہزار افسوس

اٹھ گیا دل سے سب شکیب و قرار
رہ گئی جان بیقرار افسوس

ہم کو رسوا کیا زمانے مین
تو نے اے چشم اشکبار افسوس

اٹھ گیا چشم سرمگین سے حجاب
نہ رہا کوئی پردہ دار افسوس

میر صاحب کی ہے زبان باقی
قدردان اٹھ گئے ہزار افسوس

واورینا یہ حال زار ظہیر
آہ افسوس روزگار افسوس

ردیف شین

ظالم تری محفل مین نہین جام کی گردش
ہے صاف مرے بخت بد انجام کی گردش

دن رات ہے جو ابلق ایام کی گردش
ہے یہ کیسی چشم بت خود کام کی گردش

ہوتی جو نہین چشم دل آرام کی گردش
تقدیر مین ہے عاشق ناکام کی گردش

اے کاش کہ اغیار ہی ہوتے مرے ہمنام
رکھتی انہین چکر مین مرے نام کی گردش

بل کھاتی ہو شانے پہ ترے صبح سے تا شام
تقدیر مین ہے زلف سیہ فام کی گردش

ہوتے ہین عدو سے تری آنکھونکے اشارے
ہر کوچے مین تیرے سحر و شام کی گردش

رہتے ہین ہمیشہ اسی چکر مین ہوسناک
ہے دور تسلسل ہوس خام کی گردش

چکر سے مصیبت کے نکلتی نہین کمبخت
قسمت مین ہماری نہین آرام کی گردش

دن رات اسی آمد و شد مین ہے پیامی
کہتے ہین اسے بوسہ بہ پیغام کی گردش

گردش مین فلک پر ہین مہ و مہر شب و روز
تھمنے تو کسی دن نہ لب بام کی گردش

پھرنے کو تو پھرتا رہا بخت ہمیشہ
کی اختر طالع نے نہ آرام کی گردش

کیا خاک ہون آسودہ کہ رکھتی ہے شب و روز
چکر مین ہین چشم دل آرام کی گردش

رہتا سر شوریدہ مین ہے پانون کا چکر
آشفتہ سری ہے سحر و شام کی گردش

آوارہ وطن کرکے غریب الوطنی مین
لائی ہے کہان ابلق ایام کی گردش

میخانے سے کعبے کو چلا بیٹھے بٹھائے
ہے بخت ظہیر قدح آشام کی گردش

ردیف صاد

کی عرض مین نے در خور صحبت ہین عام و خاص
محروم بار عام سے ہے یہ غلام خاص

آوارہ گرد ہے کوئی خانہ بدوش ہے
رہتا ہی بزم خاص مین یہ ازدحام خاص

کوچہ تمہارا خانہ بدوشون کی ہے پناہ
آوارہ خانمان ہین گھر سے زیر بام خاص

چھپ چھپکے ملتے رہتے ہین جو لوگ آپسے
گر حکم ہو بتاؤن مین اک اک کا نام خاص

ہر اک سکو اذن عام نہین در پہ روک ٹوک
تقصیر وار کے لئے ہے انتظام خاص

دربان کو حکم ہے کہ نہ آسکے وہ نامراد
ہوتا ہے روز بزم مین یہ اہتمام خاص

دربان سے کہئے کچھ تو وہ دیتا ہی یہ جواب
اوقات ہین سلام کے وہ صبح و شام خاص

تسلیم کے جواب مین فرماتے آپ ہین
لیتے نہین ہین عام کا ہر گز سلام خاص

ہوتا ہے بات بات پہ برہم مزاج اب
دشنام ہے زبان پہ تکیہ کلام خاص

شیوہ تمہارا ظلم ہے میرا شعار صبر — مختص ہے ہر بشر کے لئے ایک کام خاص
کہنے لگے یہ سن کے کہ تم نے سنا نہین — تذلیل راہ عشق مین ہے احترام خاص
خاصان حق ہین مورد آفات روزگار — دنیا مین مبتلائے بلا ہین مدام خاص
راحت سرائے گور ہے حد سفر ظہیر — ہر راہرو کو ہوتی ہے منزل بشام خاص

ردیف ضاد

دوستی کو ہے قطع کرتا قرض — ہے جہان مین عذاب دنیا قرض
بوسہ مانگا تو بولے جھنجلا کر — ہمپہ آتا ہے کیا کسیکا قرض
دل لو اس ہاتھ بوسہ دو اس ہاتھ — دل کا ہوتا نہین ہے سودا قرض
خواہش وصل پر وہ کہتے ہین — ہم نہین بیچتے ہین سودا قرض
دوستون کا حساب دل مین ہے — یہ تمہارا ہے وہ ہمارا قرض
وہ تقاضائے وصل پر بولے — سچ ہے اوچھے کا ہو نہ آتا قرض
بوسہ دیکر ہون خفا اتنے — پھیر لین گے آپ اپنا قرض
دل کو لیکر ہون پشیمان آپ — پھیر بھی دین ہمین ہمارا قرض
وعدۂ وصل پر وہ کہتے ہین — ہمکو دینا ہے کچھ تمہارا قرض
کہتے ہین وہ نہ دینگے ہم بوسہ — پھیر دینا پڑے گا الٹا قرض
ایک بوسہ ادھار مانگا تھا — بولے اچھا نہین ہے لینا قرض
دشمن آبرو ہے قرض ظہیر — بیحیائی کا ہے تقاضا قرض

ردیف طاء

دلنشین کیون نہو تمہارا خط — پیاری پیاری زبان پیارا خط

نازنین انکھیونکی ہے تحریر
کہہ رہا ہے یہ آشکارا خط

نرم ہاتھون سے کس نے لکھ لکھکر
دل کے شیشے مین ہے اتارا خط

حرف گل پھول ہین محبت کے
جوش الفت نے ہے سنوارا خط

رکھئے آنکھون پہ دلمین دیجئے جا
دل کا سکھ آنکھ کا ہے تارا خط

دل بڑھا وصل کی امید بندھی
زندگی کا ہوا سہارا خط

کیسا خط اور کس نے بھیجا ہے
روح کی تازگی دل آرا خط

ہے سوال دگر جواب دگر
یہ ہمارا ہے وہ تمہارا خط

غیر کے ہاتھ کی ہے یہ تحریر
کس طرح ہو ہمین گوارا خط

بھیجتا ہون حبیب کو اپنے
ہو بیٹھین ملول کر دکارا خط

ہو نہو یہ ظہیر کا خط ہو
یون جو پھرتا ہے مارا مارا خط

کیون صاحب ارتباط عدو کا گمان غلط
میرا بیان غلط سخن رازدان غلط

درپردہ رسم نامہ وپیغام اہتمام
اظہار شوق وصل نہان و عیان غلط

فریاد نارسائے عزا یار افترا
خونابہ باری مژۂ خونچکان غلط

پرواز رنگ عارض گلفام بے فروغ
سیلاب موج خیز سرشک روان غلط

ژولیدگی گیسوئے پیچیدہ مو خلاف
آشفتگی کاکل عنبر فشان غلط

وابستگی خاطر پیمان شکن دروغ
پیہم گزیدن لب شکرفشان غلط

محویت جمال رخ دلفریب جھوٹ
ذوق تصور قد سرو روان غلط

آواز شور ماتم و شیون گمان و وہم
جوش و خروش نالہ و آہ و فغان غلط

بہتان خراش ناخن الماس کار غم
سودائے زلف و خال رخ دلستان غلط

الزام شور نالہ و فریاد چرخ رس
پرواز خواب دیدہ ہمسائیگان غلط

حالانکہ اتنے شاہد و عادل گواہ ہین
تاہم صداقت سخن این و آن غلط

سب کہتے ہین وہ یہ سبکے بناوٹ ہے سب کی
حاشا دروغ و وہم و خیال وگمان غلط

مضمون شاعرانہ ہے واللہ سب کا سب
املا غلط بیان غلط داستان غلط

کیسا پیام کس کا پیامی کہان کا ربط
بہتان ہے صریح سراپا بیان غلط

لو ہم کہان ندیم کہان مدعی کہان
فقرہ دروغ چال بناوٹ گمان غلط

جتنا ترا بیان ہے سراسر ہے بے دلیل
جتنی نشان دہی ہے نہان و عیان غلط

صادق ہین اپنے قول کے پکے ہین راست
ہان ہان غلط غلط ہے سراپا بیان غلط

ہم ایسے ہین کہ ہم پہ کوئی آنکھ اٹھا سکے
وہ خود غلط زبان غلط ہمزبان غلط

رہتے ہین جستجو مین تنک مایہ خوردہ ہین
کہتے نہین زبان سے کبھی رمزدان غلط

جو راست باز ہین نہین کچھ باز وہ ظہیر
ہوتا نہین کبھی سخن راستان غلط

ردیف ظا

عشق اک قہر خدا ہے الامان والحفیظ
کیا بلا ہے جانگزا ہے الامان والحفیظ

وہ سوال وصل پر کہنے لگے منھ پھیر کر
کس قدر تو بے حیا ہے الامان والحفیظ

عاشقی کے کام سے ایسے ڈرے بیٹھے ہین ہم
نام سے دل کانپتا ہے الامان والحفیظ

کم نہین نار جہنم سے عذاب سوز ہجر
ہر نفس مو سے صدا ہے الامان والحفیظ

دیکھکر صورت مری گھبرا کے بول اٹھا طبیب
یہ مرض تو لادوا ہے الامان والحفیظ

ہر طرف کوچہ مین تیرے داد ہے فریاد ہے
ظلم کی کچھ انتہا ہے الامان والحفیظ

بیوفا بیمروت خود غرض ناآشنا
کس قدر تو پرجفا ہے الامان والحفیظ

ہر شب ہجر یہ فرقت یا کوئی کالا پہاڑ
کس بلا کا سامنا ہے الامان والحفیظ

چاہ انسان کی فرشتونکو جھکالی ہے کنوین
یہ ستمگر وہ بلا ہے الامان والحفیظ

عمر بھر ممکن نہین ہے قید ہستی سے نجات — یہ وہ زندان بلا ہے الامان والحفیظ
عمر بھر کرتے رہے تم بت پرستی اے ظہیر — یہ خطا کیسی خطا ہے الامان والحفیظ

ردیف عین

مست جام بادۂ وحدت ہین مدہوش سماع — ہوش مین آتے نہین تا حشر بیہوش سماع
روغن افشان آتش الفت ہے ہر صوت نغم — گرم کرتا ہے دل افسردہ کو جوش سماع
یاد حق سے واعظ نادان نہ مجکو منع کر — باز ہین بانگ حقیقت کی طرح گوش سماع
پردۂ ہر ساز سے پیدا ہو آہنگ زبور — پنبۂ پندار سے خالی ہو گر گوش سماع
باز ہین سوئے حقیقت چشم ہای گوش دل — محو یاد حق مین ہین از خود فراموش سماع
کیا تجھے لطف ہوا ہے اے ہیر سینہ و زہد — گوش دل پہ ہے ترے پندار سر پوش سماع
شیخ اسرار محبت سے نہین آگاہ تو — نغمہ سنج ذکر حق ہین وہ ہے خاموش سماع
عارف کامل کو ہین چشم خدا بین گوش دل — غرق بحر معرفت ہے باختہ ہوش سماع
سن پیام وصل لے عاشق صادق ہے اگر — جانب دلدار سے ہے باز آغوش سماع
دور کر دے بیخودی کو وصل گر منظور ہے — بیخودی مین جان دے ہو ہم آغوش سماع
گفتۂ واعظ پہ کب جاتے ہین شیخی اے ظہیر — ہو عطا پاش کرم عفو خطا پوش سماع

ردیف غین

ہے ترے یمن قدم سے صحن گلشن باغ باغ — کوہ و صحرا باغ باغ و دشت ایمن باغ باغ
کیا سر میدان کھلا ہے زخمیون کا لالہ زار — ہے ترے قاتل کو لیے پھرتا ہے تو من باغ باغ
جوش باران سرشک دیدۂ پرخون سے ہے — سر بہ جیب و گریبان تا بدامن باغ باغ
خاک تربت سے اگا ہے لالۂ خونین کفن — کشتۂ تیغ ادا ہین بعد مردن باغ باغ

داغ دل تربت پہ گل کھلکر دکھاتے ہیں بہا
ہر شہیدان وفا کی خاک مدفن باغ باغ

لوٹتے ہیں غیر میرے داغ حسرت کی بہا
اس چمن کو دیکھکر ہوتے ہیں دشمن باغ باغ

گل چڑھانے آیا ہے تربت پہ وہ گل پیرہن
کشتۂ خونی کفن ہیں بعد مردن باغ باغ

واے قسمت بوے گل کو ہے ترستی عندلیب
فصل گل ہے لٹتے ہیں بیٹھ بیٹھے گلشن میں باغ باغ

موسم گل میں مرا گلپوش ہے مجھسے جدا
میری آنکھوں میں نظر آتا ہے گلشن باغ باغ

واہ کیا تخم محبت نے کھلائے گل ظہیر
ہیں مرے داغ جگر سے دلمیں دشمن باغ باغ

ردیف فائے

اس جفا پر کبھی نہ چھلکا ظرف
ایسے ہوتے ہیں دیکھو والا ظرف

جنکو عالی خدا نے بخشا ظرف
نہیں انکا چھلکنے والا ظرف

آنکھ ساقی کی جب پھری دیکھی
ہمنے بالاے طاق رکھا ظرف

شیخ مے کا ہوا ہے جب سائل
ہمنے پھیر دیا ہے پورا ظرف

یا خدا ٹوٹے محتسب کا ہاتھ
اسنے توڑا ہے میکشی کا ظرف

بو نہ پائی نہ چھوڑی زاہد نے
منہ لگاتے ہی سب چٹا یا ظرف

باوضو ہوکے توبہ توڑونگا
بھر دے ساقی مرے وضو کا ظرف

ہوکے مجبور توبہ کی مے سے
منہ پہ واعظ کے پھینک مارا ظرف

ایک چلو میں وہ چھلک اٹھا
غیر کم ظرف کا تھا اتنا ظرف

ہے گلہ شیوۂ تنگ ظرفی
منہ پہ لاتے نہیں ہیں والا ظرف

بردباری نہیں ہے کھیل ظہیر
ہے تحمل کو شرط پورا ظرف

ردیف قاف

گئی جان شوق وصال میں - غم ہجر کا نہ گیا قلق
وہ جو زندگی میں رفیق تھا - وہی بعد مرگ رہا قلق

وہ جو دل پہ اسکے جا قلق - کسی طور سے نہ مٹا قلق
غم دل کی جتنی دوا ہوئی - ہوا اس سے اور سوا قلق

یہ مرض کہا کا ہے اے خدا - کئے سو علاج تو ہو دوا
نہ گیا قلق نہ گیا قلق - نہ گیا قلق نہ گیا قلق

یہ فلک نے داغ ہیں کیا دئے - مرے دل کے ٹکڑے اڑا دئے
کہ ہزاروں لاکھوں جتن کئے - نہ ٹلا قلق نہ ٹلا قلق

اُسے کیا خبر ہے وہ کیا کہے - کہ یہ صدمے جسنے نہیں سہے
نہ خدا کسیکو یہ داغ دے - غم ہجر کا ہے بڑا قلق

نہ تو تاب ہجر ہے جانمیں - نہ امید وصل گمان میں
نہیں چارہ جسکا جہان میں - ہمیں چرخ نے وہ دیا قلق

ہوئے شوق جاں میں نہ ہم کبھی - کئی رنج و غم میں ہی زندگی
کہ بدن سے جان جدا ہوئی - ہوا جان سے نہ جدا قلق

وہ جو روح و قالب تھے ایک تک - ہوئے یوں جدا ہیں یک بیک
نہ ملیں گے اب ہی حشر تک - یہ کسیکو دے نہ خدا قلق

لکھوں حال دلکا ظہیر کیا - نہیں درد و غم کی کچھ انتہا
ملے داغ داغ پہ بر ملا - یونہیں لحظہ لحظہ بڑھا قلق

ردیف کاف

اے راہرو ملک عدم خواب کہاں تک | دلبستگی عالم اسباب کہاں تک

آخر ہوس جام مئے ناب کہاں تک
بدمستی و [illegible] و خور و خواب کہاں تک

اے دیدۂ تر بارش خوناب کہاں تک
دامن میں بہار گل شاداب کہاں تک

اے اہل فنا فرصت کمیاب کہاں تک
مستی جوانی و شکر خواب کہاں تک

تا چند جبین سائی الشکدہ [illegible]
[illegible] و [illegible] خواب کہاں تک

تا چند پریشانی عشق [illegible]
آشفتگی کاکل پیچ و تاب کہاں تک

تا چند جگر [illegible] افغان [illegible]
[illegible] جگر تاب کہاں تک

تا کے الم کشتی طوفان [illegible]
[illegible] گرداب کہاں تک

تا کے گلہ گردش گردون [illegible] آشوب
[illegible] عالم اسباب کہاں تک

تا چند شب افروزی [illegible]
[illegible] تاب کہاں تک

تا کے سر و سینہ [illegible]
[illegible] کہاں تک

تا چند تماشائے گل و لالہ و نسرین
[illegible] ناب کہاں تک

تا چند ہم آغوشی خوبان گل اندام
[illegible] خواب کہاں تک

تا چند دلاویزی آہنگ نے و چنگ
[illegible] خواب کہاں تک

تا چند نظر بازی دیبا [illegible]
[illegible] کہاں تک

تا چند [illegible] نعمت دنیا
آخر ہوس نعمت [illegible] کہاں تک

ہنگامۂ مایوسی و محرومی [illegible]
[illegible] آب کہاں تک

ہاں [illegible]
[illegible] کہاں تک

تا چند تماشائی [illegible]
[illegible] کہاں تک

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

عبرت کا محل ہے یہ فضائے چمن دہر — ایام بہار گل سیراب کہاں تک
ہنگامۂ دہر نہیں جائے اقامت — دوران بقائے کف سیلاب کہاں تک
اس بحر پُر آشوب میں اُبھرا نہ شناور — یہ قلزم زخار ہو پایاب کہاں تک
ٹوٹے گا کسی روز تو یہ دور تسلسل — اے چرخ کہن گردش دولاب کہاں تک
پہچانتے ہیں جانتے ہیں خوب نظرباز — آخر یہ کرشمے پس جلباب کہاں تک
بیدار ہو بیدار ظہیر آنکھ ذرا کھول — اے بیخبر عزم سفر خواب کہاں تک

ردیف لام

نہیں یہ خون کی بارش سحاب کے قابل — جگر ہمارا ہے چشم پُرآب کے قابل
سوال وصل پہ ٹھہرا عتاب کے قابل — یہ التماس نہ تھا اس جواب کے قابل
ہماری توبہ کہاں ہے ثواب کے قابل — رہی نہ عمر ہی شرب شراب کے قابل
جلا کے خاک کیا غم نے بے مزا اسکو — رہا نہ یہ دل سوزاں کباب کے قابل
لکھوں تو خاک لکھوں سرگذشت غم اپنی — مرا فسانہ نہیں ہے کتاب کے قابل
کسیکی زلف گرہ گیر کا ہے پیچ پڑا — ہمارا دل تو نہ تھا پیچ و تاب کے قابل
خطائے بوسہ پہ جو چاہو گالیاں دیلو — قصور وار ہے عاجز خطاب کے قابل
پناہ دختر رز سے ہو کا حضرت شیخ — یہ خام پارہ نہیں ہے جناب کے قابل
میں اُنکے سامنے یہ سوچتا ہوں کیوں نہ شاکی ہوں — ترا سوال نہیں ہے جواب کے قابل
بلاکش اور نہ تھا کیا کوئی زمانہ میں — ہمیں تھے اے فلک اس انتخاب کے قابل
ملی نجات وہاں بھی نہ سوز ہجراں سے — رہے بہشت میں بھی ہم عذاب کے قابل
گنا کرینگے کہاں تک فرشتے روز شمار — ہمارے جرم نہیں ہیں حساب کے قابل
ابھی تو دن ہیں مری جان شوخیوں کے ابھی — یہ شرم کب ہے تمہارے شباب کے قابل

ظہیر حوصلۂ مدح ہے کہاں ہمکو ✤
جناب شاہ وزارت مآب کے قابل

وفا شعار نہ کیوں ہوں عتاب کے قابل
یہ شوخیاں ہیں تمہارے شباب کے قابل

ابھی سے اوٹ کم سن لگا کے کیوں پردے
ابھی تو عمر نہیں ہے حجاب کے قابل

جناب شیخ اسے بھرنے والے بھرتے ہیں
تمہارا ظرف نہیں ہے شراب کے قابل

وہ اپنے رحم سے گر بخش دے زہے قسمت
ہمارے فعل تو سب ہیں عذاب کے قابل

علیؓ ولی اسد اللہ کشندۂ خیبر
یہ سب لقب ہیں ولایت مآب کے قابل

بغیر سینۂ سوزاں نہیں زمانے میں
کوئی مکان دل خانہ خراب کے قابل

ہٹا دو چہرے سے برقع کو کیا چھپاتے ہو
نہیں رہے شفقا نقاب کے قابل

تڑپتے اور شب ہجر کیا کریں افسوس
رہی نہ تاب و توان اضطراب کے قابل

یہ خوف ہے کہ نہ پژمردہ ہوں پسینے سے
گل عذار نہیں ہیں گلاب کے قابل

ہوئی ہے رات کو شاید رقیب اَن بن
یہ بیگناہ عجب ہے عتاب کے قابل

الٰہی خفتہ نصیبوں کو نیند کیا آئے
رہے نہ دیدۂ بیدار خواب کے قابل

زہے نصیب زہے طالع و زہے قسمت
یہ خاک تن ہو وہ بو تراب کے قابل

ظہیر بال ہوئے سب برنگ برف سفید
رہی نہ ریش مبارک خضاب کے قابل

ردیف میم

اے شاہ حسن تری الفت کو ہے سلام
عمر عزیز تیری طلب میں ہوئی تمام

افسوس ہے نہ دین کی دولت ہوئی نصیب
پورا ہوا نہ ہم سے دنیا کا کوئی کام

سمجھے ہوئے تھے تجکو وسیلہ معاش کا
دنیا کی حرص و آز میں تیرے رہے غلام

پہچانتے تھے نعمت عظمیٰ ہے شاعری
پایا ہے شاعروں نے بہت عز و احترام

دنیا حصول ہو تو سبب کہاں سے | تیری طلب میں تھی طلب جاہ و احتشام

اب کمال کون کرے جب ان شوق | جن سے سنتے آتے تھے یہ قول خاص و عام

کیا کیا تری طلب میں تھکے پاے جستجو | کیا کیا نہ جستجو میں رہیں گردشیں مدام

کیا کیا نہ چھوڑ دی رہی تیرے خیال میں | کیا کیا مرا تجون میں سہے گم علی الدوام

دیوانہ اور شوق سے تیرے سے شوق میں | تیری ہی شراب عشق ہی پیتے رہے مدام

اک عمر شیفتے رہے چھپا کے دام فکر | شوق شکار طائر مضمون رہا مدام

سب عمر صرف ہو گئی جب شوق صید میں | آیا ہے جب یہ وحشی رم خوردہ زیر دام

عقبا سے ہیں سے تحصیل ہیں سب علم و فن | اک عمر کھو کے پاتے ہیں انسان جہاں میں نام

جان کاہی سے کام رہا سالہا برس | خون جگر پیا کئے اک عمر صبح و شام

افسوس جبکہ صرف ہوئی سب متاع عمر | دلخواہ جب حصول ہوئی دولت دوام

انجام کو جو دیکھا تو باطل ہے سب گمان | بے سود کاوشیں تھیں ہمارا تھی حرص خام

مانا کہ ایک عمر رہا جانکنی سے ربط | اس شوق و ذوق میں رہے گو خواب و خور حرام

مانا کہ دل کو خون کیا فکر شعر میں | بالا رہا سے دست یا نظم کو نظام

مانا کہ جوڑ کر جگر لخت لخت کو | مضمون مختلف کو دیا حسن انصرام

مانا کہ اپنے فن میں ہوئے فرد روزگار | مانا کہ آپ نے سے لکھا خلق نے کلام

مانا کہ چار دانگ میں ہو شہرت کمال | مشہور روزگار ہوئے تا بروم و شام

مانا کہ اپنے فن میں ہیں استاد روزگار | مانا کہ جیسا ہیں ستاگر خاص و عام

یہ سب بجا صحیح مگر اس سے فائدہ | ہو کون قدر دان جو کرے وقعت کلام

صورت نگر ہیں سب نہیں معنی شناس ایک | افسوس تیرے حال پہ اے شاہد کلام

دو دن کے گئے کہ تیرا زمانہ تھا ناز کا | ای ترک من مناز کہ ترکی ہوئی تمام

مشغل دل و دماغ ہوئے باختہ حواس | اور آفتاب عمر ہی پہونچا کنار بام

افسوس برسے داد کے ہون حرف گیریان — بے سود گفتگین یونہین ضائع ہوئین تمام
رشک و حسد ہے شیوۂ ارباب روزگار — اپنا تو بس کلام ہوا ختم والسلام

اسوقت اختلاط مین سچ تو یہ ہے ظہیر
وقعت سخن کی کھوئی ہے لینا سخن کا نام

دعوی نہین ہے اس کا کہ اہل زبان ہین ہم — ہان یادگار قافلۂ رفتگان ہین ہم
اُٹھتے نہین اُٹھائے سے وہ ناتوان ہین ہم — لاریب بخت خفتہ کے خواب گران ہین ہم
موجود بھی ہین اور نظر سے نہان ہین ہم — عنقا کی طرح نامور بے نشان ہین ہم
دو دشمنون مین دانہ صفت درمیان ہین ہم — بالاے خاکدان مین تہ آسمان ہین ہم
کیا جانے کوئی کون ہین کیا ہین کہان ہین ہم — جس سرزمین پہ ہین وہین آسمان ہین ہم
صورت سے آشکار ہے سب مدعای دل — اظہار درد دل مین سراپا زبان ہین ہم
سُننے ہی سُننے کے قابل ہو داستان — بانگ جرس کی طرح سراپا فغان ہین ہم
آکر تمہاری بزم مین اپنے سے کھو گئے — دشمن تو دشمن اپنے بھی دل پر گران ہین ہم
ملتا نہین ہمین کو ہمارا کہین سراغ — کوسون ہین دور اس سے جہان بے نشان ہین ہم
لکھا تھا سرنوشت مین اپنی غبار عشق — یہ کیون کہین کہ کشتۂ ناز بتان ہین ہم
یہ جانتے تو ساتھ نہ رہتے خدا گواہ — اب اپنے رازدار سے خود بدگمان ہین ہم
ملنے کو جس سے چاہو ملو اس کا غم نہین — یہ دل مین سوچ لو کہ بڑے بدگمان ہین ہم
یہ جانتے تو نام بھی لیتے نہ چاہ کا — جس درجہ خوش ہین وصل مین شادمان ہین ہم
ہوتی ہو قدر راحت و آرام بعد رنج — ناشاد ہوکے غم سے بہت شادمان ہین ہم
بیداد ناروا مین کچھ ایسے ضرر اٹھائے — تنہای امتحان ہی کی بس امتحان ہین ہم
آتا نہین ہے لب پہ کبھی حرف مدعا — گویا دہن مین غیر کے تیری زبان ہین ہم
کس درجہ ہین عزیز ہماری کدورتین — رکھتے ہو جنکو دل مین وہ راز نہان ہین ہم

گردش میں روز و شب ہیں جو شکل آسیا
شاید زمینیوں کے لیے آسمان ہیں ہم

ہم بھی جناب داغ کے ہمدرس ہیں ظہیر
بلبل ہیں وہ تو طوطی ہندوستان ہیں ہم

جاتے تھے جو قتلگاہ میں دامن کشان ہیں ہم
گویا سوار توسن عمر رواں ہیں ہم

ہم ضعف و لاغری سے نہیں ہیں جہاں نشین
دم کا ہے کیسا کہ یہاں ہیں وہاں ہیں ہم

رکے ہوئے ہیں وضع کی پابندیاں میں
اپنے ہی دم کے آپ مگر پاسبان ہیں ہم

ہے شکوہ سینوں میں فقط چھیڑنے کی دیر
صورت درا کی طرح سراپا فغان ہیں ہم

رگ رگ میں درد ہجر سے ساری ہے خلش غم
گویا تمام نالہ و آہ و فغان ہیں ہم

جب جانتے گلوں کا نہ دیتے نہیں جواب
کس منہ سے اب کہو گے کہ ہم بے زبان ہیں ہم

سنتے ہی تو سنائیں کل شکوہ گالیاں
ہاں ہاں بجا درست ہے ہم بد زبان ہیں ہم

سمجھے تو ہو وفا ہمیں اب تک کہا نہیں
یہ کون کہہ رہا ہے کہ جان جہان ہیں ہم

یارب ہوا کسو کہیں دل کا معاملہ
اس شور سے میں غیرت اب ہمزبان ہیں ہم

جوش شباب پر ہے ہمارا کلام نغز
صورت سے گو کہ پیر ہیں دل سے جوان ہیں ہم

افسوس قدرداں نہیں کوئی کمال کا
اپنے سخن کے آپ فقط قدرداں ہیں ہم

افسوس گو گلو میں رہا مدعائے دل
ہم بے زبان ہو کے سوا بیزبان ہیں ہم

چھوڑی عروج پر بھی نہ ہمنے فروتنی
اڑ اڑ کے بھی غبار پس کاروان ہیں ہم

پایا کسی نے ضعف میں ہمکو نہ جز صدا
تیرے دہن کی طرح نہاں و عیاں ہیں ہم

ہوتا ہے ایک حرف تمنا پہ سر قلم
کہنے کو مثل شمع سراپا زبان ہیں ہم

سچ تو یہ ہے کہ کچھ نہیں آتا ہمیں ظہیر
مشہور گو کہ طوطی ہندوستان ہیں ہم

ملے ہیں خاک میں کیا کیا خرام یار سے ہم
اٹھینگے حشر اٹھاتے ہوئے مزار سے ہم

یہ جبر ہے نہیں آسودہ اضطرار سے ہم
اٹھائیں حشر جو بیٹھیں کہیں قرار سے ہم

ذرا پنپنگے خاک لحد کیا ترے فشار سے ہم
تڑپ تڑپ کے نکل آئینگے مزار سے ہم

شمار دانۂ تسبیح شیخ کے مانند
تمہاری بزم میں خارج رہے شمار سے ہم

ہجوم رشک سے شکوے زبان پہ رکتے ہیں
خطا معاف ہو باہر ہیں اختیار سے ہم

کسی نے دست حنائی سے اشک پونچھے ہیں
لہو بہائینگے اب چشم اشکبار سے ہم

دریغ اپنا موحد ہے صلح کل مشرب
نہ گل سے انس نہ رکھتے ہیں لاگ خار سے ہم

تمہارے عہد پہ تکیہ ہمیں نہ کرنا تھا
خراب خوار ہوئے اپنے اعتبار سے ہم

وہ آئے اور نہ بالیں پہ آ کے بیٹھے ہا
نحیف و زار ہوئے ایسے انتظار سے ہم

مرید پیر مغاں ہو گیا ہے زاہد بھی
یہیں چکے ہیں حریفان بادہ خوار سے ہم

ریاض گلشن ہستی طلسم تھا شاید
کہ لے چلے ہیں گل داغ اس بہار سے ہم

یہ کس کے گیسوے آشفتہ کا خیال آیا
کہ شادمان ہیں طبیعت کے انتشار سے ہم

وصال ہو کہ نہ ہو دل لگی تو رہتی ہے
ہمیشہ کرتے ہیں باتیں خیال یار سے ہم

سنا ہے یہ کہ وہ سنتے ہیں سن کے نام ظہیر
ملیں گے اب نہ کبھی اس خیالی خوار سے ہم

ردیف نون

گرفتار محبت پائی بیداد رہتے ہیں
اسیران وفا کے دام میں صیاد رہتے ہیں

غم دنیا و ما فیہا سے جو آزاد رہتے ہیں
ہمیشہ خرم و خوش باش ہیں دلشاد رہتے ہیں

مقرر رنج و غم سے خانمان برباد رہتے ہیں
کہ دام فکر ہست و نیست سے آزاد رہتے ہیں

ہو کسکی یاد میں مدہوش آدم زاد رہتے ہیں
خدا کو بھول جاتے ہیں یہ کافر یاد رہتے ہیں

گلستان جہاں میں صورت شمشاد رہتے ہیں
بہ رنگ سبزۂ بیگانہ ہم آزاد رہتے ہیں

خوشی کی کچھ خوشی دل کو نہ غم آفات دنیا کا
غرض ہر رنگ میں دلشاد ہم ناشاد رہتے ہیں

مقام لامکین ہر مکان خانہ بدوشون کا — مکین و روش صبا پہ خانمان برباد رہتے ہین
گرفتار مصیبت عاشق و معشوق ہین دونون — کہ فکر ظلم مین پابند ظلم ایجاد رہتے ہین
بھرے ہین یا فلک سے شوریدگان کے سوالی — کہ ننگ خانمان ہر قید سے آزاد رہتے ہین
شکایت رسیہ جاب سے انسے انکی نسیا کی — ہمین ننگ دسے ملکے بیداد کے کب یاد رہتے ہین
اثر پاتے ہین دشمن دل سے ہنگام دل آزاری — تمہین ہم جیسے کے یاد آسے بالی بیداد رہتے ہین
نہ پایا چین گلزار جہان مین جز پریشانی — چمن مین ہم برنگ نکہت برباد رہتے ہین
قید موزون کے دیوانو نکو کیا نسبت ہی بلبل کی — کہ آسایش سے زیر سایۂ شمشاد رہتے ہین
ہوئی ہوتے کہ ہو کا دست شاہ جنگی ادون مین — ہمیشہ مثل زنجیر جبلا رہتے ہین
کبھی خوش ہوکے دو دم بھی نہ بیٹھے ہم تہا دین — ہمیشہ دل ہٹیون مین ہم ناشاد رہتے ہین
زمانے کی جفا ہر دم ہمین پہ بیتی رہتی ہے — ہمین اسے چرخ زنجیر بیداد رہتے ہین
ہمین رہتے ہین تنہا بادیہ گردان ناکامی — جہان رہتے ہین ہم با نالہ و فریاد رہتے ہین
بہت کچھ کوہ کن اٹھتے ہین ذراسے تیشہ زنی پر — جرس کی طرح ہم آمادہ فریاد رہتے ہین
برنگ شمع سب جلتے ہین جلا ہوا سے اور دستک — کسیکو شاد دیکھتے ہین تو خود بھی شاد رہتے ہین
ترے عمر و ستم و ظالم کوئی کسطرح جانبر ہو — ہزار دن سیکڑون خنجر بکف جلاد رہتے ہین
روان ہون کیون نہ چشم خونفشان دو نکی ابر بن — کہ رگ رگ مین ہزارون نشتر فصاد رہتے ہین
فرشتہ خوبی زاہد اسکو ہو نہ گئی محبت ہے — نظر مین آدمی زادو نکی آدم زاد رہتے ہین

ظہیر آزادگی خوشتر ہے مثل سرو دنیا مین
وہی برباد بھی ہوتے ہین جو آباد رہتے ہین

اب کہان شعر و سخن کے سروسامان دل مین — جمع ہین لاکھ خیالات پریشان دل مین
اٹھ گیا بند طرازی کا طبیعت سے مذاق — اب ہے اسباب نہین شعر کے شایان دل مین
اب طبیعت مین نہ وہ جوش نہ قابو مین دماغ — جمع ہین آس کی جا یاس کے سامان دل مین

ضعف پیری سے پراگندہ ہوئے ہوش و حواس
اب نہ وہ سر ہے نہ سر میں ہے وہ سودائے جنون
شعر کے واسطے درکار ہیں اسباب نشاط
دیکھکر تنگ جہان اور بھی دل سرد ہوا
نہ ملا کوئی صلہ حیف جگر سوزی کا
ہمنے چھوڑا نہیں دنیا نے ہمیں چھوڑ دیا
حیف دنیا کی طلب میں نہ گیا فکر مآل
آئے کس کام کو تھے اور کیا کیا آکر
سچ تو یہ ہے کہ نہیں لطف سخن ہی جبتک
عشق کی چھیڑ بتاؤ تو کہاں سے آئے
ایسے کہنے سے تو بہتر ہے نہ کہنا ہرطور
بے نمک شعر لکھے بھی تو بھلا اس سے حاصل
ہونگے خوش بخت نہیں شعر سے مضمون اپنا
کوئی دنیا میں ہمارا تو نہ ارمان نکلا
آہ بیکار گئی نغمہ سرائی اپنی
وہ نوا سنج ہوں جسکو نہیں اذن فریاد
آہ ہوتا جو زمانے میں ہمارے پیدا
جنسے ان آنکھوں سے دیکھے ہیں تماشے دوران
حیف بے سود ہوئی عمر گرانمایہ تلف
ایسے برگشتہ مقدر کو سخن سے کیا کام
ہمنے اس فن میں بجز رنج نہ پائی راحت

شعر کہنے کی نہ طاقت ہے نہ ارمان دل میں
اب نہ وہ دل ہے نہ وہ عشق حسینان دل میں
جمع عشرت کے عوض ہیں غم و حرمان دل میں
ہائے بجھکر کالی بہت آتش سوزان دل میں
عمر کھوکر ہوئے آخر کو پشیمان دل میں
رہ نہیں ضعف سے خود طاقت عصیان دل میں
کیا کیا کچھ نہ کیا سوچ تو نادان دل میں
آپ انصاف کریں حضرت انسان دل میں
چھیڑ الفت کی ہو سلسلہ جنبان دل میں
اب جوانی نہ خوشی کا کوئی سامان دل میں
جسکا ہر بت کے تھے ہمیں اور نمکدان دل میں
ہوئے آپ ہی اپنے ثنا خوان دل میں
عمر بھر ہم تو رہے بتکی و نالان دل میں
درد و یاس و غم و حرمان کا ہے زندان دل میں
ہم رہے اپنے سے آشفتہ پریشان دل میں
خون گشتگی کے ہوتے تھا وہ طوفان دل میں
نام لیتا نہیں تھا کبھی سبحان دل میں
چھوڑتے ہیں بہت خواب پریشان دل میں
اب ہوئے بھی تو ہوئے خاک پشیمان دل میں
خوف فردا میں نہیں خنجر خندان دل میں
دست بردار ہوئے ہوکے پشیمان دل میں

مرثیہ ہو کہ قصیدہ ہو کہ تضمین غزل — اب کسی شے کا نہین حسرت و ارمان ہمین
نہوا غنچۂ مقصد گل دستار اپنا — سب مضامین ہی رہے خار مغیلان ہمین
خاطر ضیغم ہمدرد سے مجبور ہین ہم — ورنہ ہوتے نہ کبھی سلسلہ جنبان ہمین

حیف کچھ قدر نہ کی اپنی زمانے نے ظہیر
داغ بن بنکے رہے حسرت و ارمان ہمین

تیرے ہوتے کوئی یوسف کا خریدار نہین — ہے یہ بازار ازل مصر کا بازار نہین
گوہر درد و متاع سر بازار نہین — اس جواہر کا خریدار ہوسکار نہین
واے بے حالی کہ مجبور ہون مختار نہین — ورنہ جینے سے تو مرنا مجھے دشوار نہین
شوق دیدار طلب طاقت دیدار نہین — عاشقی کھیل نہین کار ہوسکار نہین
منفعل جرم سے کب رند قدح خوار نہین — شیخ کی طرح تو مست مئ پندار نہین
منزل دیر و حرم خانۂ خمار نہین — اس خرابے مین کوئی فرد و دیندار نہین
قائل رحمت حق زاہد و دیندار نہین — ہو یہی جرم حقیقی کہ گنہگار نہین
با خبر وہ ہے جو اپنے سے خبردار نہین — محرم راز محبت کوئی ہشیار نہین
سخت دشوار ہین آداب قفس کے یارو — واقف رسم وفا تازہ گرفتار نہین
کوئی دوکان کا سودا ہے کہ لے آئین گے — یوسف حسن کوئی یوسف بازار نہین
ہیچ وہ درد ہو جو درد محبت کے سوا — حیف بیمار ہے جو عشق کا بیمار نہین
کس نے تعلیم کیا حضرت موسے تمکو — حاشا للہ تمہاری تو یہ گفتار نہین
وہی خودبین ہے کہ جس نے تمہین دیکھا خود بین — غافل اپنے سے وہ دیوانہ ہشیار نہین
ہائے اس کافر خود کیش سے کیونکر ہو وصال — جو ہم آغوش صنم حلقۂ زنار نہین
فصل گل مین نہین صیاد کی شاکی بلبل — اسکا رونا ہے کہ پنجرے مین گرفتار نہین
سر وہ کیا سر ہے نہین سوداے محبت جسمین — دل وہ کیا دل ہے جسے گیسو سے سروکار نہین

کچھ تو اللہ سے شرم بت کافر دل مین
خم آغوش عدو حلقۂ زنار نہین

ساتھ کس طرح بنا ہے ترا اے عمر رواں
دو قدم کی بھی جسے طاقت رفتار نہین

ڈھونڈتے ہوئے محبت ہو عدو کو لیکن
گل کا کیا ذکر ہے اچھا کہ جہان خار نہین

پیشتر میری کدورت تو نکالو دل سے
پھیر یہ کہنا کہ مجھے تجھ سے سروکار نہین

واہ کس چشم سیہ مست سے ہوتی ہو دو چار
شرم آنکھون مین تری نرگس بیمار نہین

ہو کے آوارہ وطن ہو گئے غم سے آزاد
گھر نہین در نہین سایۂ دیوار نہین

مین نہ مانونگا نہ مانونگا کہ اب تم ہو وہی
وہ طبیعت نہین اخلاص نہین پیار نہین

ہاتھ کیون غیر کی گردن مین پڑا رہتا ہے
کچھ وہ پتا نہین پھولون کا کوئی ہار نہین

رشک آتا ہے کہ تم آئینے کیون جلوہ فروز
حلقۂ چشم عدو روزنۂ دیوار نہین

جلوہ افروز ہو کس طور سے وہ پردہ نشین
خانۂ دل مین کوئی در نہین دیوار نہین

یار مذہب ترا کیا ہے نہین معلوم ظہیر
ہاتھ مین سبحہ نہین دوش پہ زنار نہین

جب کہ کعبہ کو صنم پا سکے ہین ظہیر تو اس
کوئی چارہ ہے بہ کش خانۂ خمار نہین

بس اب ستم کی توان جان پر محن مین نہین
کہ تاب دل مین نہین اور مجال تن مین نہین

مرے شمیم کی شہرت مرے وطن مین نہین
وہ مشک ناف ہون جو وادی ختن مین نہین

مری گزارش غم پر اثر سخن مین نہین
مری زبان بیانی ترے دہن مین نہین

غم نہفتہ کے آثار تن بدن مین نہین
مرے جگر مین ہے جو چاک پیرہن مین نہین

شمیم جسم سمن بر کسی چمن مین نہین
غزال چشم کی رم آہوئے ختن مین نہین

ہو گئے تھے جو اقرار اب سخن مین نہین
زبان زبان مین نہین ہے وہ دہن دہن مین نہین

بہ رنگ شمع ہون پر روشن بیان خموشی مین
زبان مین نطق نہین ہے زبان دہن مین نہین

پس فنا بھی نہ اترا لباس عریانی
کفن کا تار نہین ہے یہ تن کفن مین نہین

برنگ بلبل تصویر ہوں میں صُمٌّ بُکمٌ
زبان شکوہ سرائی مرے دہن میں نہیں

کہیں قرار سے بیٹھا نہ میں بھی مثل فلک
جہاں میں کوئی غریب الوطن وطن میں نہیں

کہاں سے لاؤں درستی شکست دل کیلیے
تری زبان میں نہیں زلف پُرشکن میں نہیں

وہ نوبہار ہوں جسکے ہیں داغ دل گل پھول
وہ لالہ زار ہوں میں جو کسی چمن میں نہیں

اُڑائیں پیچ وحشت سے دھجیاں ایسی
کفن کے سینے کو اک تار پیرہن میں نہیں

فزوں جو شرم و حیا میں ہے شوخیوں میں کہاں
جو سادگی میں تکلف ہے بانکپن میں نہیں

فغان عاشق بیتاب میں ہے وہ جادو
تمہارے لب میں نہیں چشم سحر فن میں نہیں

مرے نصیب کے بل میں تمہارے تیور میں
شکن جو دل میں ہے وہ زلف پُرشکن میں نہیں

جنوں کی دست درازی سے ہم ہیں بیکار
کہ تار رشتۂ جاں چاک پیرہن میں نہیں

کسی کا مژدۂ پیغام وصل لائی ہے
نسیم صبح سمائی جو پیرہن میں نہیں

تمہاری بزم تو روشن ہے جلنے والوں سے
ہمیں بلا سے اگر شمع انجمن میں نہیں

بلا سے کوئی اگر پائمال ہوتا ہے
وہ چال چلتے ہو تم جو کسی چلن میں نہیں

نہیں ہے آج ظہیر غزل سرا سا شاد
ہجوم بلبل و پروانہ انجمن میں نہیں

شب کو اُسنے چار باتیں ہم سے کیں
سب کہانی عمر کی راتیں ہو گئیں

وہ ہماری تاک میں میں اُنکی ہم
دونو جانب اپنی گھاتیں ہو گئیں

شام ہجران کی درازی کیا کہوں
ایک شب کی چار راتیں ہو گئیں

عمر بھر دیکھی نہیں شادی کی رات
سامنے صدہا براتیں ہو گئیں

ہم بساط غم میں جیتا وہ بھی نہ
سیکڑوں بیادوں کی ماتیں ہو گئیں

ناظر و منظور میں کل جزو ذات
ذات سے صد چند ذاتیں ہو گئیں

کہہ رہے تھے نفسی نفسی اہل حشر
انکی ہیں کل ثباتیں ہو گئیں

اپنے گھر میں تو محرم ہی رہا
گوسنے ملنے لگے دشنام سے

تیزیاں گذریں وفائیں ہو گئیں
ہاتھا پائی ہو کے لاتیں ہو گئیں

گو کہیں کیا جی پہ کھیلا اسے ظہیر
ایسی لاکھوں وارداتیں ہو گئیں

مبتلائے ہجر کو تدبیر کی حاجت نہیں
بستۂ بند زلف کو زنجیر کی حاجت نہیں

جب سے ہوتی ہے انتہیر کی حاجت نہیں
شاکر تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں

صاحب اولاد کو تقدیر کی حاجت نہیں
اہل دنیا کے لئے تحریر کی حاجت نہیں

ہے تصور اپنا اک صورت کش بزم خیال
کھنچوانے صورت کو تصویر کی حاجت نہیں

تیرہ کاری پر ہماری روسیاہی ہے گواہ
کاتب اعمال کو تحریر کی حاجت نہیں

اک خدنگ نیمکش کا ہے سب امیدوار
آپ پہونچی ہے تاثیر کی حاجت نہیں

ہیچ تک میں بوسہ ہائے غیر کے باقی نشان
صورت خط پر تفسیر کی حاجت نہیں

اے خدنگ افگن جگر کافی اک نگاہ خشمگیں
سینۂ نخچیر کو شمشیر کی حاجت نہیں

اے فلک اک آہ سوزاں میں اڑا دونگا تجھے
کچھ شرار نار آتش گیر کی حاجت نہیں

آپ اپنی آگ میں جلتی ہے شمع انجمن
سر کٹانے کے لئے گلگیر کی حاجت نہیں

اے جنون پیراہن اپنا اڑا دیتے ہیں ہم
کچھ ترے دست گریباں گیر کی حاجت نہیں

اے ستمگر اب تری اٹھتی جوانی کی ہے دھوم
کچھ جفائے آسمان پیر کی حاجت نہیں

خاک بیزان محبت کو ہے رسوائی سے کام
آبرو کی آرزو توقیر کی حاجت نہیں

دار پر کھینچے گئے ہیں بیگناہ و بے خطا
مانتا عاشق کو تقصیر کی حاجت نہیں

کچھ سوا اسکے شکوہ ہوتی ہیں بدنامیاں
اب ہمارے نقش کو تشہیر کی حاجت نہیں

اے زلیخا ہے تری بیداربختی کی دلیل
اس ہمارے خواب کو تعبیر کی حاجت نہیں

ہے سبب عاشق کشی میں خون ناحق ہے حلال
عاشق مذبوح کو تکبیر کی حاجت نہیں

رسم و راہ دوستی پر ہے خطِ دشمن گواہ
سامنے تحریر کے تقریر کی حاجت نہین

اڑ گیا پہلے ہی کوسون مدعی کے نام سے
رنگ رخ کو آپکے تغئیر کی حاجت نہین

فرط حیرت سے سراسر بتکدہ ہے انجمن
کچھ تمہاری بزم مین تصویر کی حاجت نہین

رہبری کیا سالکان جادۂ تحقیق کو
خواب یوسف کے لئے تعبیر کی حاجت نہین

ہان ادا قاتل ہے پھر خنجر کو کیون تکلیف دو
کشتگان ناز کو شمشیر کی حاجت نہین

سو خرابی کی بنا یہ دور بے بنیاد ہے
اس خرابے کے لئے تعمیر کی حاجت نہین

نامہ بر کہدے زبانی جا کے اپنے حال زار
ایلچی کے روبرو تحریر کی حاجت نہین

پائے بند شمع کب زندان سے نکلے ہین ظہیر
اپنے دیوانون کو کچھ زنجیر کی حاجت نہین

داستان غم دل بھی کہ سنا سکتے ہین
آئینہ ہے دل پر غم کہ دکھا سکتے ہین

رشک کیا ناز سے ہے تیر کہ اٹھا سکتے ہین
زہر ہے کوئی غم ہجر کہ کھا سکتے ہین

تیغ کا ہاتھ سے ہے دل بھی کہ لگا سکتے ہین
سر مرا کوئی خبر ہے کہ اڑا سکتے ہین

وصل دشمن کوئی رخ ہے کہ چھپا سکتے ہین
راستی حرف غلط ہے کہ مٹا سکتے ہین

غیر بھی پردہ در ہے کہ اٹھا سکتے ہین
گری دیوار کا ڈھانا ہے کہ ڈھا سکتے ہین

دل چرایا ہے تو نظرین بھی چرا سکتے ہین
چپ رہا ہون سے کہین آنکھ ملا سکتے ہین

بزم جانان مین مسلمان کا مردہ ہو رقیب
نہ جلا سکتے ہین اسکو نہ بہا سکتے ہین

گر نہین صورت پروانہ ہمین اذن طواف
شمع محفل کی طرح جی تو جلا سکتے ہین

نالہ ہائے دل پرسوز فلک سوز سہی
دل نازک بھی فلک ہے کہ ہلا سکتے ہین

زاہد حور کی الفت ہے مرا انکا وصال
آپ آسکتے ہین مجھ تک نہ بلا سکتے ہین

رخصت گریہ نہین گر نہ بہائین گے سرشک
خودکشی کرکے ابھی خون بہا سکتے ہین

ہائے بگڑی ہوئی قسمت کو بنائین کیونکر
بات بگڑی ہو تو سو طرح بنا سکتے ہین

بند ہوتا ہے کہین جا وہین آنا جانا / وہ نہ آئین تو ہمین جان سے جا سکتے ہین
اُنکے پہلو سے ہے دشمن کا اُٹھانا دشوار / یون اُٹھانے کو تو سو فتنے اُٹھا سکتے ہین
کوچۂ دوست مین مرکر کے پہونچنا ہی محال / یہ کوئی جان سے جانا ہی کہ جا سکتے ہین
اُنکی نظرون سے رقیبون کو گرا دے کوئی / حرف زائد کو تو سب لوگ گرا سکتے ہین
اپنی قسمت کے نوشتے کو مٹائین کیونکر / تیرے دل سے تو کدورت کو مٹا سکتے ہین
ہائے کس دل سے رقیبون کو منائے کوئی / اپنے روٹھے ہوئے کو آپ منا سکتے ہین
نہ دبا جائے یہ پتھر نہ اُٹھایا جائے / رشک وہ ناز نہین ہے کہ اُٹھا سکتے ہین

دلِ خستہ کوئی پیمان شکستہ ہے ظہیر
آس ٹوٹی ہوئی کس طرح بندھا سکتے ہین

اُف دلِ بے قرار کی باتین / جبر مین اختیار کی باتین
جھوٹ سچ ہوسے پیار کی باتین / یار کے منہ پہ چار کی باتین
اور ہی دل سے پیار کی باتین / دیکھنا بار بار کی باتین
منہ پہ اخلاص پیار کی باتین / اور دل مین غبار کی باتین
کیسی چھپتی ہوئی سُناتا ہے / تیری باتین رازدار کی باتین
اور ہی اور چھیڑ گئے جھگڑے / رنگین انتظار کی باتین
تیری چالین ہین اے جہان آشوب / فتنۂ روزگار کی باتین
ناز و انداز و شوخی و اغماض / ہین یہ سب لوٹ مار کی باتین
صاف یون لاکہ کب نکلتی ہین / اُنکے دل سے غبار کی باتین
روز محشر کے قصہ ہائے دراز / ہین شب انتظار کی باتین
شمع پہ جان دی پتنگون نے / سن کے اس جان نثار کی باتین
تیری باتین ہین سحر کا افسون / غیر کے اختیار کی باتین

ایسے وعدے ہزار ہوتے ہیں — یہ نہیں اعتبار کی باتیں
ایک تم ہو ہزار کے ملنے — ایک میں ہون ہزار کی باتیں
زہر ہیں قہر ہیں قیامت ہیں — دلِ ناکردہ کار کی باتیں
ہیں ملوک الکلام با تحقیق — شہِ عالی وقار کی باتیں

یاد ہیں یاد وہ مذاق ظہیر
ہائے اُس جانثار کی باتیں

وہ جلوے پیشِ نظر ہیں جو دو جہان میں نہیں — مگر بیان کی قدرت مری زبان میں نہیں
مکین ہے تو بجا پھر کسی مکان میں نہیں — نہیان عیان میں نہیں ہے نہان نہان میں نہیں
سبھی کے اہلِ تماشا ہوے ہیں چشم بکم — خموشیون میں جو ہے لطف وہ بیان میں نہیں
زبان اہلِ خرابات سے سنے کوئی — وہ راز جنکا گذر گوشِ رازدان میں نہیں
نگاہ ہو تو سبھی کچھ ہے جسم خاکی میں — اگر نہیں تو کچھ اس مشتِ استخوان میں نہیں
ہمیشہ خاک بسر ہی رہیگی ہستی میں — بجز غبار کچھ اس تیرہ خاکدان میں نہیں
عروج آدمِ خاکی نژاد تو دیکھو — فرشتیون کا نظیر اہلِ آسمان میں نہیں
نہیں ہے دخل کسیکو تری مشیت میں — وہ تیر شستِ قضا میں ہے جو کمان میں نہیں
یہ کیسے لئے قدرت کی ہے درخشانی — خدا کا نور اگر جلوۂ بتان میں نہیں
وصالِ دوست میسر ہو گر پسِ مُردن — زیانِ جان مرا داخل مرے زیان میں نہیں
نہ پوچھ عشوۂ دلدوز کی حلاوتِ زخم — وہ تیر دل میں ہے جو ترکش و کمان میں نہیں
مزے وصال کے خضر و مسیح کیا جانیں — اجل میں لطف ہے جو عمرِ جاودان میں نہیں
مریضِ دردِ محبت ہون ای زہے قسمت — متاعِ درد و الم جنسِ رائیگان میں نہیں
بشر کو حوصلۂ حمد ہو مجال ہے کیا — زبان میں نطق نہیں وسعتیں بیان میں نہیں
بلا کشانِ محبت ہیں موردِ آفات — شمارِ اہلِ ہوس اہلِ امتحان میں نہیں

جدا ہوں قافلے والوں سے میں برنگِ غبار
گرہم سفر بھی ہوں پھر اہلِ کاروان میں نہیں

ادا ہو جس سے تری حمدِ پاک کا اک حرف
سخن سخن میں نہیں وہ زبان زبان میں نہیں

بہت ہی عشقِ مجازی میں نکتہ سنجی کی
کچھ اسکا وزن ترازو سے امتحان میں نہیں

ظہیر راست خالی نہیں ہے قفسِ حکیم
یہ پیچ و تاب [illegible] کاکلِ بتان میں نہیں

زبان سے رنجِ پنہاں شکوے بن بنکر نکلتے ہیں
چھپے ہیں دل میں جو کانٹے وہ نشتر بنکے نکلتے ہیں

جگر تھامے ہوئے نظارگی اکثر نکلتے ہیں
تمہاری تیغِ ابرو کے اب جوہر نکلتے ہیں

جہاں کھودو وہیں بنیاد کے پتھر نکلتے ہیں
بہت معمورۂ ہستی میں اجڑے گھر نکلتے ہیں

نکلنا کون ہے از خود تمہاری بزمِ دلکش سے
مرے ارمان مری آنکھوں سے خون ہو کر نکلتے ہیں

معاذ اللہ مجکو نرگسِ مخمور پہ چشمک
یہ کیوں تیور بدلتے ہیں یہ کیوں خنجر نکلتے ہیں

خلش خارِ الم کی چارہ گر ساری ہی اعضا میں
کہ جیسے [illegible] رگ رگ سے نشتر نکلتے ہیں

تمہاری چھیکو [illegible] خلل سب موجود میں لیکن
نکالے سے کبھی کوئی نہ نشتر نکلتے ہیں

مشقت اپنی اپنی اور قسمت اپنی اپنی ہے
کہیں گوہر نکلتے ہیں کہیں پتھر نکلتے ہیں

مبارک اہلِ محشر فیصلہ ہے روزِ محشر کا
ہمارے سے شفیع اعمال کے دفتر نکلتے ہیں

کرے شرم کس کس کے ہیں قتیلِ نازنین کس کے
شہیدانِ محبت کے علم کر کر نکلتے ہیں

جوابِ طعنہ شکوہ ہے سنانِ دوستاں دل
جہاں تلوار چلتی ہے وہیں خنجر نکلتے ہیں

وہ سکے عہد و پیمان تھے اب انکو کون ٹھہراتا
[illegible] تماشے اب [illegible] سے نکلتے ہیں

ظہیر اب دل میں طاقت نہ قابو میں ہاتھ اپنا
یہ کچھ اشعار ہیں [illegible] خاطر سے نکلتے ہیں

الٰہی خیر ہو وہ آج بت بن ٹھن کر نکلتے ہیں
قیامت کس کی آئی ہو [illegible] خنجر نکلتے ہیں

تمہارے [illegible] ہم سے [illegible] نکلتے ہیں
نکلتے [illegible] آئے [illegible] نکلتے ہیں

مرے ارمان نکلتے ہین کہ وہ باہر نکلتے ہین
نکلتے ہین تو لیکر ساتھ اک لشکر نکلتے ہین

ترے کوچے سے میرے ارمان ہم مضطر نکلتے ہین
جلو مین لیکے سو ہنگامۂ محشر نکلتے ہین

نکلتے ہین مرے ارمان تو کیا تھمکر نکلتے ہین
نقاب الٹتی ہے جب جامہ سے وہ باہر نکلتے ہین

ولولے کیجتے ہین تیغ کے جوہر سے نکلتے ہین
دمشا مین نور کے سانچے مین دل ڈھلکر نکلتے ہین

قیامت ہے قیامت او نازل ہونے والی ہے
وہ بے تقید کھلے بالون بہر محشر نکلتے ہین

خدا محفوظ رکھے ان کی آشنائی سے
تمنا کب کسی کے دل سے بے تھہر نکلتے ہین

صبا کو مبارک مرے لیلون کی سیاہی
تمہارے مرنے والے تو نہین پر مر کے نکلتے ہین

کبھی مرتے نہین دیکھا باقی مرنے والون کو
زبان سے جو نہین کہتے وہی کچھ کر کے نکلتے ہین

مری ان کی کہے دوست نہین نبھتی نہین نبھتی
چھوین اپنے مین آتا ہون تو وہ باہر نکلتے ہین

زبان پر آ ہی جاتے ہین ہمیشہ جو شکایت سے
نہ شکوہ دبتے ہین دل مین کہ لب پر سے نکلتے ہین

اسیران محبت موت سمجھتے ہین رہائی کو
کہ پابند وفا زندان سے مر کر نکلتے ہین

شگوفہ ہے ترا انداز گفتن یاد آتا ہے
ترے کشتے ترا تکیہ قبر سے باہر نکلتے ہین

ادہر مین ذبح ہوتا ہون ادہر بسمل مرے ارمان
یہ دم کسکے اے قاتل تہ خنجر سے نکلتے ہین

ہوس دل کی ہوئی پوری تو وہ بار وفا اٹھانیکو
وہ اس انداز سے نادم سر محشر نکلتے ہین

نصیب دشمنان کیا کیا دل مجبور ناکامی سے
مرے ارمان ترے ارمان بن بنکر نکلتے ہین

خدا کی شان جو خلوت مین ہم آغوش ہوتے تھے
انہین لوگونکے اب در پر سے بچ کر نکلتے ہین

نہ مانو گا جناب شیخ چھپ چھپ کے پیتے ہین
شکستہ سجدو مین شیشہ و ساغر نکلتے ہین

مقرر حضرت زاہد بھی ہین مقروض ساقی کے
در میخانہ سے اتنے جو کترا کر نکلتے ہین

صراحی ہاتھ مین شیشہ بغل مین زیر سبو سر پر
عجب دہج سے غلام ساقی کوثر نکلتے ہین

تمہین کہہ دو کوئی پہلے بھی دم بھرتا تھا بیعت کا
جنازے سو مرنیوالونکے جواب گھر گھر نکلتے ہین

تمہارا کوچہ حیرت زا کوئی آئینہ خانہ ہے
تماشائی ہمیشہ محو و ششدر نکلتے ہین

ظلم اپنے سے لئے تقلید ختم المرسلین ہیں ہم
کر چکے وا سے رستے کے پیچھے رہبر نکتے نہیں

ہو وہ آفات کہ جن میں خستہ جان ہوتا نہیں ۔ یہ زمین ہوتی نہیں یہ آسمان ہوتا نہیں
حق پرست انسان بے عشق بتان ہوتا نہیں ۔ بادشاہ ہرگز گدا سے زربان ہوتا نہیں
ہو وہ ہیچ و بلا ہوتے ہیں منظور نظر ۔ ہر کس و ناکس پہ لطف امتحان ہوتا نہیں
اپنے اپنے بخت و قسمت اپنی اپنی سا نہیں ۔ قہر کا تو پیشگاہ آستان ہوتا نہیں
آستان دوست کی کیا خاک ہو پامال تو ۔ عاشق بدبخت کوئی پاسبان ہوتا نہیں
قطرہ جب شامل ہوا دریا میں دریا ہو گیا ۔ بے نشان جب تک نہ ہو نام و نشان ہوتا نہیں
جسکا فرش راہ ہوں میں اس کی ٹھوکر ہوں ۔ خاک ہو کر بھی غبار کاروان ہوتا نہیں
خاک ٹھکرا کر رکھ گیا تھا یہ کوئی شوریدہ سر ۔ آج کیوں شور درائے کاروان ہوتا نہیں
پنجہ مغرور جنون کو کام کیا فریاد سے ۔ آتش خاموش میں سرگرم دھوان ہوتا نہیں
خاکسار و کھو بھلا کیا سرفرازی سے غرض ۔ کیوں بلند اپنا الف سا ناتوان ہوتا نہیں
ایک پہ ہے ایک کو اللہ سے توفیق ۔ آسمان پر آسمان کیا سائبان ہوتا نہیں
میں عیان ہو کر زمانے کو نہیں آتا نظر ۔ تو نہاں ہو کر نگاہوں سے نہان ہوتا نہیں
کب لباس خاکساری میں چھپے پوشیدہ ہے ۔ شعلہ فانوس پردے میں نہان ہوتا نہیں
دیکھتا اپنے کو میں کرد ہو کا انصاف سے ۔ آج اپنے وقت کا نوشیروان ہوتا نہیں
میں وفا اپنی جتا کر انکو خود ہوں منفعل ۔ خاطر نازک پہ کیا احسان گران ہوتا نہیں
سر کے دینے میں نہ تھا کچھ عذر مجھکو والہ ۔ اس سبکدوشی سے میں بھی سرگران ہوتا نہیں

بے نشانی کا نشان ہو شہرت اپنی اے ظہیر
ورنہ عنقا کی جہان میں سب نشان ہوتا نہیں

گر یہ جنت خاک ہو وہ جہان ہوتا نہیں ۔ ور پیدا ہرگز آسمان ہوتا نہیں

ہم چمن مین گر نوا سنج فغان ہوتا نہین
مدعی صیاد دشمن باغبان ہوتا نہین

مین کبھی الفت مین رسوائے جہان ہوتا نہین
محرم راز نہان گر راز دان ہوتا نہین

شرع مین نام اسکا گر ورد زبان ہوتا نہین
صاف مجھسے حشر تک وہ بدگمان ہوتا نہین

برق کو کیا لاگ تھی دشمن کو تھی کیا دشمنی
گر مرا صحن چمن مین آشیان ہوتا نہین

شوخ بازاری نہوتا گر وہ دشمن آشنا
راز دان سے اسقدر مین بدگمان ہوتا نہین

کونسی خوبی تھی اس مین گر نہوتی مجھسے ضد
مہربان دشمن پہ وہ نا مہربان ہوتا نہین

بات جو نکلی زبان سے وہ پرائی ہوگئی
کیا جہان مین راز دان کا رازدان ہوتا نہین

کلمۂ حق پر خدا سے آپ کیون برہم ہوئے
آدمی سے آدمی کیا ہمزبان ہوتا نہین

مدعا سے غیر تھا سایہ اسکا نہ مرے
بار خاطر کیون نصیب دشمنان ہوتا نہین

رحمت حق کے سوا ہم بیکسون کی خاک پر
ابر کا ٹکڑا ابھی آکر سائبان ہوتا نہین

خانۂ دشمن سے اب نالے اڑا دیتے دہوین
پائے نازک آپکا گر درمیان ہوتا نہین

اس بڑھاپے مین بھی ہے بوڑھا غضب کا چہیتا
پیر گردون کے مقابل اک جوان ہوتا نہین

شمع محفل انجمن مین گر نہوتی بیحجاب
سوختہ پروانۂ آتش بجان ہوتا نہین

خاکساری سے کہان پہونچا یہ خاکی نژاد
کیون سزاوار سجود قدسیان ہوتا نہین

گر نہوتی کچھ کرامت بادہ خوارون مین ظہیر
مین مرید دختر پیر مغان ہوتا نہین

نکلتے حسرت و ارمان جو اب بن سکتے ہین
یہ ہم نے خانۂ دل مین بڑی نازون سے پالے ہین

یہ سب نقش طلسم باغ ہستی مٹنے والے ہین
ہزارون شعبدہ اپنی نظر سے دیکھ ڈالے ہین

لبالب بادۂ غفلت سے دنیا کے پیالے ہین
سراسر غافل و سرشار پینے کھانے والے ہین

عروس دہر دنیا نے ہزارون مار ڈالے ہین
بڑے دل گردے سے آنکھین اسپہ ڈالے ہین

ابھی نام خدا دیکھا ہی کیا ہے بھولے بھالے ہین
قیامت کے تو دن اب آگے آنیوالے ہین

ابھی کیا ہے ابھی تاز سے قدم گھر سے نکالے ہیں
ابھی رفتار کے فتنے قیامت ڈھانے والے ہیں

تھکے ہارے مسافر آسرا تکتے ہیں منزل کا
وہیں مر گر کے پہنچیں گے جہاں تک جانے والے ہیں

نہیں فریاد رس کوئی جہاں میں دردمندوں کا
وہ فریادی ہیں خود جو درد دل کے سننے والے ہیں

سُنے ہم آج ہی آئے نہیں گلزار ہستی میں
تماشے ایسے ایسے تو بہت دیکھے بھالے ہیں

ہمارے ہمدم و غمخوار پہونچے سب سر منزل
جہان ہو بود و باش اُنکی وہیں ہم جانے والے ہیں

حلاوت تلخکامی کی ہے لذتہائے دنیا میں
سراسر خون دل کے گھونٹ ہیں نگلے نوالے ہیں

مسافر کوئی رستے میں ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا
یہاں کے رہنے والے سب مسافر کے سنبھالے ہیں

سفر میں جیسے بچھڑے ہیں ہمارے قافلے والے
پہنچ کر کیا انہیں ترستے ہیں جو آنے والے ہیں

عجب شیخ و برہمن ہیں نزاع کفر و ایمان ہے
خدا کے گھر ہیں دونوں سبھی ہیں یا شوالے ہیں

دیئے ہیں دل پہ چرکے کیسے کیسے چرخ ظالم نے
ابھی تک زخم دل اپنے تر و تازہ ہیں آلے ہیں

نہیں ہوتا ہے کوئی بیکسوں کا دشت غربت میں
مری تقدیر پر روتے ہیں حسرت تو دکھے چھالے ہیں

عجب کچھ رنگ بدلے ہیں سپہر کینہ پرور نے
جو آگے ڈرنے والے تھے ہم انکو ڈرانے والے ہیں

ازل سے دشمن جانی ہیں یہ لیل و نہار اپنے
یہ ابلق سانپ ہیں کالے کہ ناگن ڈسنے والے ہیں

غرض کچھ دیکھتے نہ مطلب پیچ اپنے سے
یہ عاشق لوگ بھی کم بخت نیارے نرالے ہیں

ہماری بیکسی رو دیگی اب مرگ غریبی پر
نہ ہم بیٹھے والے ہیں نہ ہم پر رونے والے ہیں

پلا دے ایک دو چلو خدا کے نام کا ساقی
فقیر بے نوا آزاد ہیں اللہ والے ہیں

کہیں سے غمے ہیں شادی کے کہیں نالے ہیں شیون کے
کہیں ہم ٹھکے حسرت ہی کہیں جینے کے لالے ہیں

سگ دنیا ہمیشہ مبتلا ہیں حرص دنیا میں
توکل ہی جنہیں ہے انکے پہ اللہ والے ہیں

خدا بنائے دنیا کو جو تقوا ایسی قناعت سے
تو بہتر جام جم سے بھی فقیروں کے پیالے ہیں

ہزاروں دل گھر نکالے ہیں ظہیر اس زلف پیچاں نے
ہم ایسے سیکڑوں کے دام میں کب آنے والے ہیں

سمجھے وہ زلف دوتا سیہ بختی کبھی ہوتی نہین / خاطر برہم کو حاصل یکدلی ہوتی نہین
دوستان خود غرض مین یکدلی ہوتی نہین / یکدلی باہم نہو تو دوستی ہوتی نہین
زندگی ہرگز بسر بے دل لگی ہوتی نہین ہا / بے حلاوت زندگانی زندگی ہوتی نہین
جیتے جی عاشق سے قدر عاشقی ہوتی نہین / بے نشان جبتک نہو نام آوری ہوتی نہین
خوشخرامی کی صفت بے کجروی ہوتی نہین / رنج نہین کرتا کوئی گر بے رخی ہوتی نہین
راہ سے بیراہ رہتے ہین کہین مردان راہ / راستبازونکی طبیعت مین کجی ہوتی نہین
تیکھی چتون شوخ آنکھین جسم گدرایا ہوا / باسے تاہم بھی دلمین گدگدی ہوتی نہین
سادہ رو دیکھا ہو پر رکھو تو اتھوڑا ابھین / دلکشی گیسو مین ہرگز بے کجی ہوتی نہین
کہتے ہین آئینہ مین وہ دیکھا اپنی بہار / پھول ہین پر رنگ و بو بے تازگی ہوتی نہین
ہو وہی اک عکس صاف آئینہ مین دیکھا / ناظر و منظور مین ہرگز دوئی ہوتی نہین
بے نیازی ان بتان سنگدل کی آہ آہ / اس خدائی مین پذیرا بندگی ہوتی نہین
اپنے پانون سے گئے وہ جا نہین ہم جانتے کبھی / آرزو اپنی مراد مدعی ہوتی نہین
خاک اڑانیکو کہان جاتے ترے خانہ خراب / چھوڑ نیکو سر اگر تیری گلی ہوتی نہین
ہین بجا سننے سے عالم کے ہمارے کان تنگ / گوش زد اپنے کبھی نیکی بدی ہوتی نہین
جو نہوتا ہو شگفتہ گل نہین اب کوئی / ہان نہین ہوتی تو اک دلکی کلی ہوتی نہین

ہم دعا گو ہین ہمین السلطنت کے اے ظہیر
اس وظیفہ کے سوا کچھ بندگی ہوتی نہین

مست کیکو بزم غیر مین گر مے کشی ہوتی نہین / خشک لب ہوتے نہین تشنگی سی ہوتی نہین
بے توقع زندگانی زندگی ہوتی نہین / دلبری کمبخت سے ہم عاشقی ہوتی نہین
کون سا معشوق ہے جو پھر نہین جاتا کبھی / دلربا گر تند خو ہو دلبری ہوتی نہین
آپکو خود بینیون نے کردیا عاشق مزاج / ہاتھ سے دم بھر جدا اب آرسی ہوتی نہین

ہنسنے رونا ہے وہاں ماتم گفتار ہے
شکوۂ اغیار پر کیون خامشی ہوتی نہین

یون تو ہونے کو حسین ہوتے ہین سب قہر خدا
پہ تمہارا سا قیامت یہ نازکی ہوتی نہین

کہتے ہین مطلب یہ وہ اچھی نہین یہ چھیڑ چھاڑ
ہمسے تمسے تو کبھی ایسی ہنسی ہوتی نہین

داغ رشک غیر ہے خط غلامی کا صلہ
بندہ پرور ہمسے ایسی بندگی ہوتی نہین

جنگ جنبانی حد سے گذری تو ٹھہرا ہو فدا
منفعل ہم ہین تمھین شرمندگی ہوتی نہین

کجروی سے اپنی باز آتے ہین کچھ فتنہ کب
زلف پر خود آپکی سیدھی کبھی ہوتی نہین

اور بھی دو لیتے تمہارا اسکا ناز ہے
خوشنما غنچے کی کھسیانی ہنسی ہوتی نہین

وقت وہ ہمکو بتا جس مین وعدہ ہو وفا
وہ بھلا کس دن وہ ساعت آج کی ہوتی نہین

دو لبِ نازک کہ بوسے کی ہوا سے چھو گئے
کیا گران اس لب پہ پان کی دھڑی ہوتی نہین

ہو مضامین آفرینی حق جناب شاد کا
ہر کسی کی طبیعت بلبلی ہوتی نہین

ہر قدم اک بے ستون ہو راہ الفت مین نصیر
عشق مین آرام سے عاشقی ہوتی نہین

رنگ وحشت ہے شبیہ عاشق دلگیر مین
ہے بیابان وادی کی ہین پیراہن تصویر مین

لفظ لفظ سے تغیر شوخی تحریر مین
کھنچ گیا نقشہ یہ وہ کیا مری تصویر مین

کہربا کا جذب ہو شوق دل نخچیر مین
دو کے پہلو سے جدا پیکان لگے ہین تیر مین

جا رہا گر کیا فائدہ ہے قید کی تدبیر مین
وحشتین پابند ہوتی ہین کہین زنجیر مین

ناوکِ قاتل ترازو سے دل نخچیر مین
کیا اثر ہا ہے نشانہ پر لگا کر تیر مین

دور ہی سے بولتی ہو فتنہ گر تیر قضا
ڈالدی ہو جان عاشق پیکر تصویر مین

اُف رے تیری قامت اللہ رے اعجاز قد
آگیا عاشق کا دم چلکر تری تصویر مین

ناصحو باقی ہو زندان مین کرا اپنا دم قدم
خاک اُڑتی دیکھ لینا خانۂ نخچیر مین

محتسب جھنجھلا کے کیا تو نے شیشہ توڑ ڈالے
میری توبہ کی شکستین ہین تری تدبیر مین

ہم تو سمجھے تھے کہ اب قطع تعلق ہو گیا
دم نکلنے پر بھی قاتل دم رہا شمشیر مین

تیری رحمت کے مقابل اے مرے آمرزگار
کیا مری تر دامنی تقصیر کس تقصیر مین

انکا رہا ہین نور دخط سے دلکے پیچ و تاب
ہے مری تقدیر کی پیچیدگی تحریر مین

اب اٹھا لیتے ہین سر پر ہم اسیر ناتوان
فیصلہ زندان کا ہے اک نالۂ زنجیر مین

اس نمک پیر کی لذت زخم دل سے پوچھیے
جو نمکدان مین نہین وہ شور ہے تقدیر مین

اس تحیر کا تماشا ہم دکھا دینگے تمہین
کچھ کرشمے ہین اگر اس آہ بے تاثیر مین

دست صورتگر مین نقشہ کھینچ کے آدھا رہگیا
بانکپن سا بانکپن ہے شوخ رنگین تصویر مین

ہر گھڑی جس سلسلہ کی ہے کڑی منزل مین
پائے صحرا گرد جا الجھا ہے اس زنجیر مین

وائے قسمت مدتون جو حلقہ آغوش تھا
آج مشت باد ہے اس دشت دامنگیر مین

ہے ضعیفی مین عبث اپنا جوانی پر ظہیر
از جوانون کا ہے کس بل آسمان پیر مین

بہار آئی ہے ساقی دمبدم ہو اللہ والون مین
شراب پرتگالی بھر دے نرگس کے پیالون مین

دل پر تیرے شد الجھا ہے گھونگھر والے بالون مین
پریشانی کے سامان ہین دل آشفتہ حالون مین

ترستے ہو سے کمر کی بحث ہو نازک خیالون مین
شکر ریزی لب شیرین پہ ہے شیرین مقالون مین

رواج موشگافی ہے بہت نازک خیالون مین
تلاش اسکی کمر کرتے ہین گھونگھر والے بالون مین

برے ہو کر بھی سنتے وہ جہان مین نام پایا ہے
کہ اب ضرب المثل ہین ہم نظیرون مین مثالون مین

ہم انکی بزم مین بیگانہ وش اسطرح رہتے ہین
کہ جیسے بے ہنر کا تذکرہ صاحب کمالون مین

بہت کچھ دور کی سنتے ہین رندان خراباتی
نمایش جام جم کی ہے فقیرون کے پیالون مین

توانگر عزت و دولت مین کیسی بات کرتے ہین
زر گل سے بھرے ہین چھنگنیان غنچون کے گالون مین

جوانی لیگئی ہمراہ سب سامان حلاوت کے
نہ اب وہ لطف شیرون مین ہے نہ وہ لذت نوالون مین

جداگانہ ہے تیری چشم شوخ و شنگ کا عالم
نہ یہ جادو ہے نرگس مین نہ یہ دم ہے غزالون مین

ایسی پردے میں اکثر دلوں سے دل لگے ہیں
سنا دیتا ہوں آنکھوں درد دل شیون ہیں نالوں میں

سمجھ اے زاہد سالوس چشم حق نگر کب ہے
چھلکتا بادۂ عرفان ہے رندوں کے پیالوں میں

خدا رحمت کرے ایسی ظہیر رند مشرب پر
عجب انسان تھا باوضع تیرے رندوالوں میں

سناؤں قصۂ غم دل گداز نالوں میں
اگر دماغ شنیدن ہو سننے والوں میں

خرام ناز کے فتنے ہیں دیکھے بھالوں میں
ستم اٹھوائے ہیں کیا ایسی ویسی چالوں میں

تمہاری آنکھ کی شوخی کہاں غزالوں میں
غزال چشم ہیں سب اپنے دیکھے بھالوں میں

ہماری چاہ سے چاہت کو چار چاند لگے
کرشمہ عشق کے پیچھے ہیں مہ جمالوں میں

یہ چیز کہنا کبھی ہم سے ہم نہیں ہیں ہرجائی
جھگڑتے پھرتے ہو لوگوں سے تم خیالوں میں

وصال ہو کہ نہ ہو وہ جواب دیں کہ نہ دیں
پیامبر سے ہو باقی نہ کچھ سوالوں میں

غلط کہ گوش زد اُنکے ہو نالہ ہر دن
کہاں ہے تاب سمائی شکستہ بالوں میں

ظہیر ہے میں غلامان ساقی کوثر
ہمارا نام بھی ہے خلد کے قبالوں میں

پیامبر نے رکھا سب کو ٹالے بالوں میں
نہیں تو فیصلہ ہوتا تھا دو سوالوں میں

نہ حال والوں میں ہم ہیں نہ قال والوں میں
غریب رند ہیں تیرے خراب حالوں میں

تم اپنی چال نہ بھولو عدو کی چالوں میں
برنگ سبزہ لکھو ہم کو پائمالوں میں

خدا کی شان کہ دنیا ہے اُنکی چالوں میں
ابھی شمار وہ ہوتے ہیں بھولے بھالوں میں

وہ مہندی ملتے ہیں تلووں میں ہم کف افسوس
ہمارے ساتھ ہیں دشمن بھی پائمالوں میں

مژہ کے تیر سنانیں چلیں نشانہ ہوں کی
دل تپیدہ و شیدا ہے چھیدوں میں بھالوں میں

رسا ہوا اُس کف پا تک نہ سے نصیب حنا
ہمیشہ ہم تو رہے پاؤں ملنے والوں میں

یہ کون چٹکیاں لیتا ہے دل میں رہ رہ کر
نہ شیشے ٹوٹتے ہیں دل کے چھالوں میں

بلائے زلف سے بڑھکے ہے چشم کا جادو / زیادہ زہر ہے کالون سے کوڑیالون مین

جتا رہی ہین یہ غصہ مین خشمگین آنکھین / مئے دو آتشہ ہے زہر کے پیالون مین

حرام کہکے نہ بدنام کر اسے زاہد / غریب دختر رز ہے نمک حلالون مین

شمار کیا ترے کوچے کے خاک بیزون کا / نسیم صبح سے لاکھون ہین خستہ حالون مین

نزاکتون سے کہان ہین اُٹھین دماغ حسن / غرور جوہر فطری ہے حسن والون مین

سُنا ہے اگلے زمانے مین تیری جان سے دور / کوئی ظہیر بھی تھا تجھپہ مرنے والون مین

دنیا سے اُٹھ گئے وہی اک پردہ نشین ہین / جو شرم سے آتے کبھی دل تک بھی نہین ہین

دنیا کے دغاباز ستمگر یہ حسین ہین / ایسون سے مگر چاہنے والے بھی ہمین ہین

دیکھا ہی نہین انکو کبھی دل سے نکلتے / ارمان مرے تجھسے سوا پردہ نشین ہین

کچھ دل مین ہی ہے بل غیر کی جانب سے مقرر / بیوجہ کئی روز سے وہ چین بجبین ہین

وہ الفت اغیار مین کچھ ہوگئے ایسے / اب گھر مین نہین کیا کہو کہین بھی نہین ہین

پی جاؤن نہ کیون زہر کے گھونٹون مین مزا ہو / ملنے کی ترے لب کے سراپا شکایت ہین

آئینہ ہے سب محفل دشمن کی حقیقت / جس گھر مین مکین آپ ہین ہم بھی تو وہین ہین

تھی تیرے کوچے مین سب برباد ستمگر / جو صدر نشین تھے کبھی اب خاک نشین ہین

زبان اور ملو غیر سے صورت کو تو دیکھو / کس منہ سے کہو گے کہ حسینون مین حسین ہین

کمبخت یہ دلسے نہین مٹتے نہین مٹتے / دو حرف محبت بھی عجب نقش نگین ہین

کیا رو دون نصیبون کو ظہیر جگر افگار / غمخوار مرے تجھسے سوا اور حزین ہین

گردش مین شب و روز جو ہم خاک نشین ہین / دو چار فلک اور مگر زیر زمین ہین

وہ دل مین نہین غیر کے گھر مین بھی نہین ہین / کیا جانے کہان جاکے ہوئے پردہ نشین ہین

چوسے ہین کبھی غیر نے اسکے کان ملاحت　ہے صبح سے چپکے ترے لعل نمکین مین
ناصح کو عبث فکر ہوا تجھ سے گری کا　ہم تنگ جہان پہلے ہی پیوند زمین ہین
تو ناک رگڑتا ہے جہان جا کے شب و روز　اے شیخ یہ بت بھی تو اسی گھر کے مکین ہین
اے پیچ صبا اُسکے ذرا دل کی نہ لینا　غنچے ہوئے پہلے ہی سے وہ چین جبین ہین
ہونٹون سے ہوا راز نہان فاش ہمارا　ہم تنگ بہت ضبط سے اور پردہ نشین ہین
بلبل ترے نالون کا دماغ انکو کہان ہے　غنچے کے چٹکنے ہی پہ وہ چین بہ جبین ہین
نکلے نہین جو قول سے بیشک وہ نہین ہو　پھر جاتے ہین جو عہد سے ان بان نہین ہین
تسا تو کوئی ایک بھی لاکھون مین نہو گا　کہنے کو ہزارون ہی زمانے مین حسین ہین
وہ لیے عدو بھی مرے پہلو مین نہ بیٹھے　جب خانہ نشین تھے تو اب گوشہ نشین ہین
آیا تھا یہان داد کو کیا اس کی خبر تھی　لو جی مرا دل چھیننے والے بھی یہین ہین
آئینہ ہو یا ماہ ہو یا لالۂ و گل ہو ان　بے داغ نہین جتنے زمانے مین حسین ہین

اردو کے چلانے مین ظہیر اپنے ہی ہین اب
اگلون کے جو چیدہ ہین وہ اشخاص یہین ہین

کیا جانیے کیا سحر ہے دنیا کے دلی مین　ہم یاد وطن بھول گئے بے وطنی مین
وہ تو نہ پیکان مین نہ برچھی کی انی مین　جو دل شکنی ہے تری بیباک نگنی مین
اللہ رے ترا حسن بیان کم سخنی مین　کرتا ہے فدائی سخن بے دہنی مین
کچھ کم نہین عقرب سے عدو نیش زنی مین　رہتا ہے شب و روز مری بیخ کنی مین
کیا وقت گذارا ہے یہان چشم زدنی مین　ہر چند نہین خاک بھی دنیا کے دنی مین
سو بار شکایت ہوئی تو سو بار ہے بات اس　انجام سوا لطف ہے پیمان شکنی مین
دعوے تو کرو دوستی کہ دشمن کو بنا کر　دینا کا اثر غیر مری دل شکنی مین
مین غم سے سبکدوش ہوا ہون تو قتل وہ کیجے　تاخیر عبث ہے مری گردن زدنی مین

واقف تو نہیں لذت اقدام سے اے شیخ
پینے سے سوا لطف ہے توبہ شکنی مین

عیب جُو دیہو سے مجھے رنج دل خستہ گوارا
کیا فائدہ پھر تمکو مری دل شکنی مین

آسان نہین بیان شکستہ کی درستی
کیون جوڑ لگاتے ہو مری دل شکنی مین

چل پھر کے ذرا باغ مین سیدہا اسے کردو
ٹھوڑلیسی اکڑ بل سے ہے جو سرو چمنی مین

نازک ہو نزاکت پہ کہین حرف نہ آجائے
دل توڑنا پڑتا ہے محبت شکنی مین

نکلے ہین سنگانے سے مرے غیر کے ارمان
لوگونکی بھی ہے مری بیخکنی مین

قمری ہے نوا گر قدِ موزونکی ثنا مین
بلبل ہے غزل خوان صفت گل بدنی مین

اب خیر نہین فاقہ کا تاب و توانکی
وزدیدہ نظر سینے لگی راہ زنی مین

آشوب سے خالی نہین رہتا ہے زمانہ
تم فتنہ نوخیز ہو دور کہنی مین

ہر دم یہ تمنا ہے ظہیر دل افگار
ہو جائے کفن قامت حسن وحشی مین

بوسون کے نشان ہین لب لعل یمنی مین
کیا زہر گھلا ہے تری شیرین سخنی مین

تم پہلوئے دشمن سے اٹھائے نہین اٹھتے
کس درجہ گرانبار ہو نازک بدنی مین

چھوٹا سا ہے منہ بات بڑی دعوئے حقی
اے غنچے دہن کیا ہو تری لاف زنی مین

تم آکے ذرا باغ مین تیج و بیچ تو دکھادو
غنچے کو بہت ناز ہے گل پیرہنی مین

شب کس سے ہم آغوش تھے آئینہ تو دیکھو
کیا خاک سی اُڑتی ہے بہار چمنی مین

سوتے ہین منہ کر کے کبھی گھر کیطرف کو
وہ لطف اٹھائے ہین غریب الوطنی مین

اغیار کو کیا دیکھتے ہو اپنے کو دیکھو
کانٹونسے الجھتے ہو عبث گلبدنی مین

نازک ہین اگر آپ تو بندہ نہین معذور
رکھدونگا جگر توڑ کے برچھی کی انی مین

یہ داد طلب کسکے ہین ای داور محشر
گل چاک گریبان ہین ہو رخصت کفنی مین

مانا گل رخسار پہ بوسون کے نہین نیل
دانتون کے نشان ہین لب لعل یمنی مین

گھر تعزیہ خانہ ہے تو در ہے در زندان
فریاد میں دن کٹتا ہے شب سینہ زنی میں

کٹتے نہیں تیشے سے بھی ایام مصیبت
دن رات گزرتے ہیں اسی کوہکنی میں

دیوانگی اچھی ہے ظہیر اہل خرد سے
خیاط کا احسان نہیں عریاں بدنی میں

دو دم نہیں ہے آہوئے مردم شکار میں
فرق آ گیا ہے گردش لیل و نہار میں

وحشت زدہ میں جامے سے باہر ہوا ہوں
ٹکڑے اڑا دیے ہیں کفن کے مزار میں

آیا جواب نامہ ہے خط غبار میں
ہے خاک اڑ رہی دل امیدوار میں

جل تھل بھرے ہیں دیدۂ خوننابہ بار میں
نشتر کی دھار ہے رگ ابر بہار میں

چھوڑے پھپھولے ہم چمن روزگار میں
نخل خزاں رسیدہ ہیں فصل بہار میں

کھانا حرام ہے تری دوری میں [illegible]
کیا زہر گھل گیا ہے غم روزگار میں

آہٹ پہ کان در پہ نظر ہے لگی ہوئی
ہوں چشم حیرتی ترے انتظار میں

قاصد نے آ کے خاک میں سب کو ملا دیا
کیا کیا نہ شور تھے شب انتظار میں

پوچھیں گے تیرا نام نکیرین [illegible]
ہوتی ہے بحث بہت کچھ مزار میں

وحشت کے دن قریب ہیں گھبرا نہ [illegible]
مہندی لگی ہے [illegible] کف پائے یار میں

ہوتے ہیں دوست کے دشمن حساب دل
ہم خاک ہو کے گنج ہوں روز شمار میں

سوز غم فراق کی تاثیر دیکھنا
ناسور پڑ گئے ہیں دل داغدار میں

تم شوق سے جفائیں کرو جاؤ بے حساب
گن گن کے شکوے کرتے ہیں روز شمار میں

پوچھو نہ لذت خلش خار اے ظہیر
ہیں دل کے آبلے کف پائے نگار میں

نقش قدم رقیب کے ہیں کوئے یار میں
[illegible] ہیں جو دھبے عذار میں

وہ غنچہ ناشگفتہ ہے جو ہے سینہ میں
دل کے سوا نہیں چمن روزگار میں

روتے ہیں جب تصور دندان یار میں
موتی پروئے ہیں مژۂ اشکبار میں

ہمسا ملے گا اور نہ دنیا میں شیفتہ
ہم فرد روزگار ہیں سو میں ہزار میں

کب چھوٹتے ہیں لوٹنے والے جواب ہے
جو نقد یہ کہ رہے ہیں کہیں گے ہزار میں

کس کس کی روک تھام کرون کس کا دل کہون
دل اختیار میں ہے نہ تم اختیار میں

اچھا ہے بعد مرگ جو مٹی ہوئی عزیز
مل جل کے رنگ میں ترے کوچے غبار میں

گردش میں ایک پانو سے رہتا ہی گردباد
شاید ہماری خاک ہے شامل غبار میں

بدنام کرنے والے ہوئے سیکڑوں تو کیا
ہوتا ہے ایک چاہنے والا ہزار میں

آنکھیں یہ کہ رہی ہیں دغا ہی فریب ہے
پنہاں ہیں شوخیاں نگہ شرمسار میں

حیران کے وسے ہوئے غنچوں لپٹ کے تک
یہ گل سنے کے کلے ترے چھپ لوٹ کے ہار میں

مجبور ہو کے شکوے سے کئے ہیں خطا معاف
دل اختیار میں نہ زبان اختیار میں

ہم جانتے تھے ہوتی ہے دونو طرف سے چاہ
دھوکے بہت اٹھائے اسی اعتبار میں

ملحوظ پاس خاطر سائل ہے اے ظہیر
ورنہ غزل کی فکر ہو کیا انتشار میں

کشیدہ آپ عنب سے شراب کرتے ہیں
نجوم تاک کو ہم آفتاب کرتے ہیں

شکست نشہ میں جام شراب کرتے ہیں
گنہ کے ساتھ ہی کار ثواب کرتے ہیں

قدح کشون پہ جو واعظ عتاب کرتے ہیں
ابھی سے بند یہ توبہ کا باب کرتے ہیں

ہم انکو چھیڑ کے یون بیحجاب کرتے ہیں
کہ بدگمان ہمیں بند نقاب کرتے ہیں

وہ یون گلون سے مجھے لاجواب کرتے ہیں
کہ دوستدار دلون میں حساب کرتے ہیں

وہ بزم غیر میں شغل شراب کرتے ہیں
دل و جگر کو ہمارے کباب کرتے ہیں

ہمارے دم کو نکیرین تنگ کئے دربان
یہ جیتے جی ہی فرشتے عذاب کرتے ہیں

سنا ہے دختر رز سے نکاح کل پڑھون
جناب شیخ مشیخت مآب کرتے ہیں

شب فراق کے صدمے ہیں بعد مردن بھی
لحد میں آ کے فرشتے عذاب کرتے ہیں

غضب ہے جنکی محبت میں جان جاتی ہے
ہمارے سایہ سے وہ اجتناب کرتے ہیں

نمک چھڑکتے ہیں زخموں پہ اور وہ کیا خاک
تسلی دل حسرت مآب کرتے ہیں

پیامبر سے وہ کہتے ہیں ہوئیگا وصال
وہ جان دیتے ہیں کیوں اضطراب کرتے ہیں

مرا قصور نہیں آپکی خطا ہے کہ آپ
حجاب کرکے مجھے بے حجاب کرتے ہیں

خفا ہو دل ہو کہ ذلت ہو کوے دشمن میں
وہ ہر جگہ مری مٹی خراب کرتے ہیں

غضب میں جان کو ڈالا مزاجدان بنکر
وہ بات بات میں اب تو عتاب کرتے ہیں

وہ خط میں لکھتے ہیں کچھ اور بات کچھ اور
پیامی اور سوال و جواب کرتے ہیں

نہ آئے لب پہ خبردار نالۂ شبگیر
ابھی وہ بستر راحت پہ خواب کرتے ہیں

وہ بے حجاب ہیں تاہم نظر نہیں آتے
کہ جلوے حسن کے کار نقاب کرتے ہیں

عجب نہیں کہ گلے کاٹ کر وہ مر جائیں
وہ بہر قتل مجھے انتخاب کرتے ہیں

کسی کی دل شکنی کیا گناہ نہیں واعظ
عذاب خیر کے بدلے ثواب کرتے ہیں

ہزار شکر کہ حسب مراد اپنی ظہیر
جناب شاہ میں کامیاب کرتے ہیں

ہے گلشن کن کا چمن آرا مرے گھر میں
کیا وقعت گل ارغوان میری نظر میں

اب پاؤں میں چکر ہے نہ سودا ہے وہ سر میں
بیکار سے بیٹھے ہیں بت وحشی گھر میں

دو چار جو آنسو ہیں مرے دیدۂ تر میں
یہ پھول ہیں وہ خار کہ چبھتے ہیں نظر میں

باقی ہے کہ کم عمر کی ہے قطع محبت
[illegible] ہیں جگر میں

کہتے ہیں وہ آئینہ میں منہ چوم کے اپنا
خوشبو ہے وہ غنچے میں نہ نکہت گل تر میں

ہے عیب نہیں تا نہ کرے [illegible] آیا
[illegible] داغ [illegible] میں

دم بھر بھی نگہبان کی جھپکی نہیں پلکیں
کیا خار [illegible] ہیں مرے [illegible] میں

گھر کر گئیں دلوں میں کہیں دزدیدہ نگاہیں
وہ بات نہیں اب مرے نالوں کے اثر میں

شہرت مری دنیا میں لئے پھرتی ہے مجھکو
ہوں خوبیٔ قسمت سے وطن میں بھی سفر میں

کیا خاک گڑائیں گے نگاہوں سے مجھے غیر
جب آپ سماتا نہیں میں اپنی نظر میں

گھر میں سر شوریدہ کو دھنتا ہوں شب و روز
چکر مرے تلووں کا ہے آیا مرے سر میں

انسان ہو اگر غیر تو رکھتے نہ زبان پہ
ہو فوالغرض مہر محبت کے ثمر میں

دل دیکے حسینوں کو نہ ہوا نہ پچھتا کوئی
دیکھا نہ ثمر ہمنے محبت کے شجر میں

یارب ہو وہ میرا ہی اُنہیں جذب محبت
پھرتے ہیں جو گھبرائے ہوئے شام کو گھر میں

اے رشک تجھے اس دل مضطر کی قسم ہے
آرام سے وہ بھی نہیں غیر کی بر میں

گھر کرنا نگاہوں میں کوئی سیکھ لے مجھ سے
کانٹا سا کھٹکتا ہوں رقیبوں کی نظر میں

یارب ہو دشمن کو بھی آزار محبت
شامل ہو خبر غیر کی کیوں میری خبر میں

پاکان ازل رہیں جہاں سے ہیں مبرا
کیا کام خس و خار کا دامان نظر میں

کیا ہو گیا اس گردش گردوں کو ظہیر آہ
وہ شب ہے نہ شب میں نہ سحر ہے وہ سحر میں

پوچھتا ہوں ایک ایک سے اپنی خبر کو میں
آیا ہوں بیخودی میں کہ بہرتے کدہر کو میں

کہتا ہے رشک چھوڑ دوں اس رہگذر کو میں
کعبہ ہو گھر ترا تو نہ جھانکوں اُدھر کو میں

نازاں جس التفات پہ تھا عمر بھر کو میں
پاتا نہیں ہوں سیکڑوں کوس اس نظر کو میں

کھوؤں سرشک چشم کو یا چشم تر کو میں
روتا ہوں دیکھ دیکھ کے خود اپنے گھر کو میں

کب تک تکوں امید میں دیوار و در کو میں
جی چاہتا ہے پھوڑ کے مر جاؤں سر کو میں

تا صدر پہنچے ہیں تمہاری زبان سے
یا در اگر نہو تو دکھا دوں جگر کو میں

ہمراہ نالہ کھنچ گئے دلکش جگر سے ہے
رکھتا ہوں اپنے ساتھ دل نوحہ گر کو میں

ہر دشمنوں سے دشمن دانا سے بہتر ہے
وہ غم دیا کہ یاد رکھوں عمر بھر کو میں

ہوتا ہے کون وقت مصیبت شریک درد
دل مجکو رو رہا ہے دل تو جگر کو مین

اسکے طریق عشق مین مل جاتے گر کہین
جھک جھک کے سو سلام کرون راہبر کو مین

خط کیا دیا کہ جان کی دونون کو پڑ گئی
روتا ہے نامہ بر مجھے اب نامہ بر کو مین

کافر خدا کے واسطے رہنے دو چھپا
لیجاؤنگا نہ سر پہ ترے سنگ در کو مین

اتنا دریغ نیم نگاہی مین واہ وا
آنکھون مین رکھ نہ لونگا تمہاری نظر کو مین

کیا رہے اگر نہ دل سے دعائے سحر
ممنون لطف غیر ہون عمر بھر کو مین

بدلے دوا کے زہر پلا دے اگر مجھے
نقد حیات نذر کرون چارہ گر کو مین

ہو جائے کور چشم بد پیچکر خدا کرے
سمجھا رہا ہون [illegible] کو مین

ثابت ہوا مزاج تلون پسند ہے
سمجھا تھا ہون خوب تمہاری نظر کو مین

الزام رشک غیر سے وہ تو بری ہوئے
خط دیکے لا جواب ہوا نامہ بر کو مین

احسان کیا کہ خوگر آزار کر دیا
بیداد گر کہونگا نہ بیداد گر کو مین

اتنا ہون ہون دور کہ مطلق خبر نہین
گھر والے مجکو بھول گئے اور گھر کو مین

باریک بین ہون شاعر نازک خیال ہون
ارشاد ہو تو ڈھونڈھ کے باندھون کمر کو مین

تا قدردانی زمانہ سے وہ تنگ ہون ظہیر
سمجھا ہوا ہون عیب سے بدتر ہنر کو مین

زور سے ظلم سے دل اہل ستم لیتے ہین
جان دیتے ہین کہ ہم جان کو غم لیتے ہین

چلتے چلتے جو سر راہ وہ دم لیتے ہین
فتنے نقش قدم اٹھکے قدم لیتے ہین

ہائے بیداد سے ظالم کہین دم لیتے ہین
دوست دشمن ترے ملنے کی قسم لیتے ہین

عمر بھر کے لئے آزار جو ہم لیتے ہین
مفت دل دیتے ہین جان کو غم لیتے ہین

ہم جو کھانے کے لئے ہاتھ قسم لیتے ہین
اتنا نہ پیتے ہوئی گی وہ قسم لیتے ہین

مول جب وہ کوئی شمشیر دو دم لیتے ہین
لیا تھا [illegible] فرصت موت سے ہم لیتے ہین

آپ غم دے کے ہمیں دل ہی رقم لیتے ہیں
آپ کیا لیتے ہیں کیا آپ سے ہم لیتے ہیں

زہر ہے تیر سے دانستہ پھنسانا دل کا
کیا قیامت سر شوریدہ پہ ہم لیتے ہیں

دوست بنتے ہیں وہ دشمن کو برا کہہ کہکر
دم ہوئے دیدۂ بیکے مرے دل کا بھرم لیتے ہیں

جادۂ شہر خموشاں ہے جہاں گذران
قافلے بار سے تھکے سب ہیں دم لیتے ہیں

دوست بنکر کبھی ناصح کبھی دشمن بنکر
لاکھ پہلو سے مرے دل کا بھرم لیتے ہیں

ستم سہتے ہیں اور انکو دعائیں دیتے
وہ ستم کرتے ہیں پھر داد ستم لیتے ہیں

ایک بوسے پہ محبت ہے تمہیں مائل سے
مال و زر دیکے دعا اہل کرم لیتے ہیں

پائے تا ہم نہیں ارمان سے نکلنے پاتے
مرکے سو بار جو جینے میں جنم لیتے ہیں

کیا کہیں اچھا دے کیا نقد ہے سودا دل کا
دل و دیں دیتے ہیں ہم درد و الم لیتے ہیں

لکھنے بیٹھے بھی اگر درد دل زار کو ہم
ہاتھ سے کاتب اعمال قلم لیتے ہیں

دل کا بازار گرا ہے جو سی کاروں نے
جنس کا سدا کو خریدار بھی کم لیتے ہیں

کھینچ دیتے ہیں خط اک کارکنان تقدیر
ہاتھ میں جب مرے مطلب پہ قلم لیتے ہیں

اور صبا زلف پریشاں میں دموں میں رکھتے
خوب رو وہ ہیں کہ دم دیتے ہی دم لیتے ہیں

صبا مشتاق کوئی اور نہ پائے گی کہ ہم
صبح تک تیری بلائیں شب غم لیتے ہیں

ہم جو کہتے ہیں کہ ہم بیچتے ہیں دل اپنا
سنکر اکڑ وہ سناتے ہیں کہ ہم لیتے ہیں

صبح تک دست تصور سے شب فرقت میں
کون لیتا ہے بلائیں تری ہمدم لیتے ہیں

جب کہا میں نے تمہیں جان کا گاہک کوئی
سنکے بولے کہ ترے سر کی قسم لیتے ہیں

واہ بازار محبت میں ہے کیا خوب رواج
داغ دل دیتے ہیں اصنام درم لیتے ہیں

فوج حسرت کی جو ہوتی ہے چڑھائی دلپر
ہاتھ میں نالۂ شبگیر علم لیتے ہیں

کہتے ہیں صبر کرو صبر کا ہونا معلوم
مرغ بسمل تہ خنجر کہیں دم لیتے ہیں

ایک تم ہو کہ جو دل لیتے ہو غم دیتے ہو
ایک ہم ہیں کہ ہمیں دل دیکے الم لیتے ہیں

جا نکلتے ہین جو میخانہ کی جانب کو نظیر
دور کر اہل خرابات قدم لیتے ہین

منحصر ہر شے کا ہے نشو و نما برسات مین
حق تو یون ہے زندگی کا ہے مزا برسات مین

واہ کیسی جوبن پہ ہین آب و ہوا برسات مین
زندگی کا لطف ہے پی کو بلا برسات مین

ہے یہ معشوق کا قہر خدا برسات مین
ہو نہ دشمن سے کوئی دشمن جدا برسات مین

آجکل ملتے ہین سب بچھڑے ہوئے اے گلبدن
ندیان نالے ہوئے ہین ایک جا برسات مین

کیسی کیسی وصل کی راتین ہین تیوہار کے دن
بیوفا عاشق سے ہوتے ہین خفا برسات مین

ہو شب فرقت مین عاشق پہ بلا دکھتا ہے دل
جھوم کر آتی ہے کیا کالی گھٹا برسات مین

شاہدان گلبدن ہین مست پا تا فرق
رنگ لایا ہے غضب رنگ حنا برسات مین

کار نشتر کر رہی ہین دلپہ بوندین تیر سین
تیغ زن ہے ہر طرف موج ہوا برسات مین

ہے چمک بجلی کی گویا بخت عاشق کی چمک
تو دو چند ہین گھٹے سے دلربا برسات مین

ہے محبت عاشق و معشوق مین ہوتا ہے وصل
دل سے اٹھ جاتی ہے سب شرم و حیا برسات مین

ہو سر تابوت بھی باران رحمت کا نزول
موت بھی آئے تو آئے اے خدا برسات مین

سبز شیشے لب پہ ہین موج شراب
واہ کیا دریا ہے لہرین لے رہا برسات مین

بادہ نوشون پر ہے زاہد رحمت باری کا جوش
چھوٹتے پھرتے ہین کیا ابر و ہوا برسات مین

دیدۂ پرخون لگائے کیون نہ ساون کی جھڑی
وہ گلابی پوش ہے مجھ سے جدا برسات مین

کیا حلاوت زندگی کی عہد پیری مین نظیر
ہے جوانی کے لئے لطف خدا برسات مین

ردیف واو

اندھیری ذلفین دیکھا مجھکو
[illegible] عشق [illegible] سودا مجھکو

تم آفت کی بلا ہو مجھکو
[illegible] مجھکو

تم مجھکو بیخود و سرشار سمجھو — مگر دیوانۂ ہشیار سمجھو

ہوئی پامال گر جو جائے ہو جا — تم اپنی شوخی رفتار سمجھو

نہیں کچھ کہہ رہے ہیں نیم بست — مگر انکا مطلب گفتار سمجھو

تمہاری زلف پیچان میں ہیں جو دل — ہر اک عقدۂ دشوار سمجھو

بہ گرفتگی ہے جتنے بیچ بند — انہیں کو محرم اسرار سمجھو

نہ شکوہ کار سے دشمن کے ہمیں — مری آسانیان دشوار سمجھو

عبث ہولی سے ہر گوشی عدو سے — مجھے بھی تم در و دیوار سمجھو

پکاریگا قیامت میں مرا خون — جراحت کو لب اظہار سمجھو

پڑا رہنے دو تم کوچے میں اپنے — مجھے بھی سایۂ دیوار سمجھو

انا الحق کہہ اٹھوائے اہل تحقیق — گر ایسا ہے زبان دار سمجھو

اٹھا دو دے گر دہم من و تو — کسیکو غیر نہ تم اغیار سمجھو

نہیں کچھ وادی ایمن میں توحید — ہر اک جا جلوۂ دیدار سمجھو

دوئی تک سے جواب لن ترانی — خود اپنکو پردۂ دیدار سمجھو

تم اپنے حلقۂ تسبیح کو شیخ — کسیکا رشتۂ زنار سمجھو

جز و کل شاہد وحدانیت ہیں — ہر برگ گل لب اظہار سمجھو

مرا کھلنا نہیں آسان یکایک — مجھے اک عقدۂ دشوار سمجھو

دلیل اثبات کی ہر نفی و پیہم — تم اس اقرار کو انکار سمجھو

مرا یہ گریۂ اشک ندامت — نزول رحمت غفار سمجھو

گواہی کو مرے زخم جگر کی — لب سوفار کو تیار سمجھو

مرے دامن سے گر الجھے کوئی خار — اسے میرا گل دستار سمجھو

تغیر خط لفظ سے مجھکو بھی — تم اپنی نرگس میخوار سمجھو

بہت سے راہزن ہین گرد بیٹھے | مری منزل ہی دشوار سمجھو

ظہیر آئینۂ وحدت نما ہین
پڑھو دیکھو مرے اشعار سمجھو

نگاہِ حق نگر بخشی ہدی گویا زبان مجھکو | مرے ہمراز نے مارا بنا کر رازدان مجھکو
کہان ہے فرصت نظارۂ باغ جہان مجھکو | لئے پھرتا ہو اپنے ساتھ ہر دم آسمان مجھکو
ہوئی ہر جب سے حاصل بیعت پیر مغان مجھکو | نظر آنے لگا کیا کچھ عیان مجھکو نہان مجھکو
کہان سے زندگی بیوفا لائی کہان مجھکو | عدم مین چھوڑ کر لائی ہوئی عمر روان مجھکو
طے دشت طلب مین کیا سراغ رفتگان مجھکو | نظر آتا نہین کوسون غبار کاروان مجھکو
کہا مختار بدنامی سمجھے بے اختیاری ہے | بنایا خانۂ برباد کا تو پاسبان مجھکو
نہ ساحل ہے نہ کشتی بان ولنگر ہے نہ چل بیڑا | کہان لا کر ڈبویا کشتیٔ عمر روان مجھکو
عزیز و اقربا جتنے تھے سب اخوان یوسف تھے | دھکیلا چاہ مین ڈالا ہوا سے کاروان مجھکو
نگاہین پھیر لین کس کی الٰہی دور ساغر مین | صراحی کے عوض کیون لگ گئین یہ ہچکیان مجھکو
مری خونناب افشانی نے کیسے گل کھلائے ہین | دکھائین دیدۂ پرخون نے کیا رنگینیان مجھکو
تمکو فخر ہو تیرے رسوائی کے بدنامی کے گل بوٹے | دکھانے تو نے کیا کیا [illegible] مجھکو
ہنسی ہے جب کسی محفل مین دست خندہ دیتا | [illegible] مجھکو
مری آنکھون پہ ظالم نے کچھ ایسے پردے ڈالے ہین | نظر آتا نہین [illegible] مجھکو
نصیحت گر بنے مین لو خدا کی شان دیکھو ہی | [illegible] مجھکو
مری تقدیر مین [illegible] | [illegible] مجھکو
نہ وہ گل ہین نہ غنچے ہین نہ وہ تختہ ہے نہ وہ دل | [illegible] مجھکو
صدا سے ہنوایان چمن سے دم الجھتا ہے | [illegible] مجھکو
ہوا ہون تیغ دم [illegible] | مری [illegible] مجھکو

نہین ہوتا کسیکا کوئی وقت بین ہمراہی
اجل نے بھی یہ ٹھہرایا سمجھکر نیم جان مجکو

مبارک دشمنون کو زندگی خضر و مسیحا کی
کہ ہمدم ہے جدائی کا حیات جاودان مجکو

خبر ہوتی ہے دل کی دلکو بخشش ہو کہ الفت ہو
مین اپنا رازدان ہون تم اپنا رازدان مجکو

الٰہی موت آتی ہے کہ اسکا فکر یاد آئی
یہ بیٹھے بیٹھے کیون آنے لگی ہین ہچکیان مجکو

ٹھہر جا اے دل مضطر وہ آئے اور اب آئے
خبر تار نفس سے دے رہی ہین ہچکیان مجکو

جناب شاد کا دل سے دعا گو ہون ظہیر اب تو
کہ اس پیرانہ سالی مین کیا ہے شادمان مجکو

نظر آتا نہین دنیا مین میرا قدردان مجکو
بنایا ہو قضا نے یوسف بے کاروان مجکو

الٰہی اب نہین ہے طاقت ضبط فغان مجکو
اٹھا لون آسمان کو سر پہ مین یا آسمان مجکو

نگاہ دوربین سے وہ پہنچایا کہان مجکو
زمین شعر میری ہو گئی ہے آسمان مجکو

ہوئی تشہیر رازی سے نصیب دشمنان مجکو
ملی تحسین بے تکلف کو نئے دن گالیان مجکو

شباب موسم گل ہے پیری فصل خزان مجکو
ہوا پیرانہ سالی مین ہے عشق نوجوان مجکو

لئے پھرتے ہین ساتھ اپنے زمین و آسمان مجکو
ادھر مجکو ادھر مجکو یہان مجکو وہان مجکو

جھکائے گردن بیٹھے وہ زمین و آسمان مجکو
کہ مثل باغ بانگر ہے نیرنگ جہان مجکو

اٹھائے دوست کا قرضا وہ اور مین کیون
اٹھا لیجئے سر مرگ عدو سے آسمان مجکو

وہ کافر اور بزم غیر ہے کیا قیامت ہے
ارے بیتابی دل لیچلی ہے تو کہان مجکو

نہ دیتے دلکی ہر گز چین سے معلوم ہوتا ہی
تمہاری شوخیان تمکو مری بیتابیان مجکو

مناسب دوستان در دل پیام آور کیا مطلب
خبر دیتی ہین تیرے دلکی میری ہچکیان مجکو

نکالا خلد سے آدم کا مجکو یاد آتا ہے
در جنت سے کیا کم ہے تمہارا آستان مجکو

تم اپنے محو صورت ہو مین اپنا محو حیرت ہون
مبارک تمکو خود بینی مری حیرانیان مجکو

یہین بیٹھے ہوئے پھرتے ہو عالم کی نگاہون مین
تمہاری شوخیان کرتی ہین تجسے بدگمان مجکو

بمشکل وعدۂ وصل اُس وفا دشمن سے ٹھہرا تھا
اجل آئی ہو تو کیون نہ نصیب دشمنان مجھکو

اُنہین شکوہ ہی اُلٹے لو نہ ملنے کی شکایت کے
کہ تھا یہ نظر الفت کا تیری امتحان مجھکو

شکایت کے عوض دلسے مرے شعلے نکلتے ہین
تمہاری سرد مہری نے کیا آتش بیان مجھکو

چھری جب تیز ہوتی ہی کبھی پر تیز ہوتی ہی
بنایا اُس بت سفاک نے سنگ فسان مجھکو

مری دیوانگی کی آرزو تھی میرے بچپن سے
کہ پہنائی گئین نقشین جنون کی بیڑیان مجھکو

یہ مانا بیمروت ہو زبان کا پاس تو کچھ ہو
زبان پھرتی ہی یا پھرتے ہو تم دیکر زبان مجھکو

جو سچ پوچھو تو سب بیجا ہین شکوے دوست دشمن کے
کہ رسوا سے جہان کرتی ہی خود میری زبان مجھکو

مآل نامرادی بھی حصول کامرانی سے
اُمیدین کچھ بندھا دی ہین مری مایوسیان مجھکو

برابر شہرتون مین نامور کرتی ہین دونون کو
تمہاری خوبیان مجھکو مری رسوائیان مجھکو

مری قسمت کو پوچھو میرے جو میرے تھے کی نذر
سمجھ رکھا ہے ہمچشمون نے بعضون رائیگان مجھکو

کہون کچھ درد دل اپنا سنون حال اُس کا اُس سے
نہین ملتا جہان مین ہائے کوئی ہمزبان مجھکو

اگر منظور ہے ملنا تو کیون امروز فردا ہو
خدا جانے طبیعت آج کیا ہو اور کل کیا ہو

سراپا ہو تلوّن آدمی کیا ہو تماشا ہو
کہ ہمین کچھ گھڑی مین کچھ ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو

شکایت پر اگر آجاؤن مرتے دم تک گویا ہو
مرے ہر عضو تن سے اک زبان شکوہ پیدا ہو

فلک سے کامیابی لو نہین خوشی کی تمنا ہو
مسرت کا خیال آئے تو دل مین رنج پیدا ہو

یقین ہو بدنصیبی سے جو مرنیکی سلت ہو
فرشتہ موت کا آکر سر بالین مسیحا ہو

مری عین تمنا ہے مرا مرنا اگرچہ ہو
برا ہی گر مرا چاہو تو میرے حق مین اچھا ہو

الم ہو جان ہو دل ہو کہ ارمان تمنا ہو
نکلنے دو مرے سینے سے جس جس کو نکلنا ہو

اُسے مد نظر کیا ہو اسے اپنی خبر کیا ہو
جو بیخود آئینہ حیرت مین جو محو تماشا ہو

یہین ہر دن سیر مدفن اگر تو جلوہ آرا ہو
تو ذرّہ ذرّہ اپنی خاک کا چشم تماشا ہو

جواب نامہ کی اُس بے دہن سے کر تنا ہو
الٰہی خدا لیکے مرغ نامہ بر دنیا سے عنقا ہو

مصیبت سے رہائی دی بڑی مشکل میں کام آئی
دعا دونگا قیامت تک اجل ہوا ور دنیا ہو

جو سچ پوچھو تذبذب ہی ہماری زندگانی ہے
خوشی سے ہمتو مرجائیں اگر پورا بھروسا ہو

امید دیدکی توقع پر کہاں سے زندگی لاؤں
نوید وصل تو جب ہو کہ جینے کا بھروسا ہو

غلط ہو افترا ہے آئینہ ہرجائی ہوتا ہے
وہ کسکو دیکھ سکتا ہو کہ جس نے تمکو دیکھا ہو

کسی پہ دونقین کا ہمسر ٹوٹے جان ناصح پر
ہمین سوا کیا جس طرح یارب وہ بھی رسوا ہو

قدم رنجہ اگر فرمائیں وہ گور غریبان پر
تو ہر نقش کف پاسے قیامت ایک برپا ہو

اگر اصرار ہو مجکو بھی عذر کشتہ دشمن پر
شہادت کے لئے آمادہ ہر نقش کف پا ہو

حقیقت رشک دشمن کی دکھادون چیر کر دلکو
کھلے داغ نہان کا حال جنت غنچہ گروا ہو

خرامان ہو جو تو انداز سے گور غریبان پر
ترا ہر نقش پا ہر تماشا چشم بینا ہو

سر شوریدہ سے کہدا سب بنا کے جھگڑے ہیں یہ
قلم ہو سر اگر تن سے نہ سر ہو پھر نہ سودا ہو

ظہیر آسودگی ممکن ہو کر اہل تنزل کو
تو کیوں گردش میں وقت بادہ نوشی جام صہبا ہو

تمنا ہو کہ تم بیٹھے ہو لب پر جان مضطر ہو
تمہارا ہاتھ ہو دل پر تمہارے پاؤں پر سر ہو

تبسم ریز گر ہو وہ لعل درفشاں پرور ہو
گریبان پھاڑ کر غنچہ ابھی جامے سے باہر ہو

مری وحشت سے تم آوارہ گردی میں برابر ہو
کہیں یوں گھر سے باہر اور تم جامے سے باہر ہو

ذرا سی بات پر تم اسقدر جامے سے باہر ہو
گلون پہ ہم اُتر آئیں تو اک دفتر کا دفتر ہو

مزا جب ہو محبت کا ہمیں آباد گھر دونوں
مرے دلمیں ترا گھر ہو ترے دلمیں مرا گھر ہو

کسی سے وعدہ ہو انکا یا مہمان جائینگے
برے تیور نظر آتے ہیں کچھ بے طور مضطر ہو

کسی دن یوں دکھادیں میکدہ میں تو بھی زاہد
بغل میں بوریا ہو پا بہ سب کاندھے پہ بستر ہو

تربت وحشت زدہ کو تنگ ہے پر فرصت کیش
اُڑا دے دھجیاں دم بھر میں گردامان محشر ہو

خط انکو بھیجوں لکھکر مگر یہ وہم آتا ہے
کہ مرغ نامہ بر یارب نہ صیدی کا کبوتر ہو

کوئی کیا آپ مرتا ہے ذرا انصاف ہی بولو
کسی کے دم میں کیوں آئے کوئی قابو چڑھا ہو

گنہگار ونسے گر پوچھیو تو رحمت کے مقابل ہیں
گنہ بھی ہوا گر سرزد تو سب جرموں سے بڑھکر ہو

مجھے راحت نہ دو دیجے تمکو ہیں شوخی سے
اگر میں خستہ و نالان ہوں تم بیتاب و مضطر ہو

دعا ہے یہ جلیل بے نوا کی حق تعالیٰ سے
ارسطو جنہیں آصف سلطنت آصف سکندر ہو

سلام اس در کو بندیکا اگر دل میں مکدر ہو
ابھی سے خط آزادی عنایت ہو یہ بہتر ہو

وہ گھر بیٹھے چلے آئیں اگر یاور مقدر ہو
ہوا کا شوق کا بستر وصل میں بچھو لوکا بستر ہو

مجھے چپ سے ہیں گر ملتے رہو باہم تو بہتر ہو
زمیں رسوا ہے عالم ہوں نہ تم بدنام گھر گھر ہو

نہ دل میں رحم کی بو ہے نہ قدر بندگی انکو
خدائی ان بتوں کی ہو تو یارب خاک بہتر ہو

تمنا ہے کہ بعد مرگ مسجود عدو ٹھہریں
ہماری قبر کا تعویذ تیرے در کا پتھر ہو

کوئی تکرار ہا ہے یار عین علی سے
عجب کیا ہے کہ وہ کم بخت میرا ہی مقدر ہو

زمین و آسمان اٹھوں پہر گردش میں رہتے ہیں
یقین ہے جو نہ ہو وہ بھی مری قسمت کا چکر ہو

کہیں آرام سے دو دن مجھے ملتے نہیں دیتے
مرے تلوے نہیں ہیں شاید مری قسمت کا چکر ہو

لگی لپٹی نہیں رہتی ہے گر اس زلف برہم سے
نسیم صبح کیوں میری طرح آوارہ در در ہو

چمک اٹھتا ہے آئینہ تمہارے عکس طلعت سے
تمہارے رو برو جو ہو شیشے کا سکندر ہو

تمہارا حسن صورت دیکھ کیا دل شاد ہو کوئی
نظارہ آئینہ رو ہو مگر دل میں مکدر ہو

تمنا ہے تن بسمل سے دم نکلے تو یوں نکلے
تماشا میں جیا رہوں قاتل سے گردن زیر خنجر ہو

نکالا وار ہی خنجر اتو کیا صرفہ نکلے ہو [illegible]
تڑپ میں بسمل [illegible] ہو کہ خنجر ہو

تمہاری چال بھی کچھ کم نہیں آشوب والی ہے
تمہاری [illegible] جو ہو پیکان ہو خنجر ہو

نہیں لیتی شب غم تو خدا سے مرگ کیا [illegible]
دل بیتاب سے [illegible] خنجر ہو

ذرا تیور بدلکر دیکھلو ہے فیصلہ اپنا
چڑھاؤ ہر گھڑی کیون آستین کیون تیز خنجر ہو

سر مدفن مرے آکر جو وہ آنسو گرا جاوے
مری تربت پہ کھل کر چاندنی پھولونکی چادر ہو

تماشا ہو کل کسی کے خط کو وہ تلوونسے ملتے تھے
مگر وہ ہو بہو لاریب میرے خونکا محضر ہو

ظہیر انسان ہے بنیاد کی کیا تاب و طاقت ہے
ہنوز زور یداللہی نہ فتح باب خیبر ہو

کبھی مسجد کو گئے ہم کبھی میخانے کو
کبھی توبہ کو ہے توڑا کبھی پیمانے کو

عشق مین آیا ہے ناصح مجھے بہکانیکو
آگ لگجائے ستمگر ترے سمجھانے کو

لے چلو بادہ کشو سیر مجھے میخانے کو
دل مین شیشے کو رکھون آنکھ مین پیمانے کو

ہے مریضان محبت کے لئے زہر علاج
موت کو زیست شفا سمجھے ہین مرجانے کو

اب تو وہ حال مرا ہے کہ پیامی بنکر
آئے ہین حضرت ناصح مجھے بہلانے کو

دوست زخمون پہ مرے اور چھڑکتے ہین نمک
چارہ جوئی کے عوض آئے ہین سمجھانے کو

ضعف خود مونس جان ہے مرض فرقت مین
غش چلے آتے ہین تلوے مرے سہلانے کو

پند کو عشق سے کیا کام سمجھ تو ناصح
ہائے سمجھائے کہا تک کوئی دیوانے کو

اے پری وش شب غم دل کو تسلی دیکر
جیسے شیشے مین اُتارا ترے دیوانے کو

داستان بلبل و گل کی تو سنی ہوگی بہت
اب جگر تھام کے سنئے مرے افسانے کو

ہائے پیوست ہے عشق کا ستانہ چلین
لگئین گھیر کے حورین ترے مستانے کو

دل ہی کم بخت کسی طور سے مانے ناصح
مین تو آنکھون پہ رکھون آپکے فرمانے کو

ہائے اس عشق مین کیا بے سروسامانی ہے
زہر تک پاس نہین اپنے قسم کھانے کو

ذکر دشمن کبھی بھولے سے جو آجاتا ہے
کہتے ہین چھیڑتے ہو کیون مجھے شرمانے کو

وصل اسکو ہین فرقت کا ملا سوز و گداز
صحبت شمع مبارک رہے پروانے کو

لاکھ سنگار دکھا گو ہین ترے مثل ظہیر
شاد آباد رکھے حق ترے میخانے کو

ردیف ہائے ہوز

معمور ہے کس نور سے دامان مدینہ
ہے روز ازل صبح گریبان مدینہ

اے روشنی شمع شبستان مدینہ
ماہ عرب و مہر درخشان مدینہ

اللہ رے اوج و شرف و شان مدینہ
ہے عرش برین زینۂ ایوان مدینہ

جس جلوۂ دیدار کے موسیٰ تھے طلبگار
اُس نور سے روشن ہے شبستان مدینہ

پیراہن یوسف کو بسایا تھا اُسی مین
او وصل علی نکہت بستان مدینہ

ہے گوہر آدم کو جلا تیری نسبت سے
اے گوہر تابندۂ دامان مدینہ

دنیا مین نظر آتی ہے جو سیر چمن خلد
کرتے ہین جو گلگشت گلستان مدینہ

اورنگ سلیمان کو ہوا عرش کی نسبت
قوسین ہے اورنگ سلیمان مدینہ

مرغان اولی اجنحہ کرتے ہین شب و روز
طوف حرم روضۂ سلطان مدینہ

دنیا کے گنہگار سماتے ہین اسی مین
اللہ رے گنجائش میدان مدینہ

جاروب کش روضۂ اقدس ہین فرشتے
پلکون سے صفا کرتے ہین ایوان مدینہ

محبوب دو عالم کا جو یہ خوابگہ ناز
سو جان سے ہو جائیے قربان مدینہ

مدفون ہوا اُس جا پہ وہ تاج سر عرش
تھا روز ازل سے سر و سامان مدینہ

گر عرش سے نیچی ہے تو افلاک سے اونچی
دیکھیو تو ذرا رفعت ایوان مدینہ

دیکھے نہ سوے خلد کبھی آنکھ اُٹھا کر
رضوان ہو جو ہمسایۂ دربان مدینہ

جبریل امین دور سے تکتے ہین زمین کو
جبتک نہ ہو دستور ی دربان مدینہ

سلطان مدینہ کا ثنا خوان ہون الٰہی
مرقد بھی ہو نزدیک در ایوان مدینہ

ہمسایگی حق کے طلبگار ہین زاہد
فردوس کے خواہان نہین مہمان مدینہ

شاخ سر سدرہ پہ چہکتے ہین عنادل
سن سن کے نوا سنجی مرغان مدینہ

تھی قالبِ بیجان کی طرح وادیٔ یثرب
سلطانِ مدینہ ہے دل و جانِ مدینہ

کہتی ہین یہ حورین نگہِ لطف ادہر بھی
صدقے ترے اے سروِ خرامانِ مدینہ

حسرت ہے ظہیرِ جگر افگار کو شاہا
ہر زخمِ جگر ہو گلِ خندانِ مدینہ

حسرت ہے کہ آنکھون مین سما جائے مدینہ
ارمان ہے کہ سینہ مین اُتر آئے مدینہ

انجیل مین ہے مدحتِ مولائے مدینہ
ممدوحِ مسیحا ہے مسیحائے مدینہ

اک عمر سے ہے دل مین تمنائے مدینہ
اُڑ جاؤن ابھی ہو جو تقاضائے مدینہ

دیکھی ارِنی گو نے تجلی جو سرِ طور
اُسکا ہی کرشمہ ہے تماشائے مدینہ

بس بس کے نکلتی ہے نسیمِ چمنِ خلد
اے صلِّ علیٰ نکہتِ صحرائے مدینہ

ہو عرش برین عاشقِ احمد کا دلِ تنگ
اس گوشہ مین ہے وسعتِ صحرائے مدینہ

اے خضر قدم حدِ ادب سے نہ بڑہانا
اس دشت مین ہے مرقدِ مولائے مدینہ

اے شوقِ زیارت نہ رسائی مین کمی کر
کھنچ جاؤن ابھی جذب جو فرمائے مدینہ

پاتے ہین شفا آکے مریضانِ معاصی
ہے خاکِ شفا ذرۂ صحرائے مدینہ

اعجازِ مسیحا ہے دمِ بادِ صبا مین
اکسیر ہے خاکِ درِ مولائے مدینہ

حسرت ہے یہی دل مین کہ وہ دن ہو ظہیرا
اللہ مجھے آنکھ سے دکھلائے مدینہ

ہولی ہے رسم درا د بشر کو بشر کے ساتھ
اپنا بھی دل پھرا ہے تمہاری نظر کے ساتھ

بے بخت کچھ حصول نہ ہو راہبر کے ساتھ
ناکام ہی پھرا ہے سکندر خضر کے ساتھ

رستے مین پھیر کھائے بہت راہبر کے ساتھ
کیسے چلے ہین دیر سے لو ہم خضر کے ساتھ

جاتے ہین کوئے یار مین پیغامبر کے ساتھ
پہنچین گے اُڑ کے شوق مین ہم بھی خبر کے ساتھ

لیلو نہ دل بھی ہاتھ مین تیغ و سپر کے ساتھ
شمشیر باندہتے ہین سپاہی سپر کے ساتھ

زخمی ہوا ہے سینہ میں دل بھی جگر کے ساتھ
تیغ ادا کے وار میں تیر نظر کے ساتھ

پردہ اٹھا دیا جو رخ رشک ماہ سے
در پہ گرا دیا مجھے جلباب رخ کے ساتھ

کرتے ہو کسکے قتل یہ ہوتا ہے قتل عام
وابستہ لاکھ صید ہیں بند کمر کے ساتھ

نازک ہے بار تیغ سنبھالا نہ جائے گا
دل اپنا کانپتا ہے تمہاری کمر کے ساتھ

وہ خشمگیں ادھر ہیں ادھر آنسوؤں کا تار
وہ بھی برس رہے ہیں مری چشم تر کے ساتھ

گھٹتی ہے عمر گھٹتی ہے جتنی شب وصال
پرواز روح کرتی ہے رنگ سحر کے ساتھ

گویا چراغ صبح ہیں ہم بزم یار میں
ٹکڑے جگر کے اٹھتے ہیں جیب سحر کے ساتھ

رسوا ہوئے ہیں پہلے اڑا دو بہار اسے
اڑتے ہیں ہوش اپنے عدو کی خبر کے ساتھ

اپنا بھی خاتمہ ہے صباح شب وصال
جل بجھ کے ہم اٹھیں گے چراغ سحر کے ساتھ

ملتے ہیں جیتے جی ترے کوچے کی خاک میں
اٹھینگے اب زمین سے دیوار و در کے ساتھ

بے ناتوان ہوئے ہیں کہ موج صبا سے ہم
اڑ اڑ کے گرتے پڑتے ہیں جلباب رخ کے ساتھ

لیکر جواب خط کو نہ جیتا پھرا جنوں
قاصد کا سر اڑا دیا ہے خبر کے ساتھ

کھینچی ہے قتل غیر پہ دیکھیں تو کس طرح
میرا بھی سر اڑا ہوا تیغ دو سر کے ساتھ

ٹکڑے جگر کے آتے ہیں اپنا سرشک میں
کچھ لعل بے بہا بھی ہیں سلک گہر کے ساتھ

مقدور ہے زمین پہ قدم رکھ سکے رقیب
عاشق کا سر لڑا ہے ترے سنگ در کے ساتھ

جائے تو جائے جان ہم لیکر خیال زلف
جیتک کہ سر ہے ہم ہیں وابستہ سر کے ساتھ

عاشق کے دل پہ وار ہیں دونوں ہاتھ سے
تیغ ادا بھی کھینچ لو تیغ نظر کے ساتھ

دروازہ آپکا کوئی باب قبول تھا
دم بند ہو گیا مرا آواز در کے ساتھ

چمکی سی بجلی دل میں سوئے غیر دیکھکر
نشتر چبھو دیا ہے ادھر تیر نظر کے ساتھ

دل کا گلہ کرے کہ جفائے سپہر کا
سو آفتیں ہیں عاشق شوریدہ سر کے ساتھ

کیا کیا اٹھائے حشر میں آتے ہی غیر نے
آئے تو آپ آئے ہیں کس فتنہ گر کے ساتھ

ہے دل مین آزمایش لطف دگر کیجیے ۔ اُس بت کے در پہ پھوڑیے قسمت کو سر کے ساتھ
کہتے ہین دوست وصل سے پرہیز چاہیے ۔ ایذا رسان بنے ہین سبھی چارہ گر کے ساتھ
شرم و حیا نظر مین ہے شوخی مزاج مین ۔ تھوڑی سی خیر بھی ہے تو ہے وہ بھی شر کے ساتھ
افسوس جان دی ہوس خام مین ظہیرؔ ۔ سونا ہوا نصیب نہ اُس سیمبر کے ساتھ

ردیف یا

ہوئی لا کے دنیا ادھر کی ادھر ہے ۔ وہی سنگ در ہے وہی اپنا سر ہے
عبث فکر سودائے چارہ گر ہے ۔ کہ درمان سر بھی تو اک درد سر ہے
یہ دل دوز کس کا خدنگ نظر ہے ۔ کہ چھلنی ہے سینہ مشبک جگر ہے
یہان تیغ کی باڑہ پر رہگذر ہے ۔ کنوان ہے ادھر اور کھائی ادھر ہے
جہان اُنکے جاتے ہو تمکو خبر ہے ۔ بہت دور پڑتی ہماری نظر ہے
برستی ہے جن نگاہون سے شوخی ۔ طبیعت مین ہے خیر آنکھون مین شر ہے
وہ کب روز جاتے تھے دشمن کے گھر مین ۔ ہماری دعاؤن کا اُلٹا اثر ہے
کٹی کس طرح کٹتی نہین رات یارب ۔ نہ آئی اجل ہے نہ ہوئی سحر ہے
ابھی قیمت دل کو کیون کم کرا دون ۔ خریدار اونچا ہے اونچی نظر ہے
ادھر سے تقاضا اُدھر سے تغافل ۔ عجب کھینچا تانی مین پیغامبر ہے
جواب التجا کا ہے قطع تعلق ۔ رسید اپنے خط کی سر نامہ بر ہے
نہین میرے شکوے مرے اختیاری ۔ نہ قابو مین دل ہے نہ بس مین جگر ہے
بھلا تم تو سُن لو رقیبون کے طعنے ۔ یہ میرا ہی دل ہے مرا ہی جگر ہے
مرا حال سُنکر وہ دربان سے بولے ۔ وہ کم بخت مرتا یونہی در بدر ہے
نہ دل گھر مین لگتا نہ صحرا مین یارب ۔ ہو زندان ادھر ہے تو دوزخ اُدھر ہے

شب زلف چھپائی ہے رو نے جبین پر
قیامت کی شب بد غضب کی سحر ہے

دوچار ان نگاہوں سے ہوتے ہیں بیٹھے
نشانہ ہو دل سے تو سینہ سپر ہے

لٹے ہیں بہت کاروان رہگذر میں
محبت کا رستہ بہت پر خطر ہے

یہی دست جاتے ہیں ملک عدم کو
نہ توشہ کمر میں نہ زاد سفر ہے

قدم راہ الفت میں رکھنا نہ اے دل
کہ ہر گام پر چور اچکے کا ڈر ہے

پرائی نہیں کچھ محبت میں دشمن
فقط ایک تقویٰ اسامی کا ضرر ہے

ظہیر سخنور کو کیا پوچھتے ہو
وہ اک مرد آزاد شوریدہ سر ہے

حریفان سخندان میں سخن کی آزمائش ہے
عیار فہم اہل انجمن کی آزمائش ہے

دکن میں گر کمال اہل فن کی آزمائش ہے
تو یہاں بھی بہت اہل دکن کی آزمائش ہے

حسینان پری رو کا ہو مجمع ایک محفل میں
چمن میں شاہد ان گلبدن کی آزمائش ہے

شفق کا پھولنا ہے صبح نوروز کے سامان ہیں
مقرر ہے کسی گل پیرہن کی آزمائش ہے

نشاط نوجوانی کی ہوس پیرانہ سالی میں
خزان میں نوعروسان چمن کی آزمائش ہے

چھپے ہیں کیسے داغ حسرت لیکر کفن میں
زمین سے لالۂ خونین کفن کی آزمائش ہے

جبین سائی سے کوئے دوست میں کیا کام چلتا
وہان ہر نقطۂ تیغ و کفن کی آزمائش ہے

دل افسردہ میں ہے جستجو اگلی امنگون کی
نئے سر سے ہیں داغ کہن کی آزمائش ہے

نسیم صبح رخصت غنچہ وا کر تو ہی دیکھیں
ہمیں بھی خندۂ تبسم دہن کی آزمائش ہے

خدا کیواسطے خلوت میں تو مت شور ایذا دو
ہمیں اس لفظ موہوم دہن کی آزمائش ہے

تسلیم بھی راہ رضا میں ختم ہے بسم اللہ
اگر ہاں قطرہ وار ہر سخن کی آزمائش ہے

وہی ہیں یار صادق جو بری حالتمیں کام آئے
ہمیں غربت میں یاران وطن کی آزمائش ہے

نمایش سوز الفت میں پتنگا دکھا شیوہ ہی
محبت پروانہ کو شمع لگن کی آزمائش ہے

مدد اسے ہمت مردانہ جرأت او دختر لیسی
تن آسانی کو شوق خستہ تن کی آزمائش ہے

نسیم صبح دم سے مجکو بوئے رشک آتی ہے
یہی دشمن کے عطر پیرہن کی آزمائش ہے

یہیں سے ہے حجاب خاطر برہم سے کب فرصت
انہیں گر اپنی زلف پر شکن کی آزمائش ہے

یہی کیا فرض ہے جو حکم سب باولین ترا ان کا
بقدر ظرف شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

غضب ہے عاشق و ثاقب کو عمر نوجوانی میں
ظہیر خستہ دیرین کی آزمائش ہے

ادا اے دل فریبی گلشن فانی کی کیا کم تھی
نگاہوں میں باغ ہستی کے مگر بوئے وفا کم تھی

جفا دار محبت کے لئے بیشک سزا کم تھی
مقابل میں وفا دونکے جفائے ناروا کم تھی

ادھر شوق جفا کم تھی ادھر خوئے وفا کم تھی
طبیعت دونوں جانب سے ملا دیتا آشنا کم تھی

سپہر از ازل کیواسطے کیا یہ بلا کم تھی
شب یلدا سے غم سے کب تری زلف رسا کم تھی

وہی دن خوب تھے جب عمر تیری بیوفا کم تھی
کہ شرمیلی نگاہوں میں شرارت فتنہ زا کم تھی

ہوئے لذت کش درد و الم تنہا سے ہم ایسے
طبیعت ابتدائے عمر میں درد آشنا کم تھی

نہ دی امید کی خفت بھی دلکو ناامیدی نے
وفور رنج و غم سے حسرتوں کی دلمیں جا کم تھی

دیا تھا کیا کچھ ہمیں بخت جب تقسیم ہوتے تھے
مریضان محبت کیلئے لیکن دوا کم تھی

کبھی آنکھوں نے بھی دیکھی ہے صورت اہل تقوی نے
جو سچ پوچھو تو زاہد وقت رندی بھی کیا کم تھی

نبھاتے تو سخن اپنے کو یہ دشمن کی قسمت ہے
مگر اے بیوفا تجھسے تو امید وفا کم تھی

اگر بیداد کرلی تھی تغافل بھی کیا ہوتا
جفائے تو بتو سے کیا تری شرم و حیا کم تھی

کبھی دیوفا کچھ امتحان تو کر لیا ہوتا
رقیب کور باطن سے بھی کیا میری وفا کم تھی

ستمگر بے مروت سے کیوں مجھپر جفائیں کیں
ستانیکے لئے میرے تری شرم و حیا کم تھی

وہ پہونچی کوچۂ جانان تک ہی تو دیر لگا لی
نسیم ناتوان سے بھی کہیں تو اسے دعا کم تھی

کیا تھا قتل کر ظالم جلانا بھی تو لازم تھا
نگاہ خشمگین سے کیا تبسم کی ادا کم تھی

ہواے چشم پیک خیال یار جا پہونچے | مگر جسے بہت یہ وادی میں باد صبا کم تھی
سمجھے بیوفا تو ہی حساب دوستان در دل | سزا تیری نہ یاد تھی میرے دلکی خطا کم تھی
بنے کیون شمع بزم غیر اسکی تھی ضرورت کیا | جلانیکو میرے کیا آتش رنگ حنا کم تھی
چلے آتے اندھیرے میں اگر لیسکے تو کیا ڈر تھا | سیاہی میں شب یلدا سے کیا زلف دوتا کم تھی

بڑھی ہی تیرہ کاری اسے ظہیر سپیدی مین
بڑھاپے سے جوانی مین مگر حرص و ہوا کم تھی

خنجر تجھے سوگند ہے میرے ہی لہو کی | اے وقت روانی نہ گلی کھینچیو گلو کی
برگشتہ نگاہین ہین کسی عشر بدخو کی | کچھ رنگ بدلنے کو ہے تقدیر عدو کی
ساقی نے لگائی ہے دکان جام و سبو کی | اب خیر نہین حضرت زاہد کے وضو کی
کہتے ہین وہ جھولی مجھے دیکر حسد کی | دی ہاتھ تجھے سوگند ہے میرے ہی لہو کی
بھرتے ہین کہین زخم نہان تیغ زبان کے | جگر مین رفوگر سے خرد گر ہے رفو کی
غمزہ نے نکی دلکی کبھی خستہ نوازی | وحشت نے ہی داد کبھی خشک گلو کی
ہوتے ہین میرے ساتھ ہی کشتہ میرے ارمان | پیاسی تری تلوار ہے کس کس کے لہو کی
رونیکا سبب روز کے دم بھر مین کہان تک | آجاتی ہے پہرون مین کوئی بوند لہو کی
اک گونہ تعلق تو ہے گو ہو وہ عداوت | اچھی ہے کدورت بھی کسی آئینہ رو کی
وہ مجھسے سوا دشمن ارباب وفا ہے | لپٹے مثنویات پڑھاتے ہین عدو کی
مانا کہ وہ اخلاص پہ عادت تو بری ہے | ہمکو تو برا کہتے تھے خو بدگوئی تو کی
اے واے کبھی لب نہ ہوے جام سے واقف | آنکھون نے کبھی شکل بھی دیکھی نہ سبو کی
لڑتی ہے کہان جاکے ہماری بھی طبیعت | طینت مین شرارت ہے کسی عربدہ جو کی
جب آنکھ سے دیکھا بھی تو اچھون ہی کو دیکھا | اس بدنظری مین بھی نظر اپنی نہ چوکی
ہم صاف مسلمان ہین کدورت نہین رکھتے | ایمان محبت ہے کسی آئینہ رو کی

دشمن کی محبت کا ہے انجام برائی
کہتا ہوں قسم کھا کے تری روے نکو کی

کیا پوچھتے ہو حال ظہیر جگر افگار
کمبخت کو حسرت ہے ابھی جام و سبو کی

زمانے کی تم چال چلنے لگے
کہ اس طرح آنکھیں بدلنے لگے

اب آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے
یہ موتی ہیں سانچے میں ڈھلنے لگے

وہ دامن چھڑا کر جو چلنے لگے
تو ارمان دل میں مچلنے لگے

لگے آنے گھر گھر کے ابر بہار
بس اب پارسے تو پھسلنے لگے

جب اشعار موزوں کا آیا خیال
مضامین سانچے میں ڈھلنے لگے

نہیں دیکھ کر شمع کٹ کٹ گئی
مری ضد سے پروانے جلنے لگے

یہ کیا چشم پر نم نے طوفاں اٹھایا
کہ کوزوں سے دریا ابلنے لگے

زباں سے لیا کام رفتار کا
وہ باتوں میں دل کو مسلنے لگے

سمجھائے ہیں پہلو انہیں غیر نے
کہ وہ سب سے کروٹ بدلنے لگے

بھلا غنچۂ دل شگفتہ ہو کیا
انہیں غیر جب سے کھلنے ولنے لگے

خیال سے کیا یاد آیا انہیں
وہ کیوں دست افسوس ملنے لگے

بد آموز کس نے انہیں کر دیا
کہ طفل سرشک اب مچلنے لگے

ذرا چھیڑ دینے کی بس دیر تھی
عدو زہر کیا کیا اگلنے لگے

خدایا بتوں کو نصیحت سے سود
یہ بگڑے ہوئے کیوں سنبھلنے لگے

لکھا کس نے دست حنائی ظہیر
کہ سینے سے شعلے نکلنے لگے

ملتی ہے رہ بتکدہ اللہ کے گھر سے
آگاہ نہیں خضر بھی اس راہ گذر سے

لاگی ہے فرشتوں سے امان عشق بشر سے
یہ جن ہو وہ کافر کہ اترتا نہیں سر سے

چلتے ہو پھر سے منزل الفت کے سفر سے
ہم بھول کے نکلیں گے نہ اس راہ گذر سے

امید نہ تھی ہمکو یہ نالوں کے اثر سے
دل تھامے ہوئے آؤ گے تم غیر کے گھر سے

عاشق کے لئے قہر ہیں کافر ہے انداز
آنکھوں سے حیا بن کے ٹپکتا ہے قطرے

ہر چند کہ پرکالۂ آتش ہیں شیاطین
اللہ بچائے مگر انسان کے شر سے

حوروں میں کہاں ناز و ادا شوخی انسان
ہوش اڑتے ہیں پریوں کے تماشائی بشر سے

یاد آتے ہیں جب عہد جوانی کے تماشے
شعلہ سا نکل جاتا ہے دل اور جگر سے

تھی ضد تو مجھے میرے گریبان سے شب وصل
کیا کام تھا اے دست جنون جیب سحر سے

پھر چھیڑ دئے تھے وہی شک کے تذکر
پھر تازہ ہوئے دل کے جراحات جگر سے

سن لیتا ہوں احباب سے جب نام تمہارا
اک تیر گذر جاتا ہے دل اور جگر سے

سب دیکھنی پڑتی ہے دکھائے جو مقدر
چلتی نہیں بندے کی قضا اور قدر سے

ہوتی ہے تو ہوتی ہے دو جانب سے کشاکش
کچھ عیب ادھر سے بھی ہو کچھ شوق ادھر سے

باندھا ہے ظہیر آپ نے پشتارۂ عصیان
یہ بوجھ ضعیفی میں نہ اٹھے گا کمر سے

بچتا نہیں ہم آئے ہیں الفت کے گھر سے
اٹھتا نہیں قسمت کا لکھا عہد دو در سے

عرصہ ہوا کچھ چھیڑ ادھر سے نہ ادھر سے
واقف نہیں دوست کے ہم انکی خبر سے

چھپ چھپ کے جہاں جاتے ہو تم میری نظر سے
میں اڑ کے پہنچتا ہوں وہیں پہلے خبر سے

رسوا ہوئے برباد ہوئے جان سے گذرے
قہر دیو بلا ہمکو محبت کے سبب سے

یہ وقت کا آنا ہے کہ جانا ہے تمہارا
دل جائے جاتے ہیں ... گیا ... سے

ہر ضعف و نقاہت سے گرانبار ہیں آنسو
[illegible]

کیا کیا نہیں اغیار نے طوفان اٹھائے
دو اشک گرائے ہیں اگر دیدۂ تر سے

پھرتی ہے عوض گھر ... سیاہی
[illegible] شام سحر سے

جاتی ہی کہیں دل سے خلش ناوک مژہ کی
یہ پھانس تو نکلی ہے نہ نکلے گی جگر سے

ہم ڈھونڈتے ہیں جسکو وہ ہے بات ہی کچھ اور
ہو جسکو تعلق ہو دہن اور کمر سے

ڈرتا ہوں مئے آلودہ نہو روز قیامت
خرقہ ترا اے شیخ مرے دامن تر سے

کس درجہ گرانبار ہے افتادگی اپنی
آنسو کی طرح ہم نہ اٹھے گر کے نظر سے

راضی ہیں ظہیر اسمین جو ہو مرضی مولا
مطلب ہے نہ جنت سے نہ کچھ کام سقر سے

ہیں خیر طلب فتنۂ ایام بھی شر سے
بچ بچ کے نکلتے ہیں تری راہگذر سے

اللہ ری آج نظر کس کی نظر سے
کچھ ہمکو تعلق نہ رہا اپنی خبر سے

گر جوشش گریہ ہے یہی دیدۂ تر سے
اک روز گذر جائیگا پانی مرے سر سے

یہ چور ہزاروں مین نہ چوکا ہے نہ چوکے
دل بر مین بچا ہے نہ بچے دزد نظر سے

قاصد تن لاغر ہے مرا خط سے سبکتر
نامہ کے عوض باندھ لے تو مجھکو کمر سے

اُف سوز غم رشک و مہ شکوہ سرائی
اجزائے دل سوختہ اڑتے ہین شرر سے

سر کاٹ کے قاتل نے کیا مجھکو سبکدوش
صد شکر کہ یہ بار سر اترا مرے سر سے

کس وعدہ فراموش سے ہے شام کا وعدہ
گھبرائے ہوئے پھرتے ہین ہم گھر مین سحر سے

پائی ہو وہ لذت ترے تیرون نے کہ چھٹتے
بوسے لئے پیکان کے لپٹ زخم جگر سے

پیاسی ہی رہین خون کی وہ نرگسی آنکھین
زہر آپ ہی ٹپکا کیا شرمیلی نظر سے

زاہد تجھے کیا رحمت باری کی خبر ہے
مانگے جو دعا رند تو مے ابر سے برسے

وہ چاہین تو دشوار نہین وصل کے سامان
کچھ چھیڑ اُدھر سے ہو تو پیغام ادھر سے

پایا کبھی آب دم خنجر نہ ظہیر آہ
سیراب ہوئے ہم نہ کبھی خون جگر سے

روز پیدائش ہمارے نالہ و فریاد کے
اقربا مین شادیانے تھے مبارکباد کے

سنبلہ گوش جاناں میں ہزاروں خانہ زاد
نکہتیں اڑتی ہیں اُلجھکر دامن فریاد کے

پاس سوالی نے کسکے رخصت شیون دی
ٹکڑے ہو ہوکر گلا میں رہ گئے فریاد کے

چشم حق بین سے نظر کر شکر دیت خدا
جلوہ فرما کون ہے قالب میں آدم زاد کے

آسمان سے جو نہ اٹھا بوجھ وہ اسنے لیا
حوصلے اللہ اکبر خاک بے بنیاد کے

شانہ سے سر کٹ گئے قدموں پہ گرا ہنگام قتل
سرخرو ہوکر قدم سمجھے لئے جلاد کے

کوہ و صحرا سپید و سیاہ دیدہ تھا
گھر ہیں سب اُجڑے ہوئے اک خانمان برباد کے

عمر کے دن بھی ہیں گویا طول شبہائے فراق
بند ہستی ہو گئے شاید عدم آباد کے

رہروان وادی تسلیم کو کیا رنج راہ
ہر قدم پر دشت میں ہر جا ہوا باد کے

جیتے جی پائی نہ زندان تعلق سے نجات
قید ہی میں کٹ گئے دن عمر کی میعاد کے

لذت آزار جانانہ محبت ہائے ہائے
ظلم سہکر ہاتھ سے چھٹے بیداد کے

ہمنوایان قفس ہوکر اسیری سے رہا
لے گئے تنکے چمن سے خانہ صیاد کے

پیرو خاقانی ہندوستان ہوں اے ظہیر
ہیں مرے اشعار میں پرتو مرے استاد کے

دل شکن ہیں کسقدر شکوے تری بیداد کے
لب تک آتے آتے ٹکڑے ہو گئے فریاد کے

دل ہی دلمیں خون ہوئے سب نغمے فریاد کے
حرف مطلب ہیں گرانبار ان دل ناشاد کے

ہم نہ تھے غم دوست تم خوگر نہ تھے بیداد کے
سب ستم ڈھائے ہوئے ہیں اپنی اپنی ایجاد کے

کیا دھرا ہے اب چمن میں دیکھ لے باد خزان
جمع ہیں دو چار تنکے خانۂ صیاد کے

وائے قسمت غیر کے ماتم میں ہوں سوگوار
تعزیت کرلی بڑی بدلے میاں کی یاد کے

آنکھ کے اڑتے ہی کیا کیا خلق میں طوفان تھے
بانی مضمون کیا کیا بند ہوا فوارے بنیاد کے

ہم تو دلسے ہیں گویا خیرخواہ دشمنان
ہیں نصیب دشمنان ارمان دل ناشاد کے

عشقبازی کیا کوئی بازیچۂ اطفال ہے
عاشقی کے واسطے ہوں دل جگر فولاد کے

ہر مری تحریر ہی آشفتہ حالی پہ گواہ
منتشر ہین حرف تک یکسر مری روداد کے

دوست ہو جاتے ہین دشمن وقت بد مین ابتدا
دست خار اکن ہی دشمن ہو گئے فرہاد کے

منہ کے بل گرتے ہین اکثر دوڑ کے چلتے ہین جو
ہین برے انجام اول عشق کی افتاد کے

زلف بکھرے سے تمہاری ہو رہی شانہ بہ مو بمو
ہین دل ویران مین عالم نکہت برباد کے

خوشنما کیا شور تحسین تھا دہان زخم سے
تیغ قاتل نے لئے بوسے لب فریاد کے

سخت جان مین کشتنی ہون اور قاتل ناشکیبا
آج دم تم دیکھتے ہین خنجر فولاد کے

ہر نسیم عطر [illegible] مین شامل ہوئے شک
منتشر ہین ہوش کچھ کچھ نکہت برباد کے

قافلہ برباد ہی ہین ہین سر وقت برق و آسمان
ہین قفس مین چار تنکے خانۂ صیاد کے

حق تعالی دونون عالم مین رکھے آباد و شاد
ہم تو دیتے دعا گو ہین جناب شاد کے

ہمصفیران وطن کو ہو مبارک اے ظہیر
رہنے والے تھے کبھی ہم بھی جہان آباد کے

منزہ تہمت نالی سے ذات لایزالی ہے
غرض ہر شکل سے اظہار شکل بیمثالی ہے

تکلف کو سراپا دور سے شان جمالی ہے
چلو اچھا ہی شاید روئیت کہ دولت لٹنے والی ہے

منزہ تنگ ظرفی سے ہمارا ظرف عالی ہے
تمنا ہین بسی سیر ہین گو ہم زر سے ہاتھ خالی ہے

جبین پیل ہو چہرہ شفق ہے آنکھون مین لالی ہے
عیان شان جلالی ہین کبھی کی شان جمالی ہے

لڑکپن ہے ابھی شوخی مشیر طبع عالی ہے
تلون کار فرمائے مزاج لاابالی ہے

تکلف اب تو برسات کب وقت کو خالی ہے
مگر بیتا بردیت دیوان ہالی ہے

سنبھالی تیغ ہوتے جوانی کیا سنبھالی ہے
تمنا ہین کہہ رہی ہین اب کٹاری چلنے والی ہے

امنگون پہ ہی جوبن اب قیامت آنے والی ہے
نکالے پانون ہین گھر سے جوانی کیا نکالی ہے

بھلا اسیری تنگا ہو سے کہان تم اٹھ کے جاوگے
اگر تم چھپتے ہو تو پردہ ڈالی ڈالی ہے

[illegible]
تخیل [illegible] رقابت ہی عجب نازک خیالی ہے

وہ ہم آغوش ہین لیکن ہمین اب تک نہین باور
ابھی خواب دیکھا ہی کہ مضمون خیالی ہے

قضا آ آ کے بالین پر یہ پھر گئی الٹی
ہمارا جسم لاغر ہے کہ تصویر نہالی ہے

اُنھین کیا کیا گمان ہین مجھ پہ بد نگاہی کے
مرے پہلو سے ہم پہلو جو تصویر نہالی ہے

مصور کھینچتا ہے نقش ثانی خواب اول سے
تمھین دیکھا نہین تصویر یوسف دیکھی بھالی ہے

تمھارے آگے تھم سکتا ہی کوئی صحن محشر مین
قدم رنجہ اگر فرمائیے میدان خالی ہے

سوال بوسہ پر کہتے ہین شامت تو نہین آئی
یہ اچھی دل لگی ہر بار کی سب نے نکالی ہے

وہ سنکر قصۂ فرہاد و خسرو جب بگڑ بیٹھے
کہا کیسا قصہ کسکی بات کس پر لا کے ڈالی ہے

ہماری قبر پر آ آ کے ارمان سر پٹکتے ہین
غریبون کا دم بچا رہ گئی اللہ والی ہے

نہین وہ چیز ہی پہلو مین جس سے کچھ بہلا آئے
کدورت کے عوض سینے ہی دل خاک ڈالی ہے

ظہیر افسوس سب کچھ کھو چلے جو ساتھ لائے تھے
بھری مٹھی تھی آتے وقت جاتے وقت خالی ہے

چھلکتا بادۂ عرفان سے اپنا ظرف خالی ہی
مئے خون جگر کا جوش اب پرتگالی ہے

مئے پندار سے لبریز یہ جام سفالی ہے
کوئی ساعت مین گل ہونگے فانوس خیالی ہے

یہ فقرہ بولتا ہے سب سے عجب تختی نرالی ہے
تری تصویر مین تصویر کش نے جان ڈالی ہے

نظر سے پردہ پر وہ دل ہی دلمین دیکھا بھالی ہے
تصور ہے کہ آئینہ مین تصویر خیالی ہے

شکایت بھولی بھولی اور پیاری پیاری گالی ہے
دہان تنگ کے سانچے مین اک بات ڈھالی ہے

ہماری مدعا فہمی بھی کب قسمت ہی خالی ہے
سمجھ ہی مین نہین آتا عجب مضمون عالی ہے

ابھی سے پوچھ تو سو گئی دیکر خواب راحت کی
ہماری شاید احوال تصویر نہالی ہے

فراق بینک بہی ہے لے اسے کیسی رخصت
چلے مجھ عدم کو اب ترا اللہ والی ہے

خبر ہے اہل محشر مین کہ وہ سفاک آتا ہے
قیامت ہو چکی ہو دوسری اب آنیوالی ہے

لبون پر دم ہے کمبخت مرتے ہین نہ جیتے ہین
تمہارے مرنیوالون نے غضب کی جان پالی ہے

مشابہ ہو بہو ہے صبح اپنی شام ہجران سے
شب گیسو سے کچھ بڑھکر ہماری رات کالی ہے

کبھی مہندی لگاتا ہو کسیکا خون ہوتا ہے
کبھی دست حنائی سے کسی کی پائمالی ہے

ہمین زاہد کی دستار فضیلت وہ نہو دیکھو
تماشا ہو سکیں ہین ایک پگڑی بکنے والی ہے

غنی ہین فقر کی دولت سے جو انکی نگاہ مین ہین
برابر جام جم سے وقعت جام سفالی ہے

مٹا دے نقش پا اکدن مٹا کر ہم دکھا دینگے
یہ ذوق سجدہ ریزی ہین ذوق پائمالی ہے

وفا وارستگی چھپ چھپ کے جفا اسنے ہوئے تو ہے
شکایت ہے نہ دشمن کی نہ طعنہ ہے نہ گالی ہے

بھروسہ اسکے تقوے کا نہ اسکے دین و ایمان کا
ظہیر بادہ پیمان ایک رند لاابالی ہے

آوارگان الفت ٹھہرے نہ دو جہان کے
محسوس ہین زمین سے مغضوب آسمان کے

بجلی گری فلک سے طوفان اٹھے خزان کے
جب لا کے چار تنکے رکھے ہین آشیان کے

کیا کیا نہ چاک دست لگے سینے ادھیڑے ٹانکے
تم تو شگاف دستے اگر وہ بھی نبھا سکے

ہر چند عمر بھر سے پیچھے رہین کاروان کے
پلٹے نہ کھوج سمجھے یاران رفتگان کے

ممکن نہین رسائی اُس زہرہ وش تک اپنی
گر آہ توڑ لائے تارے بھی آسمان کے

ہین بدگمان ہوں بیشک فرماؤ یہ تو صاحب
اوسان باختہ ہین کیون آج رازدان کے

آیا نہ رحم ہرگز اللہ ری بے نیازی
پوجے ہین ہمنے پتھر برسون در بتان کے

منزل پہ گرتے پڑتے اکدن پہونچ رہینگے
ہارے تھکے مسافر پیچھے رہین کاروان کے

دیکھے گا آنکھ سے جب چاک جگر ہمارا
بکھرینگے بخیہ گر کے ہوش و خرد کے ٹانکے

کہتے ہین وہ کہ تجکو ہر دم یہی ہے رونا
اغیار سے گلے ہین شکوے ہین پاسبان کے

خود رفتگی سے کم ہے کیا آپکی سواری
اُڑتے ہین رنگ بنکر خود ہوش میزبان کے

موبانکین سے بڑھکر ہے سادگی تمہاری
سیدھے ہوے ہین تمسے دنیا کے ٹیڑھے بانکے

بیزار جب تمہین ہو کیون صبر ہمنشین
دشمن کی کیا شکایت کیا شکوہ ہو پاسبان کے

مجبور کر رہا ہے میکش کا پاس خاطر
ورنہ ظہیر غم میں شعر و سخن کہاں کے

شکوہ سنج عاشق مضطر ادائے ناز ہے
غمزۂ چشم سخنگو آفت پرداز ہے

آتے جاتے ہیں پیامی خفیہ ساز ہے
روزن در بند ہیں پیغام کا دمساز ہے

جنگجو ہے چشم فتان اور دل بھی باز ہے
بند راہ گفتگو ہے صلح کا در باز ہے

اُس سراپا ناز پہ مفتون سب ہے جو ممتاز ہے
پردۂ ہر ساز سے پیدا صدائے ساز ہے

ہائے یہ کیسی غیرت ناہید کی آواز ہے
دم بخود ہے انجمن دلکش صدائے ساز ہے

زخمہ زن کسکی رگ جان پر صدائے تاز ہے
بلبل ذوق شنیدن گوش بر آواز ہے

باعث رسوائی عاشق نگاہ ناز ہے
دشمن راز محبت غمزۂ غماز ہے

ہین زمین شعر مین کیا کیا مضامین بلند
شاہباز مرغ معنی آسمان پرواز ہے

خط کو لیتے ہی ہوا ہوتا ہوا اپنا نامہ بر
جذب شوق کوچۂ جانان پر پرواز ہے

کیا رقیبوں کی شکایت آشنا کا کیا گلہ
بے ہوا بگڑی ہوئی قسمت یہ نیرنگ ساز ہے

سامری فن ہین نگاہین لعل لب عیسی نفس
سحر آخر سحر ہے اعجاز پھر اعجاز ہے

تیرہ کاروں کا ٹھکانا ہو خدا کے گھر مین شیخ
میکدہ گر بند ہے توبہ کا در تو باز ہے

آشنا کا کیا پتا ہے قلزم زخار مین
انتہائے عمر عاشق چاہ کا آغاز ہے

کہہ رہی ہے جنگ مین عاشق سے چشم سرمگین
آشتی منظور ہے گر صلح کا در باز ہے

مدعی ہو یا فلک یا بخت بد یا دل مرا
مجھ سے جو ناساز ہے وہ آپکا دمساز ہے

جو گرجتے ہین بہت وہ کم برستے ہین سحاب
خامشی عاشق کی ظالم تیر بے آواز ہے

ہین تو ہین الفت کا دم بھرتے ہین شیخ و برہمن
حق تو یون ہے وحدت کا فریاد و ساز ہے

بوالہوس تھا غیر ہمت ہار بیٹھا چاہ مین
کھیلنے کو جان پر موجود یہ جانباز ہے

لاکھ چھپنے کو چھپین وہ بات تو چھپتی نہین
انکی روپوشی مین بھی پوشیدہ کوئی راز ہے

خوف رسوائی ہے تمکو یا عدو کو پاس وضع
کیا چھپیگا راز دل جب رازداں غماز ہے

ہیں سر و سامان بہار بے سر و سامانیاں
سازوار اپنے لئے قسمت سے ہر ناساز ہے

پھر گئی دشمن کی جانب مجھ تک آکر وہ نگاہ
تیر جو ترچھا پڑے تقصیر تیر انداز ہے

ہیں ہشیاری کا ہر مستی بیخودی فرزانگی
عالم بے پردگی بھی پردہ دار راز ہے

نسخۂ دیوان مرا بیت الصنم ہے اے ظہیر
ہر عروس فکر تازہ لعبت طناز ہے

کیا چشم رستخیز ہو مائل کے سامنے
قاتل کے ہوش اڑتے ہیں بسمل کے سامنے

اب کاروان عمر ہے منزل کے سامنے
کشتی تباہ ہوتی ہے ساحل کے سامنے

ٹکڑے جگر کے ہونے لگے دلکے سامنے
بسمل پہ تیغ پڑتی ہے بسمل کے سامنے

ہے سب بجا یہ ظلم عاشق بیدلکے سامنے
بیٹھے ہو بزم غیر میں گھل مل کے سامنے

کس منھ سے یہ کہوں ترا کوچہ ہے قتل گاہ
جنت کا شکوہ حور شمائل کے سامنے

خلوت میں انجمن میں دل و چشم غیر میں
تم ہر جگہ ہو عاشق بیدل کے سامنے

دیکھیں وہ دیکھتے ہیں کہ ہر چشم شوق سے
آئینہ لا کے رکھدو مرے دل کے سامنے

اٹھیں گے مر کے اب ترے کوچہ سے خاکسار
دھونی رمائے بیٹھے ہیں منزل کے سامنے

پیش نظر سبھی ہو رہے چشم غیر میں
تم سات پردوں میں بھی رہو دلکے سامنے

کارا ہم بھی سہل ہے ہمت دے گر خدا
دشوار کوئی بات نہیں دل کے سامنے

خودبین ہو خودنما ہو نہ آئینہ دیکھنا
سہتی ہے چوٹ روبرو کی مقابل کے سامنے

پروانہ سوز و ساز میں ہے گو کہ بے مثال
پر جلتے ہیں مگر ترے مائل کے سامنے

ہر قیس آفت جان ہدف ناوک نگاہ
گرتی ہے برق پردۂ محمل کے سامنے

بے نور ہے چراغ سحر پیش آفتاب
ناقص کا کیا فروغ ہو کامل کے سامنے

آئینہ دیکھنے کا اگر ذوق شوق ہے
آ بیٹھو ہر دم مرے دل کے سامنے

بیٹھے ہو خود نمائی کو چلمن کی اوٹ میں
پردے میں بے حجاب ہو محفل کے سامنے

ڈرتا ہوں میں کہیں دل نازک دہل نہ جائے
کیوں چھیڑ چھاڑ ہے مرے قاتل کے سامنے

تحسین و آفرین کی تمنا ہے گر ظہیر
پڑھ اس غزل کو داور عادل کے سامنے

منتیں مانگی تھیں اعدا ان کے لئے
یا رقیب تیرہ باطن کے لئے

جان دی اک شوخ کم سن کے لئے
یہ امانت تھی اسی دن کے لئے

کہتے ہیں جنت تھی اس دن کے لئے
آج بوسے تو نے کن گن کے لئے

ہائے ہم رسوا ہوئے جس کے لئے
پوچھتے ہیں خوار ہو کن کے لئے

وصل غیر اور رہا باطن کے لئے
بخت تیرہ تھی اسی دن کے لئے

وہ مٹا کر بھی نہ آئے خاک پر
خاک چھانی عمر بھر جس کے لئے

وقت پیری کام آئی پشت کو
طاقتیں رکھی تھیں اس دن کے لئے

وصل کی راتیں ہوں قسمت کا نصیب
ہجر نے دے دیں کہ ان کے لئے

سن کے میرا قصہ حسرت فزا
بوالہوس نے داستانیں سن کے لئے

اقربا نے گر کہا رسوا ہو کیوں
کیا بنا ظہیر کیا ان کے لئے

ہائے وہ بھی دشمن جانی ہے
دوست دشمن ہوگئے جس کے لئے

خوار ہیں دل کی حفاظت سے ہم
آج سب دزد ہیں جاسوس کن کے لئے

کنگھی چوٹی کو سنگار آج
خوشنما ہیں سب کسی بس کے لئے

غیر کے ماتم میں جو وہ سوگوار
موت آئے تو اس دن کے لئے

مستحق ہوتے ہیں وہ بدنصیب
حسرتیں اشیا ہیں جن کے لئے

کیا جتائیں بھی ہیں میری خواہشیں
اب خدا کی تو ہیں انساں کے لئے

دوستوں کے لئیں جو تحفے حساب
آج بوسے تحفہ لیں کن کے لئے

اسکی تربت پہ بہاری یا رب ہا
قیس نے چار و سب کے تنکے لئے

وہ بیابی سے مرے کہتے تھے کل
ہم بلاؤ نہین ہمنشین کن کے لئے

طائر مجنون نے میری خاک سے
آشیان کے واسطے تنکے لئے

شوخیونکی عمر ہے نام خدا
ظلم کے ارمان ہین کن کن کے لئے

اہل ہے عشق مجازی کا اے ظہیر
مشکلین ہین اہل باطن کے لئے

حذر کان پہ ہاتھ دہر جانے والے
قسم کھا کے جھپ کر مکر جانے والے

چرا کر نظر سے نظر جانے والے
خدا سے تو ڈر او نڈر جانے والے

ادھر دیکھ لے یک نظر جانے والے
گذر جائین جی سے گذر جانے والے

شکایت تری کیا کرین گے خدا سے
تری چین ابرو سے ڈر جانے والے

اجل کو ہے درکار کوئی بہانہ
ادا اون پہ مرتے ہین مرجانے والے

کوئی جی سے جاتا ہے یہ بھی خبر ہے
ارے بیوفا بے خبر جانے والے

تمہین کیا خبر ہے تمہاری بلا سے
مرین یا جئین تجھ پہ مرجانے والے

لگاتے بجھاتے ہین کیا جانے کیا کیا
ادہر آنے والے اُدہر جانے والے

ابشر کیا خدا سے نہین چوکتے ہین
بدل جانے والے مکر جانے والے

اچھلتا ہے سینے مین ہاتھون کلیجہ
وہ پہلو سے اٹھکر ہین گھر جانے والے

جو کہنا ہو کہہ جا دہی مین ابھی کہ بعد دن
قیامت ہین او بے خطر جانے والے

شب وصل رخصت ہو ہوش و خرد کی
تہے شام ہی سے سحر جانے والے

نہ جائین گے طعنے ترے اور پچھ
یہ نشتر ہین دل مین اُتر جانے والے

نکالین پیچھے ہین پا سکے پکارے
خبردار دل سے لپشر جانے والے

ظہیر اسنے توت کے بیچا ہین ٹکڑے

گذر جائیں گے دن گذر جانیوالے

ہوکے آوارہ وطن ہم جو وطن سے نکلے
نکہت گل کی طرح صحن چمن سے نکلے

خوش نوایان چمن بزم سخن سے نکلے
چہچہاتے ہوئے بلبل ہیں چمن سے نکلے

ہوکے پابند جنون قید محن سے نکلے
آج ہم تیشہ کش دار و رسن سے نکلے

شکوۂ سوز محبت نہ دہن سے نکلے
جل گئے تا بہ سخن لب نہ دہن سے نکلے

عطر فتنہ کا جو مل کر وہ بدن سے نکلے
بوئے گل باغ سے آہو ختن سے نکلے

خندہ زن آئے تھے ناشاد چمن سے نکلے
بچا کر غنچۂ گل رخت بدن سے نکلے

پھر گلگشت وہ اس چال چلن سے نکلے
شعلۂ آہ شگوفون کے دہن سے نکلے

آجتک کوئی تمنا نہ بر آئی دل کی
نالے بن بنکے سب ارمان بدن سے نکلے

بات حبیب کی ہو تو کہون نہین مطلب کا لگاؤ
لاکھ انکار کے پہلو ہین سخن سے نکلے

جامہ زیب ہو نکلے بدن خاک مین ملتے دیکھے
استخوان گور مین عریان ہین کفن سے نکلے

آسمان اہل ہنر کو نہین رہنے دیتا
قدر جوہر نہین جبتک نہ وطن سے نکلے

پیچ بن بنکے مرے رشتۂ مطلب مین پڑے
بل جو ہین بنکے ترے گیسو کی شکن سے نکلے

ہوکے آزاد اسیری سے کمر ٹوٹ گئی
دل شکستہ ترے گیسو کی شکن سے نکلے

قید ہستی سے جو باہر ہوئے عدم تک پہونچے
اے فلک تیرے نہ زندان کہن سے نکلے

اپنی قسمت کے خلاف ایک بھی گردش نہوئی
مدعا غیر کے سب چرخ کہن سے نکلے

شکوۂ غیر کے ظالم نے سنائے دفتر
اپنے مطلب کے نہ دو حرف دہن سے نکلے

کاکل مشکین قاتل نے نہ آزاد کیا
باندھے ہاتھ ادھر تیغ و کفن سے نکلے

کتنے عمر کے دن دشت نوردی مین ظہیر
شام غربت مین ہوئی صبح وطن سے نکلے

صاف کہتے ہین ہمین شرم و حیا کسکی ہے
اور ملتا ہو رقیبون سے خفا کسکی ہے

کھل گیا راز نہ تو شکوون مین خطا کسکی ہے / اُٹھ گیا پردہ تو پھر شرم وحیا کسکی ہے

اک خدائی سے جدا لگا نہ ادا کسکی ہے / شوخیان شرم مین شوخی مین حیا کسکی ہے

کہہ تو دے کچھ لب سوفار خدنگ قاتل / تیری چتون مین ستمگار قضا کسکی ہے

کھول دو بات چھپو دل نہین میرا نہ سہی / بولے کیون نہین مٹھی مین قضا کسکی ہے

نہین ہوتی نہین ہوتی کسی تدبیر سے وا / میری قسمت گرہ بند قبا کسکی ہے

شکوۂ رشک پہ قاصد سے وہ بولے کیا خوب / اور چاہت مجھے اب اُسکے سوا کسکی ہے

کہتے ہین وہ تری الفت نے ستم توڑے ہین / کون بدنام ہے مشہور وفا کسکی ہے

منہ چھپانے سے ہوا کون ہو انگشت نما / پردہ در راز محبت کی حیا کسکی ہے

آج غیر و نگارِ زمانہ ہے تو کل تھا اپنا / اک روش پر رہی دنیا مین ہوا کسکی ہے

کون ہو تیرے سوا دل کا چرانے والا / تیری چوری نہین تو دزدِ حنا کسکی ہے

سچ کہو یون ہو کہ ہمین نے تمہین مغرور کیا / اور باندھی ہوئی دنیا مین ہوا کسکی ہے

چار دن کیلئے جو کرنی ہے کرلے وہ ظہیر / بات دنیا مین رہی مردِ خدا کسکی ہے

پھیریگا دن ہمارے بھی آخر خدا کبھی / ظالم کبھی کی رات بڑی دن بڑا کبھی

تیرا ہی آستانہ ہے گویا درِ قبول / تیری طرح سنیگا نہ اپنی خدا کبھی

کسکو قسم ہے تیری نہین دشمن سے نبے ربط / کیا مہربان نہو گا ہمارا خدا کبھی

دلا ہے یہ اسی کا سبب تجھسے چاہ غیر کی / ہم بھی اسطرح سے تھے ترے مبتلا کبھی

تو تو کبھی نہ کہیو بیان اے شب فراق / آخر تو ہونے والا ہے روزِ جزا کبھی

آنکھین کبھی دکھائین کبھی رحم آگیا / شوخی کبھی مزاج مین آئی حیا کبھی

انگڑائی لیتے لیتے ہی شرما کے رہ گئے / ہونے دی شوخیون نے نہ پوری ادا کبھی

بس بس خدا کو مانو نہ چاہت کا نام لو / تمسے نہ ہو سکیگی عدو سے وفا کبھی

کہنے سے یاد وفا نہ ہوئے ہین نہ ہون رقیب	باندھے سے بھی نہ بندھی ہے کسیکی ہوا کبھی
جنگل کی دھوپ چھاؤن ہے چاہت رقیب کی	چلتی نہین جہان مین یکسان ہوا کبھی

اسکا ہے کیا ظہیر تو ہر رنگ مین ہے رنگ
ہے رند بادہ نوش کبھی پارسا کبھی

لے لین گے بدلے رشک کے ہم بھی بھلا کبھی	سہتے جبر تیغ کی اپنے بھی آخر جفا کبھی
تھا تجھسے واسطہ کہ نہ تھا بے وفا کبھی	اوروں ہی کا ہے یار ہمارا نہ تھا کبھی
شرمایا اپنے دلمین نہ تو بے وفا کبھی	گویا کہ ہم تو تجھسے ہی نہین آشنا کبھی
ہم کیون کرین کسی سے شکایت رقیب کی	اپنی بھی ہو رہیگی پہ پیرا دعا کبھی
ہم جانتے کہ کام پڑے گا رقیب سے	کرتے نہ ہم وصال کی ہرگز دعا کبھی
چرخ ستم شعار نے سب سے کیا سلوک	نکلا نہ مدعی سے مرا مدعا کبھی
آنکھین ملا کے بات کرو اب حجاب ہے	ملتے ہوئے عدو سے نہ آئی حیا کبھی
شوخی مین سادگی ہے حیا مین ہے بانکپن	ملتی نہین ہے ایک ادا سے ادا کبھی
تمسے بھی بیوفا سے محبت ہے عمر بھر	افسوس تمسے کی نہ کسی نے وفا کبھی
صاحب تمہاری چاہ مین آنکھین ہی پھیر کر	چاہا ہے اور کو جو اجل کے سوا کبھی
تم چاہو جسکو وہ نہین ایسا تو خوب رو	دیکھا نہین ہے آنکھ سے دشمن کو کیا کبھی
اب مجھسے تم ملو نہ ملو اختیار ہے	سنتے ہوئی نہ غیر کی ہوا التجا کبھی

آوارہ کوچہ کوچہ پھرا عمر بھر ظہیر
کی یاد حق نہ بیٹھ کے مرد خدا کبھی

پردہ سے نمایان وہ بہت پردہ نشین ہے	پردہ مین ہے اسطرح کہ پردہ مین نہین ہے
کچھ سر کو چہ دشمن مین نہان اور جبین ہے	یہ نقش قدم دیکھو تمہارا تو نہین ہے
کیا نیند مین دفن کوئی زار حزین ہے	کل سے تہ و بالا ترے کوچہ کی زمین ہے

کیا اور بھی تمسا کوئی دنیا مین حسین ہے / جو بات کہ تم سمجھے ہو واللہ نہین ہے

تم ظلم مین یکتا ہو تو مین صبر مین ہون فرد / تمسا نہین دنیا مین تو مجھسا بھی نہین ہے

دو دن کہین آرام سے ٹکنے نہین دیتا / کیا زیر زمین اور کوئی چرخ برین ہے

آئینہ کا کیا منہ ہے عبث ہوتے ہو برہم / تصویر تمہاری ہی تو آئینہ نشین ہے

ہے جنکو عدو خیر ہے انسان کی صورت / تم پیار کرو جسکو وہ ایسا تو نہین ہے

یہ شرم یہ اغماض یہ تمکین یہ تیور / کچھ تجھسے زیادہ تری تصویر حسین ہے

کس طرح کرون شکوۂ اندوہ جدائی / پہلو مین نہین وہ مرے دلمین تو مکین ہے

ہو دونہ دیجا چور کرو دزدیدہ نظر ہو / کھاتا ہون قسم چور مرے دلکا یہین ہے

رکھتا ہے محبت نے ادہر کا نہ ادہر کا / کچھ عاشق بدبخت کی دنیا ہے نہ دین ہے

مطلب کے تو ہشیار ہو کہنے کو ہو نادان / دشمن سے بھی انکار ہو گر خو مین نہین ہے

بیٹھے ہو بڑے وعدے کے تم آؤگے ہان ہان / کیون کھاؤ قسم سر کی مجھے یونہین یقین ہے

دیکھو تو ظہیر سا دل افگار ہو وہ / بیٹھا ہوا در پر جو کوئی خاک نشین ہے

وائے ناکامی ابھی ارمان دل بسمل مین ہے / اور دم تھوڑا سا باقی خنجر قاتل مین ہے

شوخ چشمی نرگس فتان کی آب گل مین ہے / جنگجو ایک ایک سے لڑتی بھری محفل مین ہے

کچھ کدورت انکے دلمین کچھ ہمارے دلمین ہے / کشمکش سے جان مضطر کچھ عجب مشکل مین ہے

فکر رسوائی ادہر ہے انکو پاس نام و ننگ / آرزو دونون طرف افسوس دلکی دلمین ہے

دشمن ناموس ہے یہ الفت خانہ خراب / قیس کا چاک گریبان پردہ محمل مین ہے

کہتے ہین ملک عدم کی اول منزل ہے گور / جو صعوبت راہ مین ہے سب اسی منزل مین ہے

آپکے روئے دل آرا سے کسے تشبیہ دون / ہے تمازت مہر مین دھبا مہ کامل مین ہے

کہتے ہین ہم خود چلے آئینگے شکوون سے حصول / گر خواص جذب تیری الفت کامل مین ہے

اس ادائے ناز پر سو جان قربان کیجیے
نشتر ہوئے انس پنہاں شکوہ باطن میں ہے

پھیر جا قاتل نگاہیں پھیر کر الٹی چھری
رہ گئی سد رمق باقی تن بسمل میں ہے

خود سمجھ لو دل ہی دل میں عرض مطلب کے حصول
سب کہے دیتی ہے صورت جو دل سائل میں ہے

دل کے کھوٹے ہیں حسین سے عیب ہے ذات خدا
داغ ہے لالہ میں گرد صفا مہ کامل میں ہے

ہمرہان قافلہ پہونچے سر منزل ظہیر
تو ابھی تک پائے در گل اول منزل میں ہے

نعش پر چاک گریباں مری وحشت آئی
نوحہ گر ساتھ جنازہ کے محبت آئی

شمع مرقد پہ مری پھر زیارت آئی
بوئے گل پھول چڑھانے سر تربت آئی

خانہ برباد ہوئے درد و الم سے بے
سر تربت مرے سر پھوڑتی حسرت آئی

نالۂ و آہ و فغاں کا کوئی مامن نہ رہا
قلق و یاس و تعب پہ پھر قیامت آئی

حیف صد حیف یتیم آج ہوئے طفل سرشک
گریہ زار کو خود اپنے پہ رقت آئی

درد و اندوہ کو اب کون رکھیگا دلمیں
شب ہجراں پہ بلائے شب فرقت آئی

غم و اندوہ کا عالم ہے مری میت پا
ہائے کیا گور غریباں پہ قیامت آئی

وحشت و عشق و جنوں کی ہوئی بستی برباد
خاک اڑاتی ہوئی سر پہ مری قسمت آئی

سینہ کوباں مرے ماتم میں ہوا دشت جنوں
کوہ و زندان و بیابان پہ مصیبت آئی

اک ہوئے سست مرے دشت ہوئے سب ویران
ہو گئے آوارہ وطن شہر میں غربت آئی

جمع اب کون کرے دلمیں پریشانی کو
ہو گئے بیکس سر تربت مری کلفت آئی

ناتوانی کا جہاں میں کوئی پرساں نہ رہا
گر پڑی مرے مرقد پہ نقاہت آئی

حسن والوں کا ہے بازار محبت ٹھنڈا
سرد مہری لیے صحبت میں محبت آئی

کیا قیامت ہے ظہیر اپنا جہاں سے جانا
اک خدائی کو مرے ساتھ ہے رحلت آئی

واہ کیا دیکھکے دشمن پہ طبیعت آئی
کو طبیعت کو بھی اُنسے ندامت آئی

اور دو چار کو دس بیس کو حیرت آئی
آئینہ دیکھکے انکو نہ خجالت آئی

روسیاہی کو بھی غیر سے نفرت آئی
منہ چھپا کر مرے گھر میں شب فرقت آئی

بزم دشمن میں حیا رکھتی آتے آتے
شرم کو شرم خجالت کو خجالت آئی

پہلو سے غیر کے کیا شکل بنا کر آئے
شکل دیکھے سے جو آئینہ کو حیرت آئی

منہ گیا شرم سے آئینہ بھی پانی پانی
منہ دکھاتے ہوئے انکو نہ خجالت آئی

بوسۂ غیر نے یہ رنگ اڑایا شب وصل
پھر نہ اس لعل مسی زیب پہ رنگت آئی

غیر کی چاہ سے چاہت کو ہنسی آتی ہے
کیا پسند آپکو روتی ہوئی صورت آئی

جو لگی بھی نہ کبھی آیا تمھیں پاس وفا
خاک اُڑا انکے لئے دل میں کدورت آئی

آنکھیں ملنے سے جھکے چشم حیا کش ہے حیا
شرم میں انکے نگاہوں میں شرارت آئی

کوچۂ غیر سے مرکر تو اُٹھے آج ظہیر
بارے صد شکر تمھیں اب تو حمیت آئی

ظہیر جل کے ذرا اور یہ دل کہو تو سہی
خدا کریگا جو ہوگا چلے چلو تو سہی

یہ گو تمھیں نہیں اچھی سے کچھ کہو تو سہی
مرے سوال کا پورا جواب دو تو سہی

ہمارے قتل پہ صاحب کمر کسو تو سہی
یہ سر ہے تیغ ہے تم مرد ہو بنو تو سہی

چلے ہو اٹھکے کدھر کو ذرا سنو تو سہی
مزاج کیوں ہوا برہم ابھی کہو تو سہی

بنا ہے جسکے کوئی بردبار ہو تو سہی
ہزار ہا نہ سہی کوئی ایک دو تو سہی

ملو ملو نہ ملو یہ خوشی تمہاری سے ہے
ہم اپنے ہاتھ سے دیتے ہیں دل کو لو تو سہی

مری طرف سے پیامی یہ اُنسے کہہ دینا
تم اپنی کہتے ہو اُنکی بھی کچھ سنو تو سہی

چمن میں ناز ہے بلبل کو خندۂ گل پہ
دہان زخم ذرا کھلکے تم ہنسو تو سہی

فدا ہوں جان سے ہم تم پہ تم رقیبوں پہ
خدا کیواسطے انصاف کچھ کرو تو سہی

وفا کے وعدہ کی خاطر ملاپ بھی چھوڑا
وصال ہو کہ نہ ہو تم ملو جلو تو سہی
یہ دیکھنا ہے کہ کیونکر قیامت آتی ہے
نکل کے گھر سے ذرا تم چلو پھرو تو سہی
شب وصال وہ کہتے ہیں ہاتھا پائی کا
مزا چکھائینگے تمکو ذرا رہو تو سہی
ابھی سے حسرت و ارمان پڑی نکلنے کی
ہمارے دل میں کوئی دن رہو سہو تو سہی
رقیب غیر ہیں پھر اور ہم تمہارے ہیں
ہماری لاج بھی تھوڑی سی تم رکھو تو سہی
سوال بوسہ پہ کہتے ہیں منھ تو دھو رکھو
پڑے ہو آ کے کہیں سے ذرا اٹھو تو سہی
خدا کرے کہ کہیں تم بھی لو لگا بیٹھو
ہماری طرح کوئی دن جلو بھنو تو سہی
کسی کے درد کو کیا جانو ناصح مشفق
کسی سے عشق محبت کبھی کرو تو سہی
ظہیر حل مہمات کچھ نہیں دشوار
خدا کے فضل پہ تکیہ ذرا رکھو تو سہی

دل مریض نرگس بیمار ہے
خود مسیحا صاحب آزار ہے
دل نشین کوئی بت سیمخوار ہے
گھر خدا کا خانۂ خمار ہے
بلبل و پروانہ ہیں اسکے ندیم
جو مصاحب ہے خدائی خوار ہے
وہ نہیں دیکھا کرے اور اسکو ہم
آئینہ بھی پردۂ دیوار ہے
سہ نہیں سکتی وہ جانک باریاب
آپکا دربار کیا دربار ہے
بات کوئی چال سے خالی نہیں
ہے کوئی رفتار یا گفتار ہے
دل کے تختے کاٹ کے ٹکڑے کر دیئے
گفتگو ہے یا کوئی تلوار ہے
خوش ہوئے تو کہدیا چل دور ہو
واہ کیا اخلاص ہے کیا پیار ہے
کیوں اسے سیتا ہے تو اے چارہ گر
زخم دل ہے یا لب اظہار ہے
جنبش لب پر ہے میرا فیصلہ
تمکو آسان ہے مجھے دشوار ہے
رازدان سے بھی ہو مخفی راز دل
گوش رکھتا ہر در و دیوار ہے

ہین گلے شکوے پڑا نے وصل مین
یہ نئی حجت نئی تکرار ہے

منہ سے دشنام ٹھہرے لطف خاص
گھڑکی جھڑکی پیار کی گفتار ہے

مہر کسی کے ہاتھ بک جاتا ہے یہ
دل بھی کوئی شاہ بازار ہے

دو قدم چل کر کیا ہے قتل عام
آپکی رفتار کیا تلوار ہے

بات کے ہمراہ کٹتے ہین گلے
ہے زبان یا خنجر خونخوار ہے

مغبچون کے ہاتھ سے ہے تار تار
شیخ کی دستار کیا سوتار ہے

بات مطلب کی کوئی رہتی نہین
دل عجب دیوانہ ہشیار ہے

پاسبان انکا کبھی سوتا نہین
کیا عدو کا طالع بیدار ہے

چاہتے ہے توبہ کرا دی لو ہمین
وہ بت کافر بڑا دیندار ہے

رات دن سولی پہ رکھتی ہے ہمین
یہ زبان کیا ہے زبان دار ہے

مر رہا ہے آرزوئے وصل مین
جو بھلا چنگا ہے وہ بیمار ہے

گر نہین ملتے مری ضد سے ملو
میرے ملنے سے نہین انکار ہے

آپسے بڑھکر ہون نازک ضعف مین
بات بھی کرنی مجھے دشوار ہے

جس نے دو بوسے دئے منہ لگ گیا
پھول دو دیکر گلے کا ہار ہے

پھول گرتے ہین زبان سے اے ظہیر
واہ کیا گلریز ہی گفتار ہے

ستم ہے بزم مین افشائے راز ہوتا ہے
یہ منجدھار مین گریہ سے مجھے ڈبوتا ہے

لگا کے دل کوئی وابستہ جان کھوتا ہے
معاملہ ہی برا دل لگی کا ہوتا ہے

جگر مین آج کوئی برچھیان پروتا ہے
ضرور غیر کی آغوش مین وہ سوتا ہے

دل رقیب سلامت رہے نہ مانونگا
یہی کہونگا کہ تیر نگاہ کھوتا ہے

کہا جو اُسنے وفا کے عوض جفا کیون کی
وہ ہنسکے بولے محبت مین یہ ہی ہوتا ہے

ہمارے خواب میں وہ مست ناز کیا آئے
کہ خواب ناز میں اپنا نصیب سوتا ہے

تمہارے ظلم کا کٹتے گا نہیں حاشا
یہ بدنصیب نصیبوں کو اپنے روتا ہے

دل نحیف تر ہے بتوں کی الفت کا
کہ سر پہ رنج و الم کے پہاڑ ڈھوتا ہے

مجھی سا داغ بہ دل تو بھی ہے مگر اے گل
علی الصباح جو منہ آنسوؤں سے دھوتا ہے

ظہیر چاہ حسینوں کی گل کھلائے گی
یہ اپنے ہاتھ سے تو آپ خار بوتا ہے

بلا کا افعی گیسو میں زہر ہوتا ہے
کہ اسکی پھونک کا مارا لحد میں سوتا ہے

عبث یہ جوش سرشک آستیں بھگوتا ہے
کہیں گریۂ خون دل کے داغ دھوتا ہے

کوئی وصال میں کروٹ بدل کے سوتا ہے
کسی کے حسرت و ارمان کا خون ہوتا ہے

وہ شکوے سنکے یہ بولے مرے سپاہی سے
جو ہیں نصیب کو وہ بدنصیب روتا ہے

حنا لگائے شب وعدہ اوست کا قسم
کسی کے خون میں کیدن انگلیاں ڈبوتا ہے

غبار خاطر عاشق کی شست و شو معلوم
کہ زندگی ہی سے کمبخت ہاتھ دھوتا ہے

کہے تو خم میں ڈبو دیں کبھی کو اے زاہد
ہمیں عرق میں ندامت سے کیا بھگوتا ہے

وہ کہتے ہیں یہی شامت زدہ ظہیر نہ ہو
یہ دیکھنا پس دیوار کون روتا ہے

خوبرویوں کی جستجو نہ گئی
نہ گئی دل لگی کی خو نہ گئی

ہائے دنیا کی آرزو نہ گئی
فرشتے مر گئے بھی جستجو نہ گئی

خوئے بد تیری تند خو نہ گئی
گھڑکی جھڑکی کی گفتگو نہ گئی

جا چکا لطف زندگانی سب
ہائے کمبخت آرزو نہ گئی

یا دکھیں دلفریبیاں کیا کیا
ایک بھی اسکے روبرو نہ گئی

ہائے اُس بیوفا سے کام پڑا
آ کے جس تک وفا کی بو نہ گئی

نوجوانی گئی شباب گیا
جہان تکنے تاکنے کی خو نہ گئی

لے چلے داغ روسیاہی کا
جان دنیا سے سرخرو نہ گئی

ہوئے زیر بار منت خلق
زخم تک سوزن رفو نہ گئی

عیش و آرام سب لئے رخصت
لیکن اک حرص دل سے تو نہ گئی

روسیاہی نے رکھ لیا پردہ
اہل محشر میں آبرو نہ گئی

ہائے خنجر کی تیرے بے آبی
اڑ گئے اک بوند تا گلو نہ گئی

قد تو ن خون دل پیا لیکن
حسرت ساغر و سبو نہ گئی

جان کھوئی تلاش میں جسکی
آجتک اسکی جستجو نہ گئی

کوستے گالیاں رہیں لب پے
بدزبانی کی گفتگو نہ گئی

سہم گئے جان سے مگر افسوس
تیری نخوت ستیزہ خو نہ گئی

اُف رے کافر کی پاکدامانی
جسکو اتنک ہوا بھی چھو نہ گئی

مل گئے خاک میں ظہیر افسوس
وہ امارت کی دل سے بو نہ گئی

مرے اشعار کی تحسین ملایک کی زبانتک ہے
زمین شعر کی معراج ہفتم آسمانتک ہے

جلایا آتش رشک عدو نے جسم و جانتک ہے
اثر سوز و گداز غم کا مغز استخوانتک ہے

وہ کافر بدگمان مجھسے یہانتک ہے یہانتک ہے
مٹا دی اس نے جانتکی مرے وہم و گمانتک ہے

نہ غم خوف و رجا ہوتا فقط سود و زیان تک ہے
جو سچ پوچھو تو الفت کا مزا بھی امتحانتک ہے

شمیم گیسوئے عنبر فشان پہونچی کہانتک ہے
کرا ترائی ہوئی پھرتی نسیم بوستانتک ہے

مری تقدیر نے چکرا رکھا ہے دونوں عالم کو
مرے ہمراہ گردش میں زمین کیا آسمانتک ہے

پتہ ملتا نہیں آگے عدم کے جانیوالوں کا
سراغ نقش پا چلتا سرائے کاروانتک ہے

خدا جانے پیامی بات بڑھکر یہ کہاں پہونچے
ابھی تو گفتگو انکی زبان میری زبانتک ہے

بہت اُٹھ کر اگر پہونچے تو اُس کوچہ میں جا پہونچے
رسائی حد سے گزری تو غایت پاسباں تک ہے

تعلق کیا رہا جب ہاتھ کھینچا رخت ہستی سے
عداوت برق و صرصر کی بھی خارِ آشیاں تک ہے

تعجب کیا اگر ہو راز داں کا راز داں کوئی
ابھی تک تو یہ افسانہ زبان رازداں تک ہے

عجب کیا گر مجازی سے اُچک جائیں حقیقت تک
ارادہ تو محبت کا حیاتِ جاوداں تک ہے

کہے کیا خاک وہ کمبخت تم سے دردِ دل اپنا
کہ مشکل سے آتا مدعا جسکی زباں تک ہے

چھپانے سے کہیں چھپتا ہی سودا زلفِ برہم کا
دمِ تقریر اظہارِ پریشانی بیاں تک ہے

نہاں جو پیچ ہیں دل میں وہی کانٹے اُبھرتے ہیں
نمائش خارِ غم کی دیکھلو دل سے زباں تک ہے

ظہیر اُسکے دم سے ہیں حسن و عشق کے چرچے
یہ رسوائی یہ بدنامی اسی سے خانماں تک ہے

زندگانی کا عزم گیا دل سے
سہل پائی نجات مشکل سے

خضر واقف ہوئے نہ منزل سے
راہ سیدھی تھی وادیٔ دل سے

فائدہ شکوہ ہائے باطل سے
یہی کہہ کر وہ اُٹھ گئے دل سے

یاس نے اس طرح دی دل سے
مشکل آسان ہوئی مشکل سے

دل میں رہکر بھی وہ مرے دل سے
دور تر ہیں ہزار منزل سے

آپ ہی بن گئے غیر کے ارمان
کیوں نکلنے لگے مرے دل سے

پھر وہ اُٹھ کے گر گیا ناصح
بد دعا دی تھی کشتۂ دل سے

آدمی آدمی سے ملتا ہے
کوئی کس سے کوئی کس دل سے

دل بھی آیا تو ٹوٹ کر آیا
قطع امید ہو گئی دل سے

حسرتوں کا تو کیا گلہ شکوہ
تحمل کر تو دیکھلو دل سے

لیگئی اک نگاہ شرم آلود
کتنا شکوہ سمیٹ کر دل سے

ایسے ملنے سے تو نہ ملنا خوب
کیا ملے گر ملے نہ دل سے

جیتے تھا پاس خاطر محفوظ
دل دیا تھا کسی توقع پر

شعر نکلے ہیں اوپرے دل سے
کچھ گذری ہوئے ہیں دل سے

کبھی نہ ہو نامرادی آہ
کوئی پوچھے ظہیر کے دل سے

سرخرو ہو کے تیغ قاتل سے
آج بسمل ملے گلے بسمل سے

رنگ بن نکلے روئے قاتل سے
خون اڑتا ہے نقش بسمل سے

ہاتھ نازک ہی گیا ہے قاتل کا
تیغ کھنچ کھنچ گئی ہے بسمل سے

تندخو طبع نازک قاتل
ہنسی جلتی ہے نبض بسمل سے

ہائے انداز کشتن قاتل
خونبہا مانگتا ہے بسمل سے

جوہری کو ہے قدر جوہر کی
حال بسمل کا پوچھو بسمل سے

دشنہ کیوں پھیرتے ہو گردن پر
تو دل لپٹ جاؤ اپنے بسمل سے

غسل میت ملیگا کشتوں کو
خون برسیگا تیغ قاتل سے

مہندی ملنے کا اک بہانہ تھا
ہاتھ رنگین ہے خون بسمل سے

زندگانی کے دن نہیں کٹتے
کام نکلا نہ تیغ قاتل سے

ہوش اڑ گئے ہیں مجنون کے
پردہ اٹھ گیا ہے محمل سے

پانون مجنون کے نہیں اٹھتے جاتے
پردہ اٹھتا نہیں ہے محمل سے

بحر ہستی کی کٹے ہولی منزل
ناؤ ٹکرائی آکے ساحل سے

بحر مواج میں جہاز اپنا
ڈوبنے کو ہے دور ساحل سے

در دانہ اٹھکے ہر اٹھا دیتا
کون اٹھتا ہے تیری محفل سے

بزم دشمن نہیں ہے روشن ہر
دیکھیں لو اٹھا کے محفل سے

محفل ہے کچھ مرا اٹھا دینا
حشر تک ہم اٹھینگے محفل سے

شمع بزم رقیب تو ہم تھے
کام کیا تھا چراغ محفل سے

کتنے بے لطف ہو خدا کی قسم
اتنا پرہیز اپنے مائل سے

بیوفا تمکو نہین پاس نہین
ایک بوسہ دریغ سائل سے

گالیان منہ حرف مطلب پر
سنتے ہو حرف تلخ سائل سے

رخصت اے الفت اسیری ہم
اٹھ چلے نالۂ سلاسل سے

پیر و مرشد جنون ہے مشرب عشق
سلسلہ ہے ہمین سلاسل سے

ناتوانی سی ناتوانی ہے
لب تک آتی ہے جان مشکل سے

دشنۂ بے آب ناہین قاتل
سامنا ہے ہزار مشکل سے

آئینہ سے ہے دو بدو کی چوٹ
آنکھ لڑتی نہین مقابل سے

انکی صورت نظر مین پھرتی ہے
سامنا ہے ہزار منزل سے

ہے ابھی تک ظہیر دلی دور
کوسون آگے ہون گرچہ منزل سے

ہوا ایک بیک سے یہ کیا ستم نہ پیام ہے نہ سلام ہے
نہ ملاپ ہے نہ طلب ہے نہ جواب ہے نہ کلام ہے

وہان بزم عیش مدام ہے شب و روز گردش جام ہے
ہمین اپنی زیست سے کام ہے ہمین آب و دانہ حرام ہے

نئی رنگ لاتا ہے آسمان کہ کچھ چھپی ہے کچھ عیان
یہ بلا کی ہین دو رنگیان کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

چلی وہ فضا ہے یہ کیا ہوا کہ چراغ بزم بجھا دیا
نہ وہ مست ہین نہ وہ میکدہ نہ وہ شیشہ ہے نہ وہ جام ہے

عجب انقلاب ہے ابتدا جو نہ دیکھا تھا نہ کبھی سنا
کہ جہان گذر ہے خواص کا وہین آج محفل عام ہے

جو قیام ہو کسی بات کو تو وفا ہو وعدہ کی آس ہو
کبھی ماہ ہے کبھی سال ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

کہون خاک حال دل حزین کہ وہان تو چین ہمین نہین
مجھے فکر جسکی مدام ہے وہی انکا تکیہ کلام ہے

یہ طعام غم ہے وہ با مزہ کہ نہین ہے اس سی کوئی غذا
کہ شراب اشک کباب دل مرا اکل و شرب مدام ہے

وہ نہین نہین ہی کیا کئے ہم ادھر بلائین لیا کئے
انہین اپنی شرم سے مدعا ہمین اپنے کام سے کام ہے

غم و غصہ جیسے ہوئے غذا کسی چیز میں نہ مزہ ملا — جو پیا تو خون جگر پیا مجھے آب و دانہ حرام ہے
مہ جبین حسن دو روزہ پہ نہ غرور کیجیے اسقدر — کہ یہ آفتاب جمال اب کوئی لمحہ بھر لب بام ہے
یا الٰہی کونسا گلبدن ہوا جلوہ گر ہے سوئے چمن — کہ شمیم گیسوئے مشک بو مری عطر بیز مشام ہے
کوئی روٹھکر جو ذرا گیا یہ غرض کسے کہ منائیگا — کہ کسی کا کوئی خدا نہیں نہ کسی کا کوئی غلام ہے
کوئی مرے تو تماشا کرے کوئی جی اٹھے تو حیا کرے — یہ بلا سے کوئی مرے جئے انہیں اپنی چال سے کام ہے
یہ کہاں کی رسم ہوا کیا کہ وفا نہیں کرتے ہیں جفا — جو یہی ہے اجرت بندگی تو بتوں کو اپنا سلام ہے
جو ہزار دن ملے خاک میں تو ہزار دن قبر میں گئے — یہ نمود حشر ہوا کیا کہ کسی طرح خرام ہے
کوئی سبب پوچھے ظہیر اگر تو بلا تصنع ہے واقعی — جو سخن کہ شاہ کلام ہے وہ کلام شاہ نظام ہے
یہ جہاں میں جتنی ہیں ہو رہیں ایسی سیر میں فتنین — کہ ظہیر خستہ و مبتلا اسی بے گناہ کا نام ہے

اٹھو خواب ناز سے ظہیر اب شب یار عیش بسر ہوئی
یہ جو چاند اب لب بام ہے یہی صبح عمر کی شام ہے

آئینہ کو رخ دکھارا چاہیے — دل ہمارا اب تمھارا چاہیے
حسن پہ عاشق کو وارا چاہیے — اس اُتارے کو اُتارا چاہیے
دل نگاہ یار کا بیمار ہے — اور اس مرنے کو مارا چاہیے
دور بیٹھو انجمن میں غیر سے — پاس کچھ ہمکو ہمارا چاہیے
جنبش ابرو میں بیڑا پار ہے — ڈوبتے کو اک سہارا چاہیے
زندگی ہے عالم بیمار کی — جسطرح گذرے گذارا چاہیے
ان بتان سنگدل کی چاہ کو — دل کے بدلے سنگ خارا چاہیے
دل بغل میں آستین کا سانپ ہے — پہلے اس موذی کو مارا چاہیے
اب امنگوں پر ہے جوبن آ چکا — ان ابھرتے کو ابھارا چاہیے
شعر آلودہ نظر ہے کشتگیں — قتل پہ خنجر دودھارا چاہیے

دوستی کا دوست سے برتاؤ ہو — اور دشمن سے مدارا چاہیے
ان بتوں نے ہی درشتی پر ضرور — سنگ کو آہن کا آرا چاہیے
یار زاہد ابتو زہد خشک کو — محتسب کے سر سے مارا چاہیے
ٹوٹا پھوٹا کوئی ساقی جام ہے — پند گو کے منہ سے مارا چاہیے
آئینہ کا چاہنا کیا چاہنا — چاہیے کو اسے خود آرا چاہیے
ڈوبنے والیکو ہو کشتی نوح — ایک تنکے کا سہارا چاہیے
فائدہ کیا کشتن سیماب سے — نفس امارہ کو مارا چاہیے
جبتو باز آئے تمہاری چاہ سے — اب رقیبوں کو خدارا چاہیے
گر ہوئیں تسخیر پریاں کیا حصول — دلکو شیشہ میں اتارا چاہیے

چاہنے والا ہو جو اپنا ظہیر
جان و دلکو اسپہ وارا چاہیے

ہمیں جو مدعی ہیں سب کہتے سنتے — بھلا ہم بھی کبھی ہیں سب کہتے سنتے
تمہیں ہم کچھ کبھی ہیں سب کہتے سنتے — تمہارے سے آدمی ہیں سب کہتے سنتے
ہمارے منہ سے بھی تم نے سنا کچھ — بری اچھی سبھی ہیں سب کہتے سنتے
زمانے میں کبھی عشاق چاہنا تر — رموز عاشقی ہیں سب کہتے سنتے
کسیکو مرتے دیکھا ہو تو بولو — زبان سے مدعی ہیں سب کہتے سنتے
دکھا کر وہ انگوٹھا ہمکو بولے — اسیکہ آرسی ہیں سب کہتے سنتے
وہ ذکر غیر پر کہتے ہیں مجھکو — اجی ہاں ہاں یہی ہیں سب کہتے سنتے
انہیں تو کیا غرض جو سنتے ہیں پوچھیں — ہمیں دلکی لگی ہیں سب کہتے سنتے
مرے مطلب پہ بولے راز داں سے — یہ اپنی فارسی ہیں سب کہتے سنتے
پتہ دیکھے کے جو ہوتے ہیں شادے — اسے دل لگی ہیں سب کہتے سنتے

مرے شکوون پہ کیون ہوتے ہو برہم
سبھی کچھ آدمی ہین کہتے سنتے

سخن آسان نہ نادانی سے مشکل
سخنور تو سبھی ہین کہتے سنتے

انہین خلوت کو عشرت سر بیان
تجھے اے بیکسی ہین کہتے سنتے

جنھین ہم جان و دل سمجھے ہوئے ہین
نہین وہ اجنبی ہین کہتے سنتے

یہی ہین وہ جنھین اہل زمانہ
ظہیر دہلوی ہین کہتے سنتے

حسن وصورت پہ کہین جان فدا ہوتی ہے
وہ تو کچھ اور ہی کمبخت ادا ہوتی ہے

اُن دنیا سے نئی بات یہ کیا ہوتی ہے
کیون سنے ہم سے یہ اگلی ہی جفا ہوتی ہے

شرمگین چشم خود انگشت نما ہوتی ہے
پردہ در پردہ نشینون کی حیا ہوتی ہے

تو مری ضد مین رقیبون سے وفا ہوتی ہے
واہ کیا شرط محبت کی ادا ہوتی ہے

شعلہ رویونکی عداوت کو تو کیا پوچھتے ہو
مہربانی بھی تو اک قہر خدا ہوتی ہے

خوبرویونکی محبت سے بچا اے اللہ
انکی ہر بات مین عاشق کی قضا ہوتی ہے

کہتے ہین سچ تو کہو تمکو ہماری سوگند
کسی معشوق کی خصلت مین وفا ہوتی ہے

عشقبازون کے لئے موت ہی حجت شباب
نوجوانون کی جوانی بھی قضا ہوتی ہے

وعدۂ وصل سے ہو خاک تسلی دل کو
بیوفا سے کہین امید وفا ہوتی ہے

دل برہم شدہ بل کھاتا ہے کچھ آپسے آپ
ہے سیہ ہی جو کبھی زلف دوتا ہوتی ہے

تیرہ روزی مجھے کرتی ہے پریشان کیا کیا
رخنہ پر ہم جو تری زلف دوتا ہوتی ہے

ہم گنہگار مین زاہد نہین پابند سجود
نہ قضا ہوتی ہے ہمسے نہ ادا ہوتی ہے

تو مرے سامنے دشمن سے گلے ملتے ہین
ہائے کس لطف کی پر دیکھین جفا ہوتی ہے

کیسی پہلو کی لپٹی نہین جانے دیتے
شوخیان شرم مین شوخی مین حیا ہوتی ہے

شکوۂ جور پہ جھنجھلا کے وہ فرماتے ہین
ہان یہی جرم محبت کی سزا ہوتی ہے

تم جو برہم ہو تو ہونا تمہاری خو ہے / زندگانی مری کیون مجھ سے خفا ہوتی ہے
ہنسنے جا کر اسے الٹا نہین آتے دیکھا / کیا جوانی کسی جنگل کی ہوا ہوتی ہے
جانتا ہون کہ تری زلف ہوئی ہے برہم / دل پہ نازل جو کوئی تازہ بلا ہوتی ہے
پائمالی سے ہوا کرتے ہین عاجز مختار / سرخرو زیر قدم آکے حنا ہوتی ہے
کوس رحلت کی صدا کا مجھے ہوتا ہے یقین / گوش زد جب کبھی آواز درا ہوتی ہے

دل لگانیکی قسم کھاتے ہین سو بار ظہیر
اور ہر پھیر کے وہی ہمسے خطا ہوتی ہے

علی اللّٰہیون مین نام بالا تر ہمارا ہے / نشیمن شاخ طوبیٰ پر لب کوثر ہمارا ہے
لبالب بادۂ توحید سے ساغر ہمارا ہے / مطاع پیر و مرشد ساقی کوثر ہمارا ہے
تصور بتکدہ اپنا خیال آذر ہمارا ہے / بت و بتخانہ و بتگر دل کافر ہمارا ہے
ہوئی جب خانہ ویرانی تو ہر جا گھر ہمارا ہے / کہ بالین سنگ ہے فرش زمین بستر ہمارا ہے
طریقے مے پرستی ہے خدا کے ہاتھ پر بیعت / وہ میکش ہین کہ میخانہ لب کوثر ہمارا ہے
گیا دل سے نہ بعد قتل بھی شوق ہم آغوشی / تڑپتا کوئے قاتل مین تن بے سر ہمارا ہے
اٹھینگے ہم تو کیا در سے جنازہ بھی نہ اٹھیگا / یہین مدفن ہمارا ہے یہین گھر در ہمارا ہے
ہوئی آغوش کیا خالی کہ دنیا ہو گئی خالی / نہ دل بر مین ہمارا ہے نہ اب دلبر ہمارا ہے
نگاہ ناز کے دستے دل دشمن پہ چلتے ہین / گلو اس رشک سے قاتل تہ خنجر ہمارا ہے
جواب طعنہ دلدوز اک ادنی سی چٹکی ہے / جو وہ خنجر تمہارا ہے تو یہ نشتر ہمارا ہے
تمہین ظلم و ستم شایان ہے تسلیم و رضا ہم کو / جو وہ زیور تمہارا ہے تو یہ جوہر ہمارا ہے
تمہاری پردہ داری نے کیا بدنام دونو کو / تمہارا تذکرہ گھر گھر مین ہے یا ہر ہمارا ہے
ہوئین رسوائیان کسکی طرف سے تمہین کہدو / تمہارے ظلم کا چرچا ہے یا گھر گھر ہمارا ہے
نگاہون کی طرح زانو سے اب سر بھی نہین اٹھتا / یہ بار خون حسرت تیری گردن پر ہمارا ہے

تکلف بر طرف خانہ بدوشی ہی عجب دولت
گھڑی بھر دم لیا جسجا وہی گھر در ہمارا ہے

بحمد اللہ کہ پرسش تو ہوئی تقصیر وارونکی
گنہگارونمین نام اوّل سر دفتر ہمارا ہے

ابھی تک تو امیدین حشر مین ہین دادخواہونکی
مزہ ہو گر وہ کہدین داور محشر ہمارا ہے

خدائی بھر مین اک انسان خدا لگتی نہین کہتا
بس اب تکیہ اُسی پر داور محشر ہمارا ہے

ہم اپنے ہاتھ تو کٹوا چکے خود اپنے ہاتھون سے
ہمارے خط کا مضمون خون کا محضر ہمارا ہے

سفینہ کو ہمارے خوف کیا آشوب محشر سے
کہ اس طوفان مین دست خدا پیکر ہمارا ہے

ظہیر آسان ہو جائیگی منزل روز محشر کی
خضر کو جستجو جسکی ہے وہ رہبر ہمارا ہے

نہین اس خاکدان مین جہان سے پیر و جوان کوئی
یقین ہے اور ہو تیر زمین بھی آسمان کوئی

کسیکی جبہہ فرسائی سے کیون ہو بدگمان کوئی
اٹھا لیجائیگا سر پر نہ سنگ آستان کوئی

کرے کیا خاک پھر آرزو دے دلستان ہی
جہان ہمدرد ہو کوئی نہ اپنا ہمزبان کوئی

کسیکو برملا محفل مین کیون دے گالیان کوئی
ذرا اتنا تو سمجھے منہ مین رکھتا ہے زبان کوئی

اجازت ہو تو کچھ ہم بھی سنائین حال دل اپنا
سُنی ہوگی نہ دردانگیز ایسی داستان کوئی

زمانے کبھی پر تیغ و خنجر تیز ہوتے ہین
الٰہی مین ہی دنیا مین ہون کیا سنگ فسان کوئی

مقام سجدہ ریزی ہر کہ ہو حق کا محل زاہد
خدا کا گھر ہے مسجد یا خرابات مغان کوئی

مگر تیغ محبت کے دو طرفہ وار چلتے ہین
تڑپتا ہے یہان کوئی پھڑکتا ہے وہان کوئی

کوئی مرنیکو مر جائے اسے مطلق نہین جنبش
دل نازک تمہارا ہے کہ سنگ آستان کوئی

بہم جب بگڑ لی ہو تیسرے کا واسطہ کیا ہے
وفائے عہد پر کیون ہو خدا کو درمیان کوئی

در و دیوار سے سر پھوڑ لے کیا خاک اس جا پہ
جہان سنتا نہو مظلوم کی آہ و فغان کوئی

کرینگے پردہ داری دلکی جیب و آستین کبتک
گل تازہ کھلا نیکو ہے چشم خونفشان کوئی

کوئی کب تک نہ دیگا زخم کہا کہا کر جواب آخر
سنبھالے کیون کسیکے قتل پر تیغ زبان کوئی

یہ وہ کافر ہے سوز عشق سے پتھر تک نہین خالی
مگر ہان دلمین رکھتا ہی نہان کوئی عیان کوئی

نہین شرم و حیا غالب ہمین پاس ادب مانع
نہ ہمسا ہیزبان کوئی نہ قصہ بیدبان کوئی

تمنا ہی تمنا مین ہوئی آخر ہے عمر اپنی
کہان سے لائے پیری مین نصیب جوان کوئی

وہ کہتے ہین ظہیر خانمان برباد ہو شاید
پس دیوار کرتا تھا ابھی شور و فغان کوئی

کیا طرز خرام ہو رہی ہے
مخلوق تمام ہو رہی ہے

حجت سر شام ہو رہی ہے
شب ہفت تمام ہو رہی ہے

او شوق خرام ہو رہی ہے
پامالی عام ہو رہی ہے

آزاد کرینگے وہ مقرر
تجویز غلام ہو رہی ہے

ہے پہلے سخن سے لب پہ دشنام
کیا تکیہ کلام ہو رہی ہے

کہتے ہین نہین دماغ ہم کو
او بات تمام ہو رہی ہے

ہے قاضی و محتسب مین تکرار
مے مفت حرام ہو رہی ہے

حلت مین سخن ہے دخت رز کی
حجت یہ مدام ہو رہی ہے

غیرون پہ چڑھی تھی تیوری کب
جو خاص تھی عام ہو رہی ہے

کہدار و مریز جام ساقی
مستون سے مدام ہو رہی ہے

جس بات کو تم چھپا رہے ہو
مشہور انام ہو رہی ہے

ملنے کو ہین پھر ظہیر سے وہ
شہرت یہی عام ہو رہی ہے

ہم اگر اس بزم مین بھولے سے گریان ہو گئے
یا ہمقون آنکھون نے اشکون کے طوفان ہو گئے

آکے پابند سلاسل دل مین ارمان ہو گئے
وہ دو تم ہو رہ سکے ہم پہلو پشیمان ہو گئے

فصل گل آئی جنون کے ساز و سامان ہو گئے
بستیان ویران ہوئین جنگل گلستان ہو گئے

آشکارا ضبط سے سب راز پنہان ہو گئے
سربسر چاک جگر چاک گریبان ہو گئے

جس طرف ہم مضطر و نالان خرامان ہو گئے
خوشنوایان چمن یکسر غزلخوان ہو گئے

چارہ ساز درد خود محتاج درمان ہو گئے
ہم سے جب زخم دل خالی نمکدان ہو گئے

اب دعائے وصل کے بدلے دعاے مرگ ہے
اب ہمارے دل کے ارمان انکے ارمان ہو گئے

ہے تقاضا دمبدم گھر سے نکلنے کا ہمین
آپکی محفل مین ہم دشمن کے ارمان ہو گئے

انکی محفل مین نہین کچھ حاجت شمع و چراغ
ہم سراپا رشک سے سر و چراغان ہو گئے

بے تکلف غیر سے وہ لوٹنے ملنے لگے
سب مرے ارمان شکست عہد و پیمان ہو گئے

یہ دل ویران شدہ دائم رہا مہمان سرا
رنج و غم مہمان کبھی اندوہ حرمان ہو گئے

مانع دیدار تھی رویت زنان مصر کو
پردہ ہائے بیخودی دیوار زندان ہو گئے

صحبت یاران دنیا درخور صحبت نہین
دیکھکر وضع جہان ہم پا بہ دامان ہو گئے

چارہ ساز درد کی بے ربطی تدبیر پر
مسکرا کر زخم دل گلہائے خندان ہو گئے

صبح وصل مدعی صورت نہ پہچانی گئی
آئینہ تو آئینہ وہ خود بھی حیران ہو گئے

ناصح نادان نے مجکو قید کر کے کیا لیا
کیا مری وحشت کے سامان پا بجولان ہو گئے

وہ نشاط طبع وہ یاران یکدل ہائے ہائے
اب وہ لطف زندگی خواب پریشان ہو گئے

کیا کہون کس سے کہون منہ سے نکلتی ہی نہین
یکقلم حرف شکایت دل کے ارمان ہو گئے

زندگی دو روز کی مشکل سے مشکل ہو گئی
کار ہائے سخت تر آسان سے آسان ہو گئے

اے جنون تو نے دکھائے کیسے کیسے انقلاب
دشت ویران ہو گئے آباد زندان ہو گئے

کسوت عریان تنی کی فکر کر دست جنون
دھجیان دامن ہوئے ٹکڑے گریبان ہو گئے

ہر گھڑی ہر دم مجھے آنکھون مین رکھتے ہین رقیب
لو خدا کی شان خود دشمن نگہبان ہو گئے

خوب رو کا رشک نے غیرت نے رکھا پیرو
نقش پائے مدعی اُس در کے دربان ہو گئے

حضرت ضیغم کا ہے یہ پاس خاطر بسکہ
جمع جو دو چار مضمون پریشان ہو گئے

مضمحل سب ہو گئے چشم و دماغ و دل ظہیر
یاد جو تھے علم و فن سب نذر نسیان ہو گئے

توبہ توبہ غیر پر انکی طبیعت آئے گی
وہ آنکھین ہی نہین جن مین محبت آئیگی

چھیڑ کر سمجھیون گا دل کو گر کدورت آئیگی
قطع کر دون گا زبان کو گر شکایت آئیگی

اے جنون کیسی قیامت پر قیامت آئیگی
یاد جب صبح وطن مین شام غربت آئیگی

صبح وصل عدو کیسی قیامت آئے گی
اپنی صورت دیکھکر خود تمکو نفرت آئیگی

آپ لیلو گے بلائین اپنے روے خوب کی
میری آنکھو سے نظر جب اپنی صورت آئیگی

آئینہ مین بال جب آیا ہو گا کچھ علاج
دل نہو گا صاف جب دلمین کدورت آئیگی

اور ہوتے ہین وہ تیور جنمین ہوتا ہی لحاظ
بیحیا بے شرم کو کیا خاک غیرت آئیگی

یا وہین وہ جنکی باہین گلے مین ڈال کر
کیا منانے آپکو اب حور جنت آئیگی

رفتہ رفتہ ہی اٹھیگی آنکھ سے شرم و لحاظ
آتے آتے ہی انہین رسم محبت آئیگی

تا صبح شفق بجا ہے آج جو فرماتے
بندگی جھکا کر دون گا جب طبیعت آئیگی

دوستی چھوڑی چھپائی پر بھی شرما جاؤ گا
سامنے آنکھون کے جب وہ پیاری صورت آئیگی

شرم والون کو ہوا کرتا ہی کچھ پاس زبان
آپ سے نامنفعل کو کیا خجالت آئیگی

واہ کیا صورت نکل آئی عدو کی چاہ مین
آئینہ دیکھو گے جب تو تمکو حیرت آئیگی

لاکھ آنکھین پھیر لو آخر کو شرما جاؤ گے
چار ہونگی جب نگاہین خود مروت آئیگی

شوخیان دیکھو کہ بولے دیکھکر وہ آئینہ
ایسی بھولی ہی شکل پر کس کی طبیعت آئیگی

آج لہراتی ہے کیون سینہ پہ وہ زلف سیاہ
کون اٹھیگا بلا سے کس کی شامت آئیگی

چاہ کا بھی لطف ہے جبتک ہے دو طرفہ ہو
پھیر دو یار دیکھکے کیا چہرہ پہ رنگت آئیگی

مین دکھا دونگا تجھے ٹھہرا رہے پھر روز فراق
پوچھئے گھر کو ہے تو شام فرقت آئیگی

ابتو وہ نقشہ ہوا ہے آپ کے بیمار کا
دیکھنے والون کو بھی دیکھے سے عبرت آئیگی

وہ بگڑ کر وصل کی شب مجھ سے فرمانے لگے
اپنے لوگوں کی بہت کچھ دل میں حسرت آ گئی

دیدۂ معنی نگر کھل جائیں گے جب اے ظہیر
چشم حق بین کو نظر کثرت میں وحدت آ گئی

جو نہ وہم و گمان میں بر ملا پیدا کرے
شانِ قدرت دم زدن میں کیا سے کیا پیدا کرے

دردمندِ عشق کبریا پیدا کرے
دارو‌ئے امراض درد لا دوا پیدا کرے

آدمیت دے بشر کو گر خدا پیدا کرے
شکر نعمت کیلئے عقل رسا پیدا کرے

عافیت مطلوب ہو تو انزوا پیدا کرے
خاطر بے شر دل بے مدعا پیدا کرے

وادیٔ پر خار الفت میں اگر رکھے قدم
توشۂ راہ رضا رنج و بلا پیدا کرے

جستجو عاشق کو ہو گر مرضیٔ معشوق کی
شیوۂ آداب تسلیم و رضا پیدا کرے

خاک میں ملنے سے پہلے چاہیے ہو جائے خاک
گر بقا منظور ہو شوق فنا پیدا کرے

طالب دیدار ہو گر خواہان عکس روئے دوست
پیشتر آئینۂ دل میں جلا پیدا کرے

خاکساری سے مراتب دل کو ہوتی ہے جلا
خاک ہو کر جوہر صدق و صفا پیدا کرے

سننے والا ہو تو ہو گویا دہان زخم دل
اک زبان سینہ میں مثل آسیا پیدا کرے

قرب حق چاہے اگر دیر و حرم کو چھوڑ کر
آدمی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا پیدا کرے

قطرہ ہو جاتا ہے دریا بحر میں ہو کر شمول
خاک میں مل کر خواص کیمیا پیدا کرے

کعبۂ مقصود کی منزل رسی دشوار ہے
رہروی کو جادۂ کرب و بلا پیدا کرے

گر حصول زندگی چاہے تو دنیا میں ظہیر
جانِ غم سہا دل درد آشنا پیدا کرے

تو شب دیجور میں نور و ضیا پیدا کرے
خانۂ نا آشنا سے آشنا پیدا کرے

آفرینش عالم امکان کی تیرا کھیل ہے
ایک کو نابود کر دے دوسرا پیدا کرے

بستر مخمل پہ اگر غلطاں ہوں تیرے دردمند
خواب مخمل بوریائے بے ریا پیدا کرے

کشتۂ تیغ رضا ہو لالۂ خونی کفن
خون شہید ناز کا رنگ حنا پیدا کرے

گو چڑھا ئین چادر گل تربت عشاق پر
رنگ و بو چمپا کا کھلکر موتیا پیدا کرے

دامن افشان ہو اگر تیری نسیم مرحمت
سبزۂ جیسے دم موج صبا پیدا کرے

نغمہ سنج حمد ہو ہمراہ میرے عندلیب
ہمنشین ہو گل اگر بوے وفا پیدا کرے

آدمی کو بندگی کے واسطے پیدا کیا
بندگی کی شرط ہے خوف و رجا پیدا کرے

اے تری شان رحیمی اہل محشر کا شفیع
قافلہ سالار خیل انبیا پیدا کرے

غیر ہو یا ہو یگانہ سب سے اک برتاؤ ہے
آشنا پیدا کرے نا آشنا پیدا کرے

ابتدا و انتہا تیری نہین اے ذوالجلال
مبتدا پیدا کرے تو منتہا پیدا کرے

ہے یگانہ کون ایسا جو یا بن بیگانگی
آشنا نا آشنا کے دلمین جا پیدا کرے

نغمہ سنجان چمن گر ہمنوا ہون اے ظہیر
لحن بلبل نغمۂ صل علیٰ پیدا کرے

وصل حق چاہے تو عشق مصطفیٰ پیدا کرے
جزو سے کل کا حصول مدعا پیدا کرے

خالق ارض و سما ارض و سما پیدا کرے
ہو نہین سکتا کہ ثانی دوسرا پیدا کرے

درد عصیان کی دوا ہے خاک کوے مصطفیٰ
گر شفا مطلوب ہو دار الشفا پیدا کرے

بارگاہ کبریا تک واسطہ درکار ہے
رہنمائی کے لئے اک رہنما پیدا کرے

جستجو سالک کو ہو گر منزل مقصود کی
شاہ راہ آستان مرتضیٰ پیدا کرے

توبہ توبہ گر خدا پیدا کرے اپنی نظیر
دوسرا دنیا مین محبوب خدا پیدا کرے

گر صبا لیجائے تیرے شمۂ شمیم پیرہن
گل چمن مین رنگ و بوے مصطفیٰ پیدا کرے

کوئی کشتیبان تو ہو طوفان محشر کے لئے
یا خدا پھر چھوڑ دے یا نا خدا پیدا کرے

کھنچگیا جو کھنچگیا اب نقش ثانی ہے محال
کرچکا اور سے بڑون دست قضا پیدا کرے

آفرینش آپکی ہے یون تو سب سے پیشتر
تھا مشیت مین کہ ختم الانبیا پیدا کرے

پیش کرتے ہین دکھانیکو متاعِ زرِ دوست
قدر و قیمت تا متاعِ بے بہا پیدا کرے

تھی بشارت مقدمِ حضرت کی انّی جاعلٌ
یعنی ذاتِ حضرتِ خیر الوریٰ پیدا کرے

چھوڑی ہی چیزین یہ نہین سب بخشین حبیبِ خاص کو
اور کیا باقی رہا جو اب خدا پیدا کرے

دیکھ سکتا نہین نقدِ شفاعت آپکے
اور سب قدرت ہی جو چاہی خدا پیدا کرے

ہم کہے جائینگے یا مولیٰ نصیری کی طرح
گر خدا مارے ہمین یا پھر خدا پیدا کرے

کون ایسا ہے کہ عاشق جسکا ہو معشوق کل
غیر ممکن ہے کہ یہ ناز و ادا پیدا کرے

کفر سے بدتر ہے کچھ کفرانِ نعمت اے ظہیر
گر خدا توفیق دے خوئے وفا پیدا کرے

کہتے ہین گر کوئی ہمپر آفت اپیدا کرے
مدعی پیدا کرے یا مدعا پیدا کرے

ہو گزر ممکن تو ہو دستِ رسا پیدا کرے
دسترس مین جسکا ہو کیا دستِ دعا پیدا کرے

جستجو پیدا اگر نا آشنا پیدا کرے
تا بہ ہرجائی نہ دنیا مین خدا پیدا کرے

جلد بازونکی محبت دیرپا ہوتی نہین
دیر مین پیدا کرے دیر آشنا پیدا کرے

بیوفا تھے ہزارون شہر مین ملجائینگے
باوفا جیسا تو کوئی دوسرا پیدا کرے

چاہنے والا ہے جو اُس شوخ ظلم ایجاد کا
ہر ستم کے واسطے ایک دل نیا پیدا کرے

کیے تھے ابتدا مین کیا یہی اقرار تھے
آدمی دلمین تو کچھ شرم و حیا پیدا کرے

دل لُبھا لینے کو انسان کے سلیقہ شرط ہے
دلمین گھر پیدا کرے آنکھون مین جا پیدا کرے

خوبروئی اور شے ہے دلربائی اور شے
شرم مین شوخی ہو شوخی مین حیا پیدا کرے

عیب بھی کرنیکو دنیا مین ہنر درکار ہے
حسن جیسے کج ادائی مین ادا پیدا کرے

روز اُنکا وعدۂ فردا ہو پر فردا نہ ہو
گر خدا سو روز تک روزِ جزا پیدا کرے

ہو گیا ہمکو سراغِ دزدِ دل سے دستیاب
اب ٹھکانا اور بھی دزدِ حنا پیدا کرے

وہ اگر سودا زدہ ہین تو دیوانہ نہین
چارہ گر اپنے مرض کی تو دوا پیدا کرے

پیرہا بحر محبت میں ہنسی ٹھٹھا نہیں
آشنا ہو تیکے قابل وسعت پا پیدا کرے

وہ تغافل کیش گر آئے ہماری خاک پر
چشم حیرت ہر قدم پر نقش پا پیدا کرے

سرخرو ہوتا ہے گر اس خاکدان میں اسے ظہیر
ہو کے پامال جہان رنگ حنا پیدا کرے

لن ترانی کی ہوئی چھیڑ کدھر سے پہلے
طور پر برق گری کسکی نظر سے پہلے

من عرف نے ہمیں اس خواب سے بیدار کیا
ہمکو آگاہ نہ تھے اپنی خبر سے پہلے

سخن اقرب کا ترانہ ہی سنایا کس نے
دلمیں گھر کر گیا تخم نظر سے پہلے

ہوش جب آئے ہمیں اپنے میں پایا تمکو
کچھ خبر ہمکو نہ تھی اپنی خبر سے پہلے

آپ تھے ناظر و منظور کوئی غیر نہ تھا
کون تھا طالب مطلوب بشر سے پہلے

کچھ عجب عاشق و معشوق کے ہیں راز و نیاز
بے لگائے سے لگی آگ کدھر سے پہلے

خواب میں جا کے زلیخا کو جگایا کس نے
چاک دامن میں پڑا کسکے جگر سے پہلے

دیر و کعبہ میں نکالا ہے دوراہا کس نے
کس نے آگاہ کیا راہ گذر سے پہلے

وہی ظاہر وہی مخفی وہی مظہر ہے ظہیر
عالم الغیب ہے وہ عالم بشریت سے پہلے

موت آجائے شب وصل سحر سے پہلے
کاش اٹھ جائیں ہمیں درد جگر سے پہلے

تم لگاؤ تو ہی تیغ کمر سے پہلے
ہم بھی حاضر ہیں کفن باندھ کے سر سے پہلے

ہو رکاوٹ جو ادھر سے تو ادھر سے پہلے
دل ہمارا ہی پھرا تیری نظر سے پہلے

سر اڑا دو نہ میرا تیغ نظر سے پہلے
اپنے صدقہ کو اتارو مرے سر سے پہلے

اٹھ گئے بزم سے وہ شمع شبستان بنکر
اڑ گیا رنگ میرا رنگ سحر سے پہلے

حسرتیں کسکی نکلتی ہیں جنازہ کس کا
ہم نکلتے ہیں کہ دشمن ترے گھر سے پہلے

عاجزی رنگ نمائش سے ہے بیکاروں کا
پھول آتے ہیں درختوں میں ثمر سے پہلے

کوچۂ غیر کہاں گھر میں حیا آتی ہے
تم نکلتے نہ تھے اس راہ گذر سے پہلے

زندگی بھر ہیں ناکامیوں سے کام رہا
زہر کے گھونٹ پیئے خون جگر سے پہلے

غم کے سامان کرا اے دل رہ الفت کیلیے
توشۂ راہ ہے درکار سفر سے پہلے

آدمیت نہیں آتی ہے محبت کے بغیر
آنکھ کھلتی ہے مصیبت میں سحر سے پہلے

رحمت حق پہ جو تکیے ہے تو کیا خوف جحیم
ہو مقابل تو مرے دیدۂ تر سے پہلے

ہائے ظالم ترے انداز حیا نے مارا
کر گئی کام ادا برق نظر سے پہلے

بیدلی کا نہیں ہوتا ہے کوئی کام درست
پاس بہر دلکو دعاؤں کے اثر سے پہلے

ہم ادھر کھنچتے ہیں آہ عدو سوز ادھر
تم ذرا پوچھلو دل اور جگر سے پہلے

غلغلہ از بام ہوئی وصل عدو کی شہرت
رخنے پردہ میں پڑے روزن در سے پہلے

کم نہ تھی تیری نگاہوں سے نگاہ دشمن
کر گئی کام مرا رخنۂ در سے پہلے

غیر کا ذکر نہیں تھام لو دل بات کرو
پونچھلو اشک ذرا دیدۂ تر سے پہلے

قتل پہ باندھ کے اُس نے اسے بدنام کیا
ورنہ آگاہ نہ تھا کوئی کمر سے پہلے

ڈر سے تم کو نکالا تو گلہ کیا ہے ظہیر
بت ہیں نکلے ہوئے اللہ کے گھر سے پہلے

ہو ظہور خودنمائی حسن کے ایجاد سے
حسن پہلے جلوہ گر ہے عشق کی افتاد سے

مرحبا کا شور ہے پیہم لب فریاد سے
شادمان ہیں غمزدہ کیا کیا دل ناشاد سے

آرزو ہے ظلم تو ہے شوخ ظالم ایجاد سے
درد سے آرام ہے خرسند ہیں بیداد سے

لاکھ ہوں بیدادگر کیا خوف ہے بیداد سے
وصل سے آگاہ ہیں واقف ہیں جو بنیاد سے

شیون بلبل کا غل ہے خانۂ صیاد سے
بوئے غربت آ رہی ہے نکہت برباد سے

طالب جنت نہیں ہیں عاکفان کوئے دوست
کنج دوزخ کو نہ بدلیں جنت شداد سے

گردن تسلیم خم ہے جادۂ تسلیم میں
شکوۂ بے آبی خنجر نہیں جلاد سے

دوست کی جانب سے جو ہو وہ عطائے دوست ہے
طاقت اعراض و سرتابی نہین فریاد سے

ہین رضائے دوست مین راضی مطیع حکم دوست
ظلم کا شکوہ نہین واقف نہین فریاد سے

آیۂ لاتقنطوا سے پاک ہوئے داغ جرم
دامن تر پاک تر ہے خرقۂ زہاد سے

بستۂ بند رضا ہین خاصگان کبریا
پوچھئے لطف اسیری سید سجاد سے

خلد کو خاطر مین کیا لائین ترے شوریدہ سر
ناز ہے جنت کو تیرے خانمان برباد سے

آدمی مین کچھ تو بوئے آدمیت چاہئے
خلد سے نکلے تھے آدم ہم جہان آباد سے

باغ ہستی مین نہو گا کوئی ہم سا بدنصیب
بار سے بہرہ نہین لینا نہین اولاد سے

وا دریغا زندگی بھر ہم نہین سوتے رہے
ہمکو استغنا نہین دم بھر ہماری یاد سے

وقت آخر کسطرح ہو قطع منزل دیکھئے
سخت جانی سخت تر ہے خنجر فولاد سے

خوب تھے اچھے تھے خوش قسمتی کا غم نہ تھا
ہوگئے برباد ہم آکر عدم آباد سے

عمر بھر محصور ہے زندان ہستی مین اسیر
دیکھئے کب ہو رہائی قید کی میعاد سے

وصل کی امید اپنی اصل سے ممکن نہین
مل نہین سکتی شرارے آہن حداد سے

ہو لیا ہونا تھا جو کچھ عمر پوری ہو چکی
آج کیا حاصل ہے اے دل مرحبا و باد سے

آتش نمرود گلشن کی خلیل اللہ پہ
گلشن شداد واپس لے لیا شداد سے

بے زری مین زندگانی صاحب اولاد کی
بیٹیون کو کاٹنا ہے تیشۂ فرہاد سے

شادمانی کی صدا ماتم سرا سے ہے بعید
گوش اہل آسمان کرین مبارکباد سے

کہہ رہی ہین شوخیان پر دیکھین کوئی اور ہے
خون عاشق اولتا ہے خنجر جلاد سے

یہ عروس زال دنیا ہے غضب کی بیسوا
کام پڑتا ہے اسے ہر شب نئے داماد سے

چشم جوئے شیر سے ہین خون کے آنسو روان
سینہ کوبی کی صدا ہے تیشۂ فرہاد سے

پیشگوئی عطیۂ مبدۂ فیاض کا
ہان ارادت شرط ہو شاگرد کو استاد سے

ناخلف ہوتے ہین اکثر منحرف استاد کے
دور رہنا چاہئے شاگرد بے بنیاد سے

ہو بقدر پہ قناعت فقر و فاقہ میں ظہیر
شاد ہیں خورسند ہیں لطف جناب شاد سے

ایک موسیٰ نہیں گر ساری خدائی ہوتی
تیرے غمزہ سے کہیں عہدہ برائی ہوتی

شان وحدت جو نہ کثرت میں دکھائی ہوتی
آج دنیا میں بتونکی نہ خدائی ہوتی

گوشۂ چشم سے تیری شہ دلوائی ہوتی
خرمن صبر پہ اک برق گرائی ہوتی

نیست سے ہست جو ہوتے تو برائی کیا تھی
قطرہ و بحر میں ہرگز نہ جدائی ہوتی

اس گرانبار امانت کے ہیں تھے شایان
آسمان سے نہ کبھی عہدہ برائی ہوتی

اٹھکے جاتے ترے کوچہ سے جو ہم خاک نشین
آسمان تک کبھی یہی خاک اڑائی ہوتی

ہیں وہ غم دوست ہوں ہوتی نہ قناعت ہرگز
غم عالم کی اگر دل میں سمائی ہوتی

بخت وارون سے جو ہوتی مجھے دولت کی ہوا
سلک گوہر کے عوض آبلہ پائی ہوتی

لاجرم بند تعلق میں پھنسنا پڑتا
دل کو زندان جنون سے جو رہائی ہوتی

تو نہ دیتا دل عاشق کو اگر درد فراق
کچھ کم و بیش خدایا نہ خدائی ہوتی

گردش بخت کوئی روز جو سکنے دیتی
فخر شاہی ترے کوچہ کی گدائی ہوتی

پوچھتا کون زمانہ میں اگر آج ظہیر
حضرت شاد کے در پر نہ رسائی ہوتی

ہم جتاتے نہ محبت نہ جدائی ہوتی
بات نکلی ہوئی منہ سے نہ پرائی ہوتی

بزم شادی میں اگر اپنی رسائی ہوتی
نغمہ سنجی کے عوض نوحہ سرائی ہوتی

تم نے گلشن میں اگر آنکھ لڑائی ہوتی
چشم نرگس کو ذرا چشم نمائی ہوتی

کاش اس روز کے مرنے سے رہائی ہوتی
تو نہ آتا ترے بدلے اجل آئی ہوتی

وصل کے بعد غم ہجر سے کیسا جانکاہ
اس کی مشکل تھی گر پہلے جدائی ہوتی

تو سوئے گور غریباں جو خراماں ہوتا
تیرے کشتوں نے زمین ساری ہلائی ہوتی

گر مرے نالۂ زنجیر نہ ہوتے مجبور
قید خانہ کی زمین سر پہ اٹھائی ہوتی

نامہ بر لیجا نہ تھا ہمارا نقشہ
پہلے کچھ بات کی بنیاد اٹھائی ہوتی

پھوٹتے دل کے پھپھولے تو بلا سے کچھ لن
کاش دل مین بھی یہی آبلہ پائی ہوتی

آج سب اہل سخن ہین ترے مشتاق ظہیر
رنگ جرأت مین غزل کوئی سنائی ہوتی

محفل رقص مین اک آگ لگائی ہوتی
تان دیپک کی تری شعلہ نوائی ہوتی

دور ساغر مین اگر اپنی رسائی ہوتی
آج گردش مین مرے ساتھ خدائی ہوتی

اُس پری رو کے جو گجرے مین کلائی ہوتی
بستر گل پہ سحر تک نہ کل آئی ہوتی

دشت گردی سے جو فرصت کبھی پائی ہوتی
مجھ پہ خونبار مری آبلہ پائی ہوتی

حسرتین رہ گئین ملنے کی یہی خوب ہوا
وصل کے بعد بھی آخر تو جدائی ہوتی

تیرے وحشی کبھی زندان مین نہ رہتے نچلے
پائے کوبی سے زمین ساری ہلائی ہوتی

جرم کے واسطے کفارہ ہے واجب اے شیخ
آپ پی ہوتی فقیرون کو پلائی ہوتی

دوست تقدیر کی بگڑی کو سنوارین کیا خاک
بات بنتی نظر آتی تو بن آئی ہوتی

ابر بارانکی سے ہے رت سرد ہوا ہے ساقی
آگ پر آتش سر جوش اڑائی ہوتی

حور کی دھن مین عبث عمر گنوائی زاہد
سبزہ رنگون مین فلک سیر اڑائی ہوتی

عمر بھر آتش فرقت مین جلایا تمنے
تین دن شمع لحد پر تو جلائی ہوتی

ہاتھ پہلے ہی لچکتا ہے نزاکت کے سبب
اور گجرے سے گرانبار کلائی ہوتی

اے ظہیر آج طبیعت مین نہ ہوتا یہ رنگ
طرز مومن نہ اگر تمنے اڑائی ہوتی

نعش بسمل جو نہ قاتل نے دبائی ہوتی
کسی کروٹ کسی پہلو نہ کل آئی ہوتی

اُنکی جانب سے جو کچھ شعلہ ادائی ہوتی
آگ پر آگ رقیبون نے لگائی ہوتی

شرمگین چشم سے بجلی تو گرائی ہوتی
کاش دشمن کو یونہین چشم نمائی ہوتی

تمنے عجب نہ اگر آنکھ چرائی ہوتی
کیون سر بزم یہ انگشت نمائی ہوتی

لطف آمیز اگر چشم نمائی ہوتی
شرمگین نازمین بھی شعلہ ادائی ہوتی

بخت ناساز سے ہی طالع اغیار خلاف
ہم نہوتے تو رقیبون سے جدائی ہوتی

ساز ہوتا ہین اس عربدہ جو سے کیا خاک
صلح ہوتی تو مقدر سے لڑائی ہوتی

ناز دیکھو کہ وہ کہتے ہین ہین اچھے ہین
آئینہ سے ہے شب و روز لڑائی ہوتی

نہین آتا کبھی اقرار کا یاور ہرگز
بڑی رولی بھی اگر تمنے اٹھائی ہوتی

لوح ہستی سے مرا نام مٹاتے کیا ہو
مری تحریر مقدر تو مٹائی ہوتی

مرگ شادی سے ہے مجھے مژدہ قتل دشمن
بدشگونی ہے پیامی نہ سنائی ہوتی

کہہ لیا پردہ سر بزم چھپاتے صد شکر
آنکھ لڑتی تو رقیبون سے لڑائی ہوتی

سوختہ بخت کو کیا وصل سے ہوتی تسکین
ناز و انداز مین بھی شعلہ ادائی ہوتی

سرمگین چشم مین دشمن کو جگہ دیتی تھی
خاک مین عزت و توقیر ملائی ہوتی

داو لے خاطر نازک کے نکالے ہوتے
کچھ سنی ہوتی مری اپنی سنائی ہوتی

مجھے ناکام تمنا پہ جو چلتی قاتل
پائے شمشیر مین بھی آبلہ پائی ہوتی

رشک کی آگ مین جلنے سے تو بہتر ہوتا
تیری دل گرمیون سے جان جلائی ہوتی

جانتے ہم کہ یہ کافر ہین جلانیوالے
شمع دلیون سے کبھی لو نہ لگائی ہوتی

وہ قضا آتے تو نہ آتے مجھے آنا تھا ضرور
اے اجل آج تو مہندی نہ لگائی ہوتی

بوسۂ لعل سے آشام کا طالب ہے ظہیر
تمنے کمبخت کے منہ آگ لگائی ہوتی ؛

ساقی پلا دے بوند شراب طہور کی
مدِ نظر ہے سیر تجلائے طور کی

کچھ غم نہین ہزار لاکھ ہو کثرت قصور کی
رحمت وسیع تر ہے خدائے غفور کی

ساقی لگا سبیل شرابِ طہور کی — رحمت ہے میکشوں پہ خدائے غفور کی

کیفیتیں ہیں اور ہی اپنے سرور کی — زاہد کو کیا بتائیں کہ ہے بات دور کی

سنگِ سیہ کجا و کجا لمعۂ جمال — تقدیر کھل گئی ترے جلوے سے طور کی

ہو گوشِ حق نیوش میں گر لذتِ سماع — نغمہ ہے حمدِ حق کے صدائیں طیور کی

شانِ خدا سے شانِ محمد ہے آشکار — کثرت میں جلوہ ریزی ہے وحدت کے نور کی

اے شیخ حالِ قال سے آگاہ تو نہیں — اللہ کو خبر ہے قلوب و صدور کی

دیوانگانِ عشق ہیں ہشیار کارِ خویش — رکھتے ہیں بیخودی میں خبر دور دور کی

نشو و نمائے گلشنِ ہستی ہے عارضی — گل بانگ عندلیب ہے آوازِ صور کی

سوتے ہیں اب تو چین سے آسودگانِ خاک — آنکھیں کھلیں گی حشر کو اہلِ قبور کی

تیرے کرم سے پرسشِ اعمال ہو نہ ہو — دہشت تو لا کلام ہے روزِ نشور کی

دوزخ میں ڈالدو ہمیں جنت میں پھینکدو — راضی ہیں ہم رضا میں جو مرضی حضور کی

کیونکر ہمیں نہ شانِ رحیمی پہ ناز ہو — ہمکو ندامتیں ہیں خود اپنے قصور کی

تیری نگاہِ رحم کا امیدوار ہوں — حسرت نہ حور کی نہ تمنا قصور کی

کیا منہ دکھائیں گے تجھے نامہ سیاہ — یارب تجھی کو شرم ہے روزِ نشور کی

رستہ بہت کٹھن ہے خدایا صراط کا — تشویش ہے ابھی سے عبور و مرور کی

رندِ خراب حال کو جنت سے کام کیا — زاہد کو آرزو ہو تو ہو وصل حور کی

یارب جنابِ شاد کو دلشاد رکھ مدام — لذت ہو انکی عیش سے عیش و سرور کی

تھے دعوئ خدائی جنہیں اُنکے اے ظہیر
پامال ہڈیاں ہیں سرِ پُر غرور کی

کھل گئے ہیں دیدۂ عرفاں مگر یا مصطفےٰ — خاک در سے آپکی کحل البصر یا مصطفےٰ

آگیا آنکھوں میں دم لیجیے خبر یا مصطفےٰ — اک نگاہِ لطف ہو جائے ادھر یا مصطفےٰ

آپکے گیسو و رخ کا ہے تصور رات دن
کیون نہو ورد زبان شام و سحر یا مصطفے

آپ عالم کے لئے ہین رحمۃ للعالمین
رحمت حق ہے ترحم کی نظر یا مصطفے

لگئے آنکھون مین رکھکر آسمان پر جبرئیل
آستان عالیہ کی خاک در یا مصطفے

غیر ممکن ہے گذر بے آپ کی امداد کے
ہے دم تیغ دو دم پر رہگذر یا مصطفے

کہتے تھے وقت گذر سب الصلوٰۃ والسلام
بحر و بر دشت و جبل شاخ شجر یا مصطفے

واہ وا صل علیٰ کیا کیا لقب ہین آپ کے
پیشوائے انبیا خیر البشر یا مصطفے

کیون نہو مقبول پیش حق شفاعت آپکی
آپ ہین خالق کے منظور نظر یا مصطفے

آرزو ہے کاروان زندگی جب ہو رحیل
ہو مدینہ کی طرف عزم سفر یا مصطفے

نفسی نفسی جب کہین گے انبیائے اولین
امتی ہو گا زبان پاک پر یا مصطفے

آرزو ہے جب نکیرین آئین پرسش کیلئے
آپکا دیدار ہو پیش نظر یا مصطفے

اشک باری سے ہے بہر شہید کربلا
ہجر مین سیلاب خون ہے چشم تر یا مصطفے

ہے گنہگارون کو دنیا مین ٹھکانا کونسا
آپکے در پر ہے ہم سب کی گذر یا مصطفے

ہے عطائے ایزدی تاج شفاعت آپکو
آپ ہین سب انبیا کے تاجور یا مصطفے

آپ ہین سب بحر و بر کی آفرینش کا سبب
آپ ہین دریائے سرمد کے گہر یا مصطفے

ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے بیان پاک پر
آشکارا معجزہ شق القمر یا مصطفے

یہ تمنا ہے دل محزون غم سبطین مین
ہو دوبارہ صورت شق القمر یا مصطفے

کیا ظہیر روسیہ کو دہشت یوم نشور
آپ کا دامن ہے اسکے فرق پر یا مصطفے

دشمنون کو یاد فرماتے ہین وہ دشنام سے
چٹکیان لیتے ہین ولین صنعت ایہام سے

کہتے ہین وہ عشق کو ہے دشمنی آرام سے
لو مجھے الزام دیتے ہین مرے الزام سے

حسرت جمشید ہے گذرے جو دم آرام سے
چرخ دشمن کام کب غافل ہے اپنے کام سے

غیر ممکن استراحت گردش ایام سے
دوستی ہے مجھکو کیسے دشمن آرام سے

مانگتے ہین موت کے بدلے دعائے زندگی
دشمنی ہے کسقدر انکو مرے آرام سے

تلخکامی کی حلاوت سے بچانا اے خدا
کام دشمن کو پڑا ہے اس بت خودکام سے

خود بگڑتے ہین کبھی بنتے سنورتے ہین کبھی
صبح ہو جاتی ہے ان جھگڑون مین اکثر شام سے

لیکے آتی ہے شب غم ساتھ اپنے روز حشر
میرے گھر مین صبح ہو جاتی ہے پہلے شام سے

خواب مین وہ دشمن آرام کیون آنے لگا
چونک پڑتا ہو جو خواب فرش گل کے نام سے

آشیان تک طاقت پرواز کسکو ہے ظہیر
بال و پر گر جائینگے ہوتے رہا جب دام سے

قید سے وابستہ ہے صیاد اپنی زندگی
جائین گے سوئے عدم آزاد ہوکر دام سے

ہو چکین رسوائیان بدنام دونون ہو چکے
اب نہ ملتے تھے تو ہائے عاشق بدنام سے

عمر بھر آنکھون مین گذرین یون تو راتین ہجر کی
وائے قسمت وصل کی شب ہوتے آئی شام سے

جھوٹی قسمون سے کہین مٹتے ہین اب دل کے غبار
ہم رمیدہ دل ہین کیا حاصل ہے اس ابرام سے

اپنی گردن تو نہین ہے کچھ شب ہجران ظہیر
یہ بلا کٹتی نہین ہے خنجر و صمصام سے

چشم میگون یاد آئی بادۂ گلفام سے
گردش تقدیر سے ہوتی ہے ہمکو دور جام سے

پھوٹے کیا کاسۂ سر بخت نافرجام سے
اکدن دیکھی نہ ٹکرائی صراحی جام سے

وصل کی شب موت آئی ہمکو اول شام سے
ہوگئے آغاز مین آگاہ ہم انجام سے

سرفرازی کیون لگی ہونے عدو کے نام سے
گالیان دیتے ہو دو سے تو فائدہ ابہام سے

ہے جو اک پردہ نشین سے دلکو در پردہ لگاؤ
شعر تک خالی نہین ہے صنعت ایہام سے

چومون جی چاہتا ہے اسکے پیامی کے لب
لذت بوسہ لبی حاصل ہے تیرے پیغام سے

تلخکامون کے مقدر مین کہان لطف سرود
آشکارا ہے خط تقدیر خط جام سے

آج اپنا ہے زمانہ کل کسی کا آشنا
دور ساغر سے ہے شناسا گردش ایام سے

واقعی رنگ جہان ہے چلتی پھرتی دھوپ چھاؤن
الحذر اے چشم عبرت ابلق ایام سے

کیا خبر تھی یون جنازہ پر وہ ہونگے اشکبار
مر گئے ہم غیر کی اس مرگ خوش انجام سے

ہم مین وہ پیست زاہد میکدہ مین بارہا
شیشۂ توبہ کو توڑا ہے لڑا کر جام سے

ساقی ایام کی گندم نمائی دیکھنا
زہر غم ہمکو دیا جام زمرد فام سے

کیا مزہ ہو مدعی جی کر مرا انعام ہو
میری ضد سے دشمنی ہے انکو میرے نام سے

وائے قسمت وہ پشیمان ہو جفا سے میرے بعد
ہاتھ کھینچا اس ستمگر نے قتل عام سے

پھر گیا اٹھا جو وہ میرا جنازہ دیکھکر
چل دئے اہل عزا پہلے ہی اذن عام سے

سنتے ہین آنکھون پہ رکھ لیتے ہین وہ تحریر غیر
ہم بھی خط بھیجا کرینگے مدعی کے نام سے

ہم ہین رند بے نوا ساقی سنبھالے تیری خیر
ایک دو چلو پلا دے ٹوٹے پھوٹے جام سے

دور ساغر مین گلہ ہے چشم ساقی کا ہمین
آبلے دل کے نہ پھوٹے ٹوٹے پھوٹے جام سے

مستی دوشینہ کا اترا نہین ابتک خمار
کھلگیا راز شبینہ غمزۂ بشام سے

اے عدو نظارۂ قاتل کا مجھ مین دم کہان
دیکھتا کیونکر مجھے وہ چشم خون آشام سے

کشتگان ناز کا اعزاز دیکھو وقت قتل
تیغ قاتل خم ہے پئے تسلیم ہر ہر گام سے

مرچکے تھے ہم شب فرقت مین کیون یاد آگیا
جان رفتہ آگئی تن مین تمہارے نام سے

ترک الفت کسطرح ہو بیوفا کیونکر نہون
پند گو قسمین دلاتا ہے تمہارے نام سے

کسقدر دلچسپ تھا دیکھا جو خط پر اسکا نام
نامہ بر لینے لگا بوسہ لب پیغام بر سے

کس قیامت کا ہے تیرا ماتم و شیون ظہیر
سننے والون کے جگر کٹتے ہین اس کہرام سے

قہر ہے بے التفاتی عاشق ناشاد سے
کم نہین طرز تغافل شیوۂ بیداد سے

وہ نہین آگاہ کیا درد دل ناشاد سے
میری خاموشی ہے بڑھکر نالہ و فریاد سے

سخت جانی نے کیا نادم مجھے جلاد سے
کیا رگ خارا کو نقصان نشتر فصاد سے

لطف کیجے ضد اگر ہے عاشق ناشاد سے
دشمنی اب دوستی ہے خوگر بیداد سے

پوچھئے لطف اسیری بلبل ناشاد سے
لیجیے چن چن کے تنکے خانۂ صیاد سے

داد خواہی کی توقع چرخ ظلم ایجاد سے
شکوہ بیداد سے ہے جلاد کا جلاد سے

کیا توقع لطف کی اس بانی بیداد سے
ہین تجھی مین اغیار بھی ہین مضطر و ناشاد سے

بس خدا سمجھے فغان بلبل ناشاد سے
ٹکڑے ٹکڑے گوش گل ہے نالہ و فریاد سے

مرگ دشمن کی خوشی جب تھی ہوئے تم ملول
نوحہ گر ہونا پڑا شور مبارکباد سے

قدر زر زرگر کو ہے پوچھو ار کو انگور کی
تلخکامی کے مزے پوچھو دل ناشاد سے

اب کہان جائین الٰہی ہم نشیمن چھوڑ کر
باغبان سے دشمنی ہے لاگ ہے صیاد سے

چلتے چلتے رہ گئی سفاک کی تیغ ادا
کھنچتے کھنچتے کھنچ گئی تصویر خود بہزاد سے

جان شیرین نذر کر دی امتحان عشق مین
خونبہا فرہاد کا واجب ہوا فرہاد سے

مہر لب کس کا ہوا ہے چشم شرمگین
بند ہین اب تک دہان زخم دل فریاد سے

دیکھ لیتے ہین کبھی اجڑے ہوئے مسکن کو ہم
کم نہین ہے یہ دل ویران جہان آباد سے

اف رے سوز التہاب نالہ ہائے جانگداز
پڑ گئے چھالے لب پر گرمی فریاد سے

گرچہ ہے طرز تغافل شان ناز دلبری
وہ تو سہوا بھی نہین غافل عدو کی یاد سے

کیا دہرا ہے آپکے کوچہ مین جز وحشت غبار
گرمی ہنگامہ ہے اس خانمان برباد سے

جوش شکوہ ہو گیا انجام کو درمان درد
کھل گئے اپنے دہان زخم دل فریاد سے

یہ نیا اک گل کھلایا باغ مین صیاد نے
کان تک سنکے نہ پھر دے بلبل تری فریاد سے

ہے عجب راحت رسان دنیا مین استقلال بھی
قید مین بھی ہم رہے وابستہ و آزاد سے

اے ناکامی کہ وقت ذبح بھی دل کھول کر
ہم گلے ملنے نہ پائے خنجر جلاد سے

ہے پیش نظر اک قامت محشر خرام
بھاگتا ہون دور کوسون سایۂ شمشاد سے

اور دونون کا دل عیار نے ہنگام قتل
پیار سے مارا ہے دشمن کو مجھے بیداد سے

شہد سے مرتا ہی جو کیون زہر اُسکو دیجیے
کم نہین تیغِ تبسم خنجرِ فولاد سے

آہ کا دیکھا اثر تاثیر زاری دیکھ لی
رُک گیا نالون سے دم دل پھٹ گیا فریاد سے

چیخ اُٹھے ہمسایہ والے اب کہین مرجائے ظہیر
ناک مین دم آگیا ظالم تری فریاد سے

آج ہین بدلے ہوئے تیور نگاہِ یار کے
اُوچھے اوچھے اُکھڑے وار ہین تلوار کے

بحث کی عادت نہین خوگر نہین تکرار کے
ہم نہین پیرو کسی کافر کسی دیندار کے

ہائے مستانہ کرشمے نرگسِ میخوار کے
واہ صدقے جائیے اِس خانۂ خمّار کے

مست ہین بدمست ہین کیفی نگاہِ یار کے
راندن ہوتے ہین قربان خانۂ خمّار کے

ہم ہین متوالے تمہاری نرگسِ میخوار کے
مست ہین بدمست کے بیمار ہین بیمار کے

اے نگاہِ ناز تونے کچھ مسیحائی نہ کی
مرگئے بیمار لاکھون نرگسِ بیمار کے

نرگسی آنکھین ہین برگشتہ دلِ رنجور سے
ہین بجا شکوے گلے بیمار سے بیمار کے

کیون سنبھالو تیغ جب باتو نہین اپنا کام ہو
آپکی نوکِ زبان مین کاٹ ہین تلوار کے

زخم سب بھرتے ہین اک زخمِ زبان بھرتا نہین
طعنۂ دشمن نہین یہ وار ہین تلوار کے

واہ کیا چلتے ہوئے فقرے روان ہین آپکو
ملتے جُلتے ڈہنگ ہین رفتار سے گفتار کے

آجکل ہین تیرے دیوانون کے ایسے زور شور
ہوگئے ہین بند رستے کوچۂ و بازار کے

اے خدنگ افگن ترے ہاتھون کے قربان جائیے
زخمِ دل نے لے لئے بوسے لبِ سوفار کے

کہدیا جو منہ مین آیا چلدیے جایا جدہر
تم نہین پابند کچھ رفتار کے گفتار کے

چارہ گر سیتا ہے کیا چاکِ دلِ مجروح کو
بند ہو سکتے ہین روزن یار کی دیوار کے

پھر مرے زخمِ جگر کی چارہ گر کو فکر ہے
پھر اُدھیڑ نیکو ہین ٹانکے زخمِ دامندار کے

لڑکھڑا جاتے ہین کیا ابر و ہوا کو دیکھکر
پائے توبہ بھی قدم ہین کیا کسی میخوار کے

رنگ جمتے ہی ہمارا اُڑگئے چہرون سے رنگ
کل بھری محفل مین چھکّے چھُٹ گئے اغیار کے

حضرت زاہد کی یہ دستار ہوگی تار تار
مستی دوشین غلط الزام وصل غیر جھوٹ
شکر ہے کچھ کچھ کھلی ہے زخم پنہان کی گرہ
وصل مین بھی عاشق بیدل کو آسایش نہین
الامان طوفان سیل اشک کی طغیانیان
مین اگر آلودہ دامن ہون تو زاہد تجکو کیا
ٹوٹ سکتا ہی کسی سے رشتۂ دیر و حرم
بیحجابی بیخودی بیباکی و بدمستگی
لنترانی نے بڑہا یا التہاب شوق کو
جام سے مجکو دیا ہے دور مین منھ پھیر کر
وعدہ ہاے لاابالی دلنشین ہون کس طرح
اک نگاہ شوق مین کیا کیا ہوئین رسوائیان
واے ناکامی ہمین تک لنترانی تھی وہان
ہے سزا اُنکی یہی جو ملتے ہوتے ہین دو چار
نام میرا سُنکے پیغامی سے جھنجلا کر کہا
جلوۂ جانان مین اپنی کچھ خبر ہے کو نہین
ہوگئی دام بلا آخر کو وہ زلف سیاہ
جستجو مین اسقدر بھٹکے کہ خود کھوئے گئے
سہل ہی عزم سفر منزل رسی دشوار ہے
وقت رویت طالب دیدار پہ بجلی گری
لذیہہ قاتل ہے حلاوت تلخکامون کے لئے

پڑ گئے پالے کسیدن کسی میخوار کے
ہوش کیون پھر باختہ ہین محرم اسرار کے
وا ہوئے ہین آج عقدے مطلب دشوار کے
نیشتر زن ہین سینۂ بلبل مین نشتر خار کے
دو دو ڑ پڑے بہہ رہے ہین دیدۂ خونبار کے
ابر رحمت دہونیوالا ہے گنہ میخوار کے
شیخ کی تسبیح مین بھی تار ہین زنار کے
ہاے انداز تکلم ساقی عیار کے
حوصلے ہین روز افزون طالب دیدار کے
ہوش بدمستی مین دیکھو ساقی سرشار کے
آپکے اقرار مین پہلو ہین سو انکار کے
پردۂ ناموس مین رخنے پڑے دیوار کے
بند جب آنکھین ہوئین روزن کھلے دیوار کے
سر اُڑا دو چار کے ٹکڑے کرو دو چار کے
ہم نہین سُنتے فسانے اُس خدائی خوار کے
پیکر تصویر ہین یا نقش ہین دیوار کے
پڑ گئے گردن مین حلقے گیسوئے خمدار کے
ڈھونڈھنے نکلے تھے ہم مضمون میان یار کے
سیکڑون لاکھون ہین رستے کوچۂ دلدار کے
پڑ گئے پردے نظر پہ اٹھ کے دیدار کے
دانۂ انگور چھپا لے ہین ہان مار کے

کوئی ساعت کوئی پل ہوتے نہیں کمبخت نہ — دیدۂ حیران ہیں یا روزن تری دیوار کے

حُبِ آلِ مصطفےٰ ایمان ہمارا ہے ظہیر
ہم غلامِ بے ریا ہیں حیدرِ کرار کے

وہ کہہ رہے ہیں عدو پہ خطاب کر کے مجھے — کہ خوب چین سے سوئے خراب کر کے مجھے
تمہاری شرم نے مارا حجاب کر کے مجھے — ستاؤ اب نہ زیادہ خراب کر کے مجھے
گناہگار ہوں شیوہ سیاہ کاری ہے — دکھاؤ شیخ جی کارِ ثواب کر کے مجھے
میں میں روز کے پینے کی نذر دوں زاہد — تم ایک توبہ کا بخشو ثواب کر کے مجھے
جھٹک کے ہاتھ وہ بولے ابھی تھی آنکھ لگی — جگا دیا ابھی تو نے شتاب کر کے مجھے
نہیں مضائقہ ترکِ دوستی لیکن — جواب دو تو ذرا لاجواب کر کے مجھے
الٰہی ہجرِ بتاں کی تو کم نہ تھی تعزیر — ستاتے ہیں جو فرشتے عذاب کر کے مجھے
وہ کہتے ہیں کہ زمانے میں ہیں ہوا رسوا — خراب تو نے کیا اضطراب کر کے مجھے
شبِ وصال وہ بولے الٰہی ٹوٹیں ہاتھ — بہت ستایا ہے بستر خراب کر کے مجھے
ادھر میں شرمِ شکایت سے پانی پانی ہوں — وہ منفعل ہیں ادھر آب آب کر کے مجھے
جلا ہوا ہے ہمیشہ سے جلتے آئے ہیں — خراب ہو گئے بہت سا خراب کر کے مجھے
خطا معاف ہو گِن گِن کے گالیاں دی ہیں — عطا ہوں بوسۂ لب بھی حساب کر کے مجھے
جلا بھنا ہوا بیٹھا ہوں سوزِ رشک سے میں — جلاؤ اب نہ خدارا کباب کر کے مجھے
قسم نہ کھاؤ مرے سر کی میں نہ مانوں گا — دکھاؤ منہ تو ذرا بے نقاب کر کے مجھے
وہ کہتے ہیں ارے ظالم خدا تجھے شرمائے — لحاظ کچھ نہ رکھا بے حجاب کر کے مجھے
یہاں تو حضرتِ واعظ سبھی ڈراتے ہو — وہاں بچانا سزا سے جواب کر کے مجھے
وہ سن کے کہتے ہیں قسمت میں تیری رونا ہے — یہ کیا دکھاتا ہے آنکھیں پُر آب کر کے مجھے

قلمِ نورِ خدا کا ہے رخنہ ریشِ سپید

سیاہ رو نہیں ہوتا خضاب کرکے مجھے

ضبط اظہار سے دم گھٹ کے خفا ہوتا ہے
لب ہلانے میں گلہ شکوہ بڑا ہوتا ہے

دور دل سے کہیں الفت کا مزہ ہوتا ہے
ناصحو گوشت کبھی ناخن سے جدا ہوتا ہے

اسے بت شیوۂ بیداد بڑا ہوتا ہے
یعنی مظلوم کے سینے پہ خدا ہوتا ہے

کہتے ہیں کس لئے بے شکر جفا ہوتا ہے
گر یہ شکوہ نہیں ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے

ملزم الٹا مرے بدم سب ٹھہراتے ہیں
بے مروت کوئی ایسے سے خفا ہوتا ہے

غیر کے ذکر پہ جھنجھلا کے وہ فرماتے ہیں
ہیں مرے سامنے تو شکوہ سرا ہوتا ہے

غم دوری میں اسی سے ہے تشفی ہوتی
درد خود عاشق مضطر کی دوا ہوتا ہے

چلتے چلتے کوئی دیجا نشانی اپنی
کہتے ہیں داغ بھی آخر کو دوا ہوتا ہے

مرنے والے تو انہیں باتوں پہ مر جاتے ہیں
ناز معشوق کا عاشق کی قضا ہوتا ہے

کوئی سنتا نہیں عشاق کی اے داور حشر
ہائے انصاف یہ کیا روز جزا ہوتا ہے

کھانے پینے کی محبت میں قسم کھاتے ہیں
غم و غصہ ہی مریضوں کی غذا ہوتا ہے

بتکدہ میں کبھی ہوتا ہے جو نالان ناقوس
دل شوریدہ وہیں نالہ سرا ہوتا ہے

بیکسی چھوڑ دے اب ساتھ ہمارا تو بھی
جس کا کوئی نہیں ہوتا ہے خدا ہوتا ہے

داور حشر بھی کہتا ہے اسی کی سی ظہیر
کوئی ایسے کا بھلا شکوہ سرا ہوتا ہے

چارہ گر کہتے ہیں پرہیز دوا ہوتا ہے
اور درمان سے مرا درد سوا ہوتا ہے

ایسے پیکان کا مرے دل میں پتا ہوتا ہے
کوئی ناوک جو نشانہ سے خطا ہوتا ہے

یا الٰہی کہیں منظور ہوا باب قبول
کہ حنا بستہ مرا پائے دعا ہوتا ہے

مسی مالیدہ لبوں پہ سے لکھو تا حسرت
عاشق زار پہ کیا قہر خدا ہوتا ہے

ثبت بدمین نہیں ہوتی ہر دعا کبھی مقبول
شور افسوس ہی کا نالہ بھی رسا ہوتا ہے

اُسکے کوچے سے جو لیجاتے ہین احباب مجھے
صورتِ قبلہ نما رو بہ قضا ہوتا ہے

بیوفا چاہیے عاشق سے نہ اتنا اعراض
کبھی معشوق بھی عاشق پہ فدا ہوتا ہے

درد کیا چیز ہے اور اُسکی حقیقت کیا ہے
تو جو اُٹھتا ہے تو یہ حشر بپا ہوتا ہے

ہائے دو روز کے جوبن پہ ہے اتنا اغماض
اے بتو حسن بھی جنگل کی ہوا ہوتا ہے

اے ظہیر آج عبث طاعتِ حق کا ہے خیال
ہائے پیری مین بھی کچھ مرد خدا ہوتا ہے

مجھسے ملنے آئے تھے وحشت کے سامان لیچلے
چاک دامان لیچلے ٹکڑے گریبان سیچلے

ہاتھ خالی آئے تھے ہم بھر کے دامان لیچلے
گلشنِ ہستی سے کیا گلہائے حرمان لیچلے

داغ حسرت لیچلے دنیا سے ارمان لیچلے
پاکدامان آئے تھے آلودہ دامان لیچلے

سر پہ سبزہ سینہ پہ ہم داغ عزیزان لیچلے
گلشنِ فانی سے یہ گلہائے خندان لیچلے

خوب سودا کر چلے بازارِ حسن و عشق مین
دین و ایمان دے چلے افسوس ارمان لیچلے

کشمکش مین اس دوراہے کی ہوئی مٹی خراب
اپنی اپنی سمت کو گبر و مسلمان لیچلے

غفلت و پندار مین ضائع ہوئی عمرِ عزیز
نقد خالص کھو چلے ہم جنس نقصان لیچلے

کافر اصنام کی کیا کیا ہوئی مٹی عزیز
دلکو کافر لے گئے تن کو مسلمان لیچلے

واہ کیا سوداگری ہے عشق کے بازار مین
سر گرو سے دے چلے گر دل پشیمان لیچلے

آگیا آغوش مین اپنی جو وہ رشکِ چمن
ہم بغل مین دابکر جزوِ گلستان لیچلے

کھو چلے جمعیتِ خاطر تمہاری بزم مین
نسخۂ اجزائے دل یکسر پریشان لیچلے

بعد مردن بھی رہا ہمپر عذابِ پیچ و تاب
ہم لحد مین بھی خیالِ زلف پیچان لیچلے

گوشۂ تنگِ لحد مین دل بہلنے کے لیے
کھینچکر سینہ پہ ہم تصویرِ جانان لیچلے

نامۂ اعمال کی ہوتی ہے پرسش اے ظہیر
ہم اُٹھا کر ہاتھ مین اوراقِ دیوان لیچلے

سیر کو آئے تھے گھر سے رنج و حرمان لیچلے
دل ہتونکو دے چلے جان پریشان لیچلے

نشست و شوئے داغ عصیان کیلیئے روز جزا
چشم گریان لیچلے اشکون کا طوفان لیچلے

کیا کھرے گاہک ہین بازار جزا کے مشتری
نقد عمر زشت کے بدلے جنس عصیان لیچلے

کیا کمائی کر چلے ماتم سرائے دہر مین
درد فرقت لیچلے داغ عزیزان لیچلے

وحشتین زندان مین لائی تھین بیابان سے ہمین
ولولے پھر کھینچکر سوئے بیابان لے چلے

چارہ گر شور ملامت سے نمک افشان رہے
پھر چلے زخمون کے منہ خالی نمکدان لیچلے

جان کھو بیٹھے کسی پردہ نشین کے عشق مین
الفت پنہان کے ولمین داغ پنہان لیچلے

گھر تک آنا اُس گلی سے سو قیامت ہوگیا
دل بغل مین لیچلے کیا محشرستان لیچلے

ایک دن وہ تھا کہ رکھتے دوش پر تھے اقربا
یا جنازہ کو سوئے گور غریبان لیچلے

کون لکھے ہوش کسکو اُن کو احوال جنون
نامہ بر خط کے عوض میرا گریبان لیچلے

عالم غربت کا تحفہ ہے وطن مین پہونچنا ضرور
آبلون مین چنکے ہم خار مغیلان لیچلے

ہاتھ خالی آئے تھے جاتے ہین لیکر کاروان
فوج حسرت لیچلے انبوہ ارمان لیچلے

زندگی زندان سے چھٹکر سو وبال جان ہوئی
ہم اٹھا کر سر پہ اک زندان کا زندان لیچلے

ہو گیا مشہور جیتے جی ظہیر اپنا کلام
ہر ورق دیوان کا طفل دبستان لیچلے

یہی گر زہد و تقوی ہے تو حاصل پارسائی سے
مری تردامنی بہتر ہے اس لئی ریائی سے

محبت جس سے کی تمنے گیا گذرا ابتدائی سے
خدا محفوظ رکھے ان بتونکی آشنائی سے

کہین سر بازیکی جی ہارتے ہین کج ادائی سے
ابھی نا آشنا ہو تم طریق آشنائی سے

بھلا کیا فائدہ ہو وصل مین زور آزمائی سے
نہ پہونچے ساعد نازک کو صدمہ ہاتھاپائی سے

ذرا سی بات تو عاشق کی تمسے اٹھ نہین سکتی
اٹھیگا بار خنجر کس طرح نازک کلائی سے

زبانے کو سنے دیکھو بگڑ لو گالیان دیکھو
نہ دو تکلیف جسم نازنین کو ہاتھاپائی سے

یہی الفت محبت ہے تو ہم الفت سے باز آئے / یہی گر آشنائی ہے تو گزرے آشنائی سے
پھر وسا ہے نہ الفت کا نہ دشمن کہہ سکون تمکو / انوکھے ہو زمانے سے نرالے ہو خدائی سے
جو سچ پوچھو تو سب باتین ہین اچھی حسن والونکی / جدائی وصل سے اچھی وصال اچھا جدائی سے
اسیر دام الفت ہین قفس اپنا نشیمن ہے / چمن سے مدعا ہمکو نہ مطلب ہے رہائی سے
چھٹے قید تعلق سے پھنسے دام محبت مین / بڑا ہا شوق گرفتاری ہمین الٹا رہائی سے
یہ وہ شیشہ نہین جو توڑکر پھر اسکو جوڑوگے / شکستہ دل کا درمان غیر ممکن مومیائی سے
مریض غم کا مرجانا حیات جاودانی ہے / اجل آجائے تو بہتر ہے اندوہ جدائی سے
مصیبت سے بشر کو عافیت کی قدر ہوتی ہے / مزا منزل رسی کا ہے سفر کی خستہ پائی سے
برا ہو اس محبت کا ہوئین رسوائیان کیا کیا / مری بیتابی دل سے تری بے اعتنائی سے
تمہارے حسن عالمگیر نے یہ گل کھلائے ہین / رقابت ہے زمانے سے عداوت ہے خدائی سے
ہنو تمکو بے نیازی دی محبت بیقرارون کو / خدایا بس ہے کیا بندہ کا شان کبریائی سے
تماشا دیکھنا تھا ناظر منظور ہین نبکر / نہین تو مدعا کیا تھا کسیکو خود نمائی سے

ظہیر بے نوا کی التجا ہے تجھسے یا مولا
مری مشکل کو آسان کیجیے مشکل کشائی سے

پردہ در راز محبت کی حیا ہوتی ہے / ہر ادا حسن کی انگشت نما ہوتی ہے
خوبرویونکی ادا قہر خدا ہوتی ہے / پیار کی بات بھی شمشیر قضا ہوتی ہے
آہ کب عاشق صادق کی رسا ہوتی ہے / بد دعا ویسے نکلتے ہی دعا ہوتی ہے
درد ہوتا ہے تو کچھ اسکی دوا ہوتی ہے / عشق کے بیمار کو مرنے سے شفا ہوتی ہے
اب مری ضد مین رقیبون سے وفا ہوتی ہے / واہ کیا شرط محبت کی ادا ہوتی ہے
شوق سے آپ شب وعدہ لگائین مہندی / کیا حنا بستہ مری آہ رسا ہوتی ہے
آپ وعدہ تو کرین زیست ہماری معلوم / بیوفا سے کہین امید وفا ہوتی ہے

پوچھتے ہین کہ ترے پاس ہین کتنی جانین
یعنی ہر بات پہ اک جان فدا ہوتی ہے

کیا بڑی شے ہے محبت بھی الٰہی توبہ
ایسے اعمال کی دنیا مین سزا ہوتی ہے

مرنیوالونسے ذرا پوچھئے الفت کے مزے
زندگی موت سے کچھ تلخ سوا ہوتی ہے

نالۂ بلبل بے صبر مبارک گل کو
کہین عاشق کی زبان شکوہ سرا ہوتی ہے

زندہ رہجائین شب وصل ہمارا فرقہ
مرنیوالون سے کہین ایسی خطا ہوتی ہے

کان ہوتے ہین عقوبت سے خطا وارونکو
اور تعزیر سے کچھ چاہ سوا ہوتی ہے

جنکے اس کان سے اُس کان اُڑا دیتے ہو
بات کیا مطلب عاشق کی ہوا ہوتی ہے

کافرونکے لئے رکھے ہین جہنم کے عذاب
چاہنے والے کو دنیا مین سزا ہوتی ہے

دیکھنے کے ہین گل اندام حسینان جہان
ایسے پھولون مین کہین بوئے وفا ہوتی ہے

راہ الفت ہی بہت جادۂ دشوار گذار
طے کہین منزل تسلیم و رضا ہوتی ہے

رکھ بھی سکتا ہی کوئی وادی الفت مین قدم
وہ ہی آتا ہی یہان جسکی قضا ہوتی ہے

جام زہر آب کو کیا آب بقا سے نسبت
شوخ آنکھومین کہین شرم و حیا ہوتی ہے

اُنکے وعدہ سے مرے ہوش اُڑے جاتے ہین
بات کی بات مین کچھ اور ہوا ہوتی ہے

موت آتی ہی کہ ناکام ہے قاصد آتا
نامہ ہوتا ہے کہ مٹھی مین قضا ہوتی ہے

جوش مین آئے نہ کیون تیرے شہیدونکا لہو
سرخرو سامنے آنکھون کے حنا ہوتی ہے

کچھ نہین سوجھتا مستی مین جوانی کی ظہیر
ہائے یہ عمر بھی کیا قہر خدا ہوتی ہے

رنج و غم مین کسقدر دم سیکیلئے
دم گیا سینہ سے جب کچھ بھی نہ تھا
ہاتھ نکلے دامن دری کیواسطے
خاک اُڑانیکے لئے نکلے دست و پا

دم لیا تھا کیا ہین غم کیلئے
آستین دنیا کی ہین دم کیلئے
اور دامن چشم پر نم کیلئے
اور سینہ دست ماتم کے لئے

کلفتیں جاتی رہیں سب دل کے ساتھ
دل بنا تھا رنج پیہم کے لئے

اوک سے پی لیں گے ہم ساقی شراب
تھا تکلف جام کا جم کے لئے

منہ لگی ہے کسکے یہ کالی بلا
کیسے بوسے زلف پرخم کے لئے

سیکڑون بل ہیں کہان سے لائیے
اک نیا دل زلف پرخم کے لئے

ہجر میں ہے کھانے پینے کی قسم
ورنہ کب انکار تھا سم کے لئے

کیا مزے لے لے کے کھائیں گالیان
بوسۂ لب ہے تبسم کے لئے

جد امجد خلد سے نکلے ظہیر
خانہ ویرانی ہے آدم کے لئے

کچھ حضرت ظہیر کو سودا ابھی سے ہے
چاہت بھی اور رشک بھی پورا ابھی سے ہے

برگشتہ کچھ وہ نرگس شہلا ابھی سے ہے
بدلا ہوا سا رنگ ہوا کا ابھی سے ہے

مین نے کہا کہ صبح کا دھڑکا ابھی سے ہے
کہنے لگے کہ تیرا کلیجا ابھی سے ہے

ایسے مریض زار کے جینے کی کیا امید
ظالم ادا ادا پہ جو مرتا ابھی سے ہے

کہتے ہین دلکو چھین کے بے اعتبار ہو
کیا ہمکو دیدیا کہ تقاضا ابھی سے ہے

اک زلف خم بہ خم سے پڑا ہے معاملہ
پیچیدگی مین دل کا معما ابھی سے ہے

لینا ہے بیدلی کا جو سودا اسنے تو کیا
بگڑا ہوا معاملہ دل کا ابھی سے ہے

کہتے ہین وہ کہ رشک کی باتون کو چھوڑ دو
یہ فیصلہ ہمارا تمہارا ابھی سے ہے

یہ چلبلی ادائین یہ بچپن کی شوخیان
نام خدا وہ شوخ چھلاوا ابھی سے ہے

ہین جنگ پر تلے ہوئے شکوون کے ولولے
تیار چھوٹنے کو یہ پھوڑا ابھی سے ہے

دشوار زندگی ہے سحر تک شب وصال
بگڑا ہوا مزاج کسیکا ابھی سے ہے

نام شب فراق قیامت ہے اے ظہیر
گھر مین مرے نزول بلا کا ابھی سے ہے

اک شوخ مردمک مین سمایا ابھی سے ہے
آنکھون مین پتلیون کا تماشا ابھی سے ہے

مغرور ناز نرگس شہلا ابھی سے ہے
بیمار کو دماغ مسیحا ابھی سے ہے

ناکامیون سے پاس تمنا ابھی سے ہے
یعنی جواب وعدۂ فردا ابھی سے ہے

دل کو شب فراق کا کھٹکا ابھی سے ہے
اس تیرہ روزگار کو سودا ابھی سے ہے

تدبیر نے دیا دل ناکام کو جواب
لو چارہ گر کو پاس مداوا ابھی سے ہے

نکلا نہین ہے پردۂ فانوس سے قدم
شمع لگن حجاب مین رسوا ابھی سے ہے

وہ چھوڑتے ہین کوئی دل و دین لئے بغیر
آنکھیں ملین نہین کہ تقاضا ابھی سے ہے

کس کس کے در پہ دیکھئے ہوتا ہے جبہہ سا
جھکتا قدم قدم پہ سر اپنا ابھی سے ہے

سوئے نہین ہین چین سے کنج مزار مین
اٹھ اٹھ کے حشر ہمکو جگاتا ابھی سے ہے

سونے نہ دینگے گور مین آرام سے نکیر
اس خواب کو سلام ہمارا ابھی سے ہے

بازاریان حسن کا ملتا نہین دماغ
ارزان متاع درد کا سودا ابھی سے ہے

اس بیوفا کے عہد پہ جمتا نہین خیال
اڑتا ہوا سا رنگ تمنا ابھی سے ہے

اس گلبدن کی نکہت گیسو سے ہے بھری
نافہ کے کچھ دماغ مین سودا ابھی سے ہے

اغیار محو ہین قد بالا کی یاد مین
سولی کا اہل دار کو سودا ابھی سے ہے

تم تو جناب شاد کے مداح ہو ظہیر
ممدوح کو خیال تمہارا ابھی سے ہے

کریگا مدتون برباد مٹی آسمان میری
اڑیگی سالہا گلشن مین خاک آشیان میری

کھلی ہو بعد مردن لو شکایت پر زبان میری
لحد مین شور کر اٹھتی ہین اکثر ہڈیان میری

کیا کرتے ہین بلبل رشک سن سنکر فغان میری
لب غنچہ پہ رہتی ہے ہمیشہ داستان میری

جداگانہ اک عالم سے ہے کچھ طرز بیان میری
سخن میرا انوکھا ہے انوکھی ہے زبان میری

تشفی کیا سخن سازی سے ہو رازدان میری
وہ کافر شوخ ہرجائی طبیعت بدگمان میری

در زندان پہ کب پہونچی فغان ناتوان میری / مگر ہان نوحہ گر رہتی ہین مجھپر بیڑیان میری

نہ وہ مختار ہین اپنے نہ قابو مین زبان میری / پڑی ہی جان وقت مین وہان انکی یہان میری

کہان تیری سخن سازی کہان طرز بیان میری / مرے پیغام کو درکار ہے قاصد زبان میری

لبون تک آکے گھٹ جائے نغمہ منقار عنادل سے / اڑا لی چار دن گلشن مین گر طرز فغان میری

ترے کوچہ کی میرے بعد مرون خاک اڑائینگے / بہت مٹی کرینگے خوار میرے رازدان میری

ستمگر خوف ہی رہتا ہی تیری سرد مہری کا / طبیعت سرد کرتی ہی تری دل گرمیان میری

بھلا دروازہ انکا اور میری جبہہ فرسائی / نہ جھیلیگا کبھی ٹکر وہ سنگ آستان میری

مرے چلتے ہوئے فقرے رواں ہونے لگے مجھپر / کلیجہ پر مرے چلنے لگین لو برچھیان میری

وہ کہتے ہین زبان دیکر دہن مین کون چھوٹا ہی / ارے بتلا تو یہ تیری زبان ہے یا زبان میری

سوئی ہو کسقدر دو جگر نکلتی ہی نہین تن سے / کوئی حسرت ہی یا ارمان ہی جان ناتوان میری

سر انگشت حنائی چھوڑ کر کیا کیا پشیمان ہین / کف افسوس مل ملکر گھسی ہین انگلیان میری

بہا ہی کیا عوض انکو وفائے عہد و پیمان سے / وہ کیون کھانے لگے قسمین نصیب دشمنان میری

لگا دو چلتے چلتے اک نگہ کا اور بھی چرکا / تمنائین ہین بسمل حسرتین ہین نیمجان میری

وہ کہتے ہین سمجھے پھرتے ہوئے کیا دیر لگتی ہی / سخن میرا دہن میرا بیان میرا زبان میری

اٹھا دو تم قلم دنیا سے رسم خط کتابت کو / اڑا دو انگلیان میری جلا دو تم زبان میری

ہوئے ہین کشتہ و خون نالہ کیا کیا دلمین گھٹ گھٹکر / برنگ طائر بسمل تڑپتی ہے فغان میری

وہ آئے غیر کے ہمراہ در تک پھر پلٹتے ہین / مری آنکھون مین لو پڑتی ہی خاک آستان میری

فسانے تو بہت سے یار لوگونکے سنے ہونگے / مرے منہ سے ذرا سنلو کبھی داستان میری

سمجھ وہ یاد کر بیٹھے ستے کیا پہلوئے دشمن مین / الہی آتے آتے رک گئین کیون ہچکیان میری

قیامت تک جو پھر جاؤ سخن سے تو مرا ذمہ / دہن مین دو گھڑی کے واسطے رکھلو زبان میری

بہت پچھتاؤگے دیکھو گلے شکوون کو رہنے دو / سمجھلو دل ہی دلمین تم نہ کھلواؤ زبان میری

نہین ممکن وہان سے پھر سلامت لیکے آئے تو
دہن مین رکھکے اپنی بھیجا ہی زبان میری

خبر دیتا ہی جوش گریہ وہ بجواب دشمن ہے
جگر مین چٹکیان لیتی ہین پیہم ہچکیان میری

خطا ہی لکھنے والے کی قصور نامہ بر کیا ہے
قلم کر دو سر قاصد کے بدلے انگلیان میری

حقیقت حسرت خون گشتہ کی کیونکر لکھون قاصد
جگر شق ہی قلم کا خونچکان ہین انگلیان میری

جلا کر خاک کر دین پیشتر ہی سوز الفت نے
جلا ئیگا ہما کیا خاک پھر ہڈیان میری

اٹھین آنے تو دے در تک مری اے خوبی قسمت
عدو لیجائینگے آنکھون مین خاک آستان میری

ظہیر افسوس جیتے جی نہین پرسان کوئی اپنا
کرینگے قدر میری بعد مردن قدردان میری

عید کا روز ہے عشاق کی مہمانی ہے
غیر کے ہاتھ سے ہوتی مری قربانی ہے
کشمکش گیسوے پرتاب سے ناوانی ہے
دل خراشی ہی جگر کاوی ہے حیرانی ہے
رشتۂ کفر سے پابند مسلمانی ہے
بے سبب رنج کا انجام پشیمانی ہے
آئینہ دیکھلے کس کسکو پیشانی ہے
شست وشو کی ہی نہ حاجت نہ رفو کا کچھ کام
یا الٰہی ہو شب وصل کا انجام بخیر
بے طرح پڑتی ہے کچھ غیر کی جانب سر بزم
الفراق اے شب غم ای شب ہجران رخصت
سے نکلے چھپاتے ہین خبر کو ہوشیار
سرفرازون کو گراتا ہی مدارج سے فلک

آج کعبہ مین بڑی دھوم سے قربانی ہے
ہٹ دھرم کیا ہی آئین مسلمانی ہے
مین تو سودائی ہون مشاطہ بھی دیوانی ہے
ہائے کیا کیا مجھے دل دیکے پشیمانی ہے
تار زنار مین تسبیح سلیمانی ہے
بیوفا ضد تری تنہائی پہ گھر جانی ہے
غیر ششدر ہے مین بدظن ہون تمہین حیرانی ہے
رخت پاکیزہ عجب جامۂ عریانی ہے
دل کو جمعیت خاطر سے پریشانی ہے
بیوفا تیری نظر دور سے پہچانی ہے
آج اس گھر مین کسی اور کی مہمانی ہے
پردۂ راز محبت مری عریانی ہے
شیوۂ بال ہما خاص مگس رانی ہے

دل برہم شدہ سے اسکو الجھنا کیا تھا
یہ تو بے خود ہے تری زلف بھی دیوانی ہے

اک تبسم سے تمہارے پہ شگوفے پھوٹے
گل ہی پژمردہ ہنسی غنچہ کی کھسیانی ہے

زمزمے بلبلِ شیدا کو مبارک ہون ظہیر
کچھ جداگانہ مری طرزِ غزلخوانی ہے

صاف تیور سے عیان رنجشِ پنہانی ہے
اوپری دل سے ہنسی آپکی کھسیانی ہے

آکے فقرون مین رقیبونکے نہ بگڑو مجھ سے
دیکھو ان باتون مین کیا آتی ہی کیا جاتی ہے

بے زری جوہرِ ذاتی کو بھی دیتی ہے مٹا
دشمنِ نام و نشان بے سروسامانی ہے

نفسِ امارہ ہی سدِ رہِ تسلیم و رضا
کوچۂ دوست مین دشمن کی نگہبانی ہے

مین نہ کہتا تھا کہ آئینہ نہ دیکھو دیکھو
اب اُسے رنج ہے یا آپکو حیرانی ہے

پھر وہی دستِ جنون ہے وہی سودا وہی
پھر وہی جامہ دری چاک گریبانی ہے

کیون نہ مقبول ہوا عجازِ بیانی اپنی
حضرتِ ذوق کی تعلیم دبستانی ہے

حضرتِ شاد کے ارشاد کی ہے یہ تعمیل
ورنہ اس سن مین کسے ذوق غزلخوانی ہے

چل کے دیکھو تو ذرا سیرِ چمن تم بھی ظہیر
آج گلشن مین عنادل کی غزلخوانی ہے

بسر کرینگے مگر کشمکش کبھی کہین اپنی
اٹھا لے اے فلک دنیا کے پردے سے زمین اپنی

گزر ہو خاک دنیا مین الٰہ العالمین اپنی
عدو ہی آسمان اپنا مخالف ہے زمین اپنی

عمارت چھوڑ جائین گے تو نگر سب یہین اپنی
لحد مین ساتھ لیجائینگے ہم دو گز زمین اپنی

بسر ہو عمر پھر یونہین الٰہ العالمین اپنی
سر اپنا آستان اُنکا زمین اُنکی جبین اپنی

تمہین سمجھے ہی بس غیر رہنے دو نہین اپنی
گریبان مین تو منہ ڈالو سنبھالو آستین اپنی

ہمین جھوٹے سہی لو بات ور رکھو تمہین اپنی
ذرا آئینہ لیکر دیکھلو پہلے جبین اپنی

محبت خال سے گو نکی ہوئی ہے دلنشین اپنی
عجب نکتے چنا کرتی ہے طبعِ نکتہ چین اپنی

ہٹا دے عارض گلگون سے زلف عنبرین اپنی
اٹھا دے روئے روشن سے نقاب اے مہ جبین اپنی

لکھین تھین ٹھوکرین کھائی ہی گر اپنے مقدر مین
کسی کافر کا سنگ آستان ہوئی جبین اپنی

عدو کا سنگ در ہوا ور میری جبہہ فرسائی
مٹائے سے نہین مٹتی ہے تحریر جبین اپنی

عدم مین جاکے ہم ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائینگے
اٹھا رکھو آسمان اب اپنے سر پہ تو زمین اپنی

مبادا پاکدامانی پہ آئے داغ بدنامی
نہ رکھو دیدۂ خونبار پر تم آستین اپنی

اڑائین دھجیان گر ہمنے تیرا کیا بگاڑا ہے
گریبان اپنا اے ناصح ہے جیب آستین اپنی

نہ کہنا پھر نہین ہمنے کسی سے ہاتھا پائی کی
مرے چاک گریبان سے ملا تو آستین اپنی

بظاہر ملتے جلتے ہین دلون مین بدگمانی ہے
شکایت ہوتی رہتی ہے کہین انکی کہین اپنی

ملے گر اوپری دل سے تو اس ملنے سے کیا حاصل
وہ دل ہی اب نہین اپنا طبیعت ہی نہین اپنی

مجھے اس گیسوئے برہم سے بوئے رشک آتی ہے
سنگھاؤ تو ذرا لوگون کو زلف عنبرین اپنی

ہماری آنکھ سے اٹھکر کہان جاؤگے دیکھین تو
تمہارے ساتھ پھرتی ہے نگاہ دوربین اپنی

عجب اک نقطۂ موہوم ہے مبہم دہن انکا
کہ پا سکتی نہین جسکو نگاہ خوردبین اپنی

تمہاری رنجش بیجا عجب باریک نکتہ ہے
بھلا اس رمز کو کیا پائے طبع نکتہ چین اپنی

دل عاشق بھی الفت مین عجب آئینہ ہوتا ہے
ہوئی ہے تمسے بدظن خاطر رشک آفرین اپنی

نہ تھے ہمخواب دشمن شب کو تم باور نہین ہمکو
ملاؤ تو ذرا ہمسے نگاہ شرمگین اپنی

پیامی کی زبان سے تو بہت کچھ سن لیا تمنے
سنائینگے حقیقت اپنے منہ سے ہمین اپنی

نظر لڑتی رہی جبتک نہ تھی کچھ قدر نظارہ
ہوئے جب رہزن دربند آنکھین کھل گئین اپنی

نہ وہ انکی طبیعت ہے نہ وہ اب دل ہمارا ہے
نہ وہ تیور رہے انکے نہ وہ آنکھین رہین اپنی

پیامی آئے جف القلم ایمان ہمارا ہے
خط انکو لکھتے لکھتے انگلیان بھی گھس گئین اپنی

اٹھائین آپ کیون تکلیف بیجا جھوٹے وعدونکی
تشفی آپ کرلینگے دلاسون سے ہمین اپنی

خشونت کی ذرا سی بات ظالم سے نہین اٹھتی
تمہاری خو سے نازک تر ہے طبع نازنین اپنی

جو دیکھا تو نہیں دیکھا جو تاکا تو نہیں تاکا
کہاں پہونچی ہے دیکھو تو نگاہ دوربین اپنی

ظہیر اسکی یہ ولت جدِ امجد خلد سے نکلے
نہیں گندم سے خوشتر ہے کہین نانِ جوین اپنی

اقلیم گر جب جرم ہے تقریر کیسیکی
بالیدہ ہوئی ناز سے تقصیر کیسیکی

کہتے ہین کہ سب جھوٹ ہی تحریر کیسیکی
ہے دلمین کسی شخص کے تصویر کیسیکی

منظور جدائی ہے رقابت نہین منظور
شامل ہو دعا مین بھی نہ تاثیر کیسیکی

دیوانے ہوتی ہے کہین شکوہ سرائی
بیزار ہے فریاد سے زنجیر کیسیکی

فرہاد کا ہرزہ ور نہ وامق کا اجارہ
اقلیم محبت نہین جاگیر کیسیکی

کیا خوب ہوا ہے چرخ ترے دور مین انصاف
تعزیر کسی شخص کو تقصیر کیسیکی

اس عالم تصویر کو جس روز سے دیکھا
آنکھوں مین سماتی نہین تصویر کیسیکی

خط غیر کو بھیجا نہین غماز ہے قاصد
حاضر ہے گواہی کو یہ تحریر کیسیکی

برباد نہو میری طرح کوئی خدایا
ملجائے نہ یون خاک مین توقیر کیسیکی

کرتا ہے کبھی کچھ اثر شوق شہادت
رہجاتی ہے کھینچ کھینچ کے شمشیر کیسیکی

کرتے ہین دعا مین بھی ظہیر اور دوا بھی
افسوس نہ دیکھی کبھی تاثیر کیسیکی

خاتمۃ الطبع

بتائید خالق دوجہان مالک زمین و زمان یہ دیوان مقبول زمان فرحت بخش دل پُر محن نگارستان سخن اسم تاریخی دفتر خیال یعنے سیوم دیوان ظہیر تصنیف لطیف اُستاد مسلم الثبوت راقم الدولہ جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خانصاحب ظہیر دہلوی یادگار اُستاد ذوق بحسن اہتمام قاضی عبد الکریم ابن قاضی نور محمد صاحب مالک مطبع کریمی و فتح الکریم مطبع کریمی واقع بمبئی بھائی کھلہ ڈلائل روڈ قاضی بلڈنگ ۱۰۸ - ۱۰۲ مین چھاپہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری کو وہین سے شائع ہوا